اصلاح احوال اور قلب و باطن میں انقلاب بپا کرنے والا ایک دل آویز نوشتہ

ایسے تھے ہمارے اسلاف

تالیف منیف

امام شمس الدین ابو الخیر محمد ابن جزری

متوفی ۸۳۳ھ

ترجمہ و تلخیص

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

نعمانی بک ڈپو
مچھلی منڈی، پانڈے کٹرا
چریاکوٹ، مئو، یوپی (انڈیا)

بِأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيكَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

کتاب : ” الزهر الفائح في ذكر من تنزَّه عن الذنوب والقبائح“

ترجمہ : ایسے تھے مرے اَسلاف!

موضوع : اِصلاحِ اَحوال اور تعمیر وتطہیر قلب و باطن

مولف : شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد معروف ب’ابن جزری‘

مترجم : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی..................

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

afrozqadri@gmail.com

تصویب : صاحبزادہ علامہ محمد اَزہر الاسلام اَزہری مدظلہ العالی

کتابت : فہمی چریاکوٹی

صفحات : دوسو چھپن (۲۵۶)

اشاعت : 2015ء - ۱۴۳۶ھ

قیمت : 200/ روپے

تقسیم کار : اِدارہ فروغِ اسلام، چریاکوٹ، مئو، یوپی۔ انڈیا

o رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إنَّكَ أنتَ السَّمِيعُ العَلِيمُ o

فہرست مضامین

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں 07

کچھ مولف کے بارے میں 14

مقدمہ از مولف 17

عرصہ محشر کی حاضری 26

ذرا اپنا حساب کر لینا 29

شب زندہ داروں کی باتیں 30

داستانِ گریہ وزاری 41

جہنم اور اس کی آتش سوزاں 41

رفیق اعلیٰ سے ملن کے طور 45

بارگاہِ الٰہی میں قدر و قیمت کا معیار 47

غفلت کی تباہ کاریاں 50

نمازیں چھوڑنے کا انجام 51

خدارا والدین کے نافرمان نہ بنیں 53

زنا کی تباہ کاریاں 57

بے سبب یہاں وہاں نہ تکا کر 58

حکم الٰہی کی مخالفت سے بچیں 64

داستانِ گناہ وتوبہ، بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں 68
عطاوبخشش کی پروائیاں 78
بوڑھوں پر اِکرام خداوندی 84
پسِ مرگ بچوں کی کرامتیں 90
قرآن حکیم کا فیضانِ بے کراں 93
اہل اللہ کی کرامتیں 100
یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے 104
والدین کی نافرمانی اوراس کا انجام 109
عرصہ محشر کی پیشی کا خوف 113
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے 114
دنیا میں غمی، آخرت میں خوشی 117
آنکھیں رو رو کے گنوانے والے 120
یادِ مولا سے نہ رہنا غافل 124
محبوبِ بارگاہِ الٰہی ہونے کی پہچان 127
غیبت وچغلی اوراُن کی تباہ کاریاں 131
لقمہ حرام کی نحوست 133
مظلوم کی آہ سے بچو 134
امانتیں اَدا کرو اُن میں خیانت نہ کرو 138
برائیوں سے بچنے کی تدبیریں 143
محاسبہ نفس کا عمل سدا جاری رکھیے 146

موت کی یاد کو اپنا وظیفہ حیات بنا لو 149
راندگانِ بارگاہِ الٰہی 151
ہوا و ہوس کی آفتیں 154
غضب الٰہی سے لرز لرز جاؤ 158
عذابِ الٰہی سے بچنے کی تدبیریں 159
دنیا دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں 160
حضرت ابوالحسن ثوری کا رنگ عبادت 162
چشمانِ نبوت کی اشک ریزی بوقت قبض روح 163
عذاب سے ڈر اور تقویٰ کی راہ اختیار کر 164
صالحین کے اَذکار و مناجات 167
حساب کے دن کا تصور کر کے رَب سے ڈر جا 169
کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو 173
توبہ میں دیر کیسی، جب موت اچانک آنی ہے! 174
اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہ ہوں 175
مولا کے فرماں بردار بنو اور دنیا سے کنارہ کش رہو 179
رزقِ حلال کی برکتیں 181
توبہ میں دیر کیسی! شوقِ ملاقات میں مگن رہو 184
ہزار بار توبہ شکنی باز آ 186
اپنے نفس کا حساب لیتا رہ 187

بوقت موت‘ خوفِ الٰہی سے گریہ وبکا کرنے والے 188
جہنمیوں کے عذاب 190
اب ذرا اَپنے اندر جھانک کر دیکھو 192
قیامت کی حشر سامانیاں 194
قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کر کے ڈر جاؤ 196
اللہ کی یاد میں چھلکنے والے آنسوؤں کی قیمت 200
جیسے چاہو جیو مگر ایک دن مرنا ہی ہے 204
فرائض کی اَدائیگی اور محارم سے دوری 207
قیامت کی پیشی کا ہوش رُبا منظر 211
اہل ایمان جنت میں کس طرح جائیں گے 217
گناہ کیسے دھلتے ہیں اور جنت کیسے ملتی ہے 221
جہنمیوں کے احوال 223
اہل ایمان کی روحوں کی باہمی ملاقات 233
عورت کے لیے رسولِ رحمت کی وصیتیں 243
خاتمہ رسالہ 248
وہ کاملین اُمت جن کی روایتیں یا حکایتیں منقول ہوئیں 250

تو بچا بچا کے نہ رکھ اِسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئینہ ساز میں

مجھے کہنا ہے کچھ اَپنی زباں میں

جس کے نغموں سے لرز اُٹھتی ہے بزمِ سوزِ غم
چاہتا ہوں چھیڑنا سازِ شکستِ دِل وہی

عصر حاضر بلاشبہہ مادّیت گزیدہ ہے۔ ہر شخص مادّی سرمایہ وثروت، مادی اِنبساط ولذت اور مادّی جاہ ومنصب کے حصول کے لیے دیوانہ وار مصروفِ عمل ہے۔ اس دوڑ میں اُسے اِس کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کہ پاکیزہ اَخلاقی قدریں کس طرح پامال ہورہی ہیں، روحانیت کا رخِ زیبا کیوں کر مسخ ہورہا ہے اور دِل کی دنیا طمع وحرص اور حسد وبغض کی آلائشوں سے کس قدر متعفن ہورہی ہے۔

اگر یہ دیوانگی ہمیں کسی اچھے انجام سے دوچار کردیتی تو ہم قطعاً اِس کے خلاف صداے احتجاج بلند نہ کرتے؛ لیکن ہم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ہم بڑی سرعت سے زوال واِنحطاط کے گڑھے سے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جو قوم بھی اِس گڑھے میں گری ہے پھر اسے دوبارہ اُبھرنا نصیب نہیں ہوا ہے؛ لہٰذا ملت اسلامیہ کے مسیحاؤں اور بہی خواہوں کا یہ فرض بھی ہے اور قرض بھی کہ وہ اپنی جملہ علمی، عملی اور روحانی صلاحیتوں کو بروے کار لاکر ملت کو اس گڑھے میں گرنے سے بچانے میں اپنا قائدانہ اور مومنانہ کردار اَدا کریں۔

مادّیت زدہ معاشرے کی نجات وبچاؤ کا ایک مؤثر ترین طریقہ یہ بھی ہے کہ اُن کے سامنے اُن پاکیزہ فطرت ہستیوں کی زندگی کا مرقعِ زیبا پیش کیا جائے جن کی للّٰہیت، خلوص، قناعت، استغنا، عالی حوصلگی، جرأت، سخاوت اور ہر انسان سے بے پناہ ہمدردی کے اَنوار؛ قلب ونظر کو روشنی بخشیں، اور بلاشبہہ یہ ساری خوبیاں اَپنی پوری تب وتاب کے

ساتھ صوفیہ کرام کے سوانح حیات میں ہی دستیاب ہوسکتی ہیں۔(۱)

یہ ایک ہمالیائی سچائی ہے کہ ان بزرگوں کے اَقوال واَحوال نے ملت کی مردہ رگوں میں ہمیشہ زندگی کی نئی روح پھونکی ہے، اور آج بھی اگر صدق دلی اور اِخلاصِ نیت کے ساتھ اُن کی زندگیوں یا اُن کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حوصلوں میں بلندی، عزائم میں پختگی، ولولوں میں جولانی، ایمان میں توانائی، اور قوتِ عمل میں برق آسا سرعت اور چمک دمک پیدا نہ ہوجائے۔

چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مقدسہ کے بعد انبیاے کرام کی آمد کا سلسلہ تو بند کردیا گیا؛ مگر حضور ختمی مرتبت علیہ السلام کی رحمت کے تصدق سے آپ کی اُمت پر یہ خصوصی انعام فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اسے اپنے محبوبین ومقربین سے نوازا۔ یہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی وقوعِ قیامت تک اپنی روحانی برکات سے اہل عالم کو متمتع وفیضیاب، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ نبوت سے دلوں کی مردہ زمینوں کو سیراب وشاداب کرتے رہیں گے۔

ابوالخیر امام ابن جزری علیہ الرحمہ نے بھی اپنے اس رسالہ میں جابجا انھیں قدسی صفات شخصیتوں کے تذکروں کا ساز چھیڑا ہے تاکہ ان کی بات سن کر کچھ ہماری بات بن جائے...... ان کا حال جان کر کچھ ہمارا حال سنور جائے...... ان کی بیداریاں دیکھ کر کچھ ہماری غفلت دور ہو...... اُن کی گریہ وزاری دیکھ کر کچھ ہمیں رونے کا طریقہ آجائے...... محبوب کے لیے اُن کی بے قراریاں دیکھ کر کچھ ہمیں تڑپنے کا سلیقہ آجائے...... اُن کی بے نفسیاں دیکھ کر کچھ ہم قیدِ نفس سے چھٹکارا پائیں...... اُن کی ریاضتیں اور مجاہدے دیکھ کر ہم کمر ہمت باندھنا سیکھیں...... اور اُن کی مستیاں اور مشاہدے دیکھ کر کچھ ہم بھی لذتِ دید کے طالب وآرزومند بنیں۔

---

(۱) کشف المحجوب مترجم، مقدمہ پیر کرم شاہ: ۴۲، ۴۳، ۴۳۔ ناز پبلشنگ ہاؤس، دہلی

آج افسوس صرف اس بات کا ہے کہ ہم ان حقیقتوں کو یکسر بھول گئے، اور ہم اُس مولا کی طلب ومحبت سے غافل ہو گئے، جس نے ہمیں عدم سے ہست کیا اور اَپنی بے بہا نعمتوں سے ہمیں نوازا اور بالآخر ہمیں جانا بھی اسی کے پاس ہے۔ ہمارے دل عشق ومحبتِ الٰہی سے تو کیا آشنا ہوتے یادِ الٰہی سے بھی غافل ہو گئے بلکہ غفلت کے باعث وہ پتھروں سے بھی سخت تر ہو چکے ہیں؛ اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ ان عاشقوں اور خستہ حالوں کے اَحوال سنائے جائیں تا کہ ان کی خستگی، شکستگی اور سوختگی کے حالات سن کر ہمارے دلوں کی سختی ٹوٹے، اور دل کی زمین کچھ تو نرم وزرخیز ہو۔

تاریخ اسلام کے ہر دور میں‘ صحابہ کرام سے لے کر آج تک اللہ والوں کا ذکر کرنا، ان کے حالات وواقعات، احوال وکیفیات، ریاضات ومجاہدات، مشاہدات وکمالات اور اقوال وفرمودات کا بیان کرنا اور سننا ہر صاحب ایمان ومحبت کا محبوب عمل رہا ہے۔ ائمہ محدثین، علماے کاملین اور اولیا وعارفین سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق ان تذکروں کو لکھتے، پڑھتے اور سنتے سناتے رہے ہیں، اور ہر دور میں ان تذکروں پر کتابیں تصنیف کی جاتی رہی ہیں؛ حتیٰ کہ خیرالقرون کے زمانے ہی میں ان پر تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ اہل علم پر مخفی نہ ہوگا کہ دوسری صدی ہجری میں جب حدیث کی جمع وتدوین کا کام ہو رہا تھا، تو ٹھیک اسی دور میں اکابر اہل علم وعمل ان تذکروں کی جمع وتدوین میں بھی مصروف تھے۔ امام عبداللہ بن مبارک، امام وکیع بن الجراح اور امام احمد بن حنبل-علیہم الرحمۃ والرضوان-جیسی نابغہ روزگار ہستیوں کی اس موضوع پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں علمی وفکری اور اخلاقی وروحانی تربیت کا بہترین سامان فراہم کر رہی ہیں۔

بس اسی فرض کی ادائیگی کے احساس نے میرے سمندشوق کو اِس رسالے کے ترجمے کے لیے مہمیز کیا؛ تا کہ قوم وملت خصوصاً نوجوانوں کی خدمت میں اَرباب زہد وورع اور عابدانِ شب زندہ دار کے دلنواز پہلوؤں اور دل گداز گوشوں کو پیش کر کے اُن وارفتگانِ حسن غیر کو یہ کہہ کر جھنجھوڑا جا سکے کہ ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو ☆ تو کجا بہر تماشا می روی

رَفیقانِ گرامی! اللہ کی یاد میں رات گئے بستر سے اُٹھ کر چند لمحوں کے لیے مصلیٰ پر آ جانا ظالم نفس نے ہمارے لیے کتنا بوجھ بنا دیا ہے، مگر ذرا چشم تصور سے سوچو کہ وہ کیا سماں ہوتا ہوگا جب ہر شب تہائی رات گئے خود مالک الملک جل مجدہ‘ آسمانِ دنیا پر نور گستر اور تجلی کناں ہوتا ہے۔ وہ ہماری تقدیر بدلنے آتا ہے...... ہماری بگڑی بنانے آتا ہے...... ہمارے کرب و دُکھ غلط کرنے آتا ہے...... اور صداؤں پر صدائیں لگاتا رہتا ہے کہ محبت الٰہی کے دعویدار کہاں ہیں؟...... رزق کے طلب گار کہاں ہیں؟؟...... اقبالِ جرم کرنے والے خطا کار کہاں ہیں؟؟؟........ اپنی خواب گاہوں سے اُٹھیں، اپنی جبینوں کو لذت سجود سے آشنا کریں، اپنے لبوں کو وا کریں...... اپنی حاجتیں تو رکھیں...... اپنا دکھڑا تو سنائیں؛ رحمتِ الٰہی جھک کر بغل گیر نہ ہوئی تو کہنا...... اِجابت نے بڑھ کر گلے سے نہ لگا لیا تو کہنا۔

اس طرح تا دم سحر اُس کا اَبرِ عطا و کرم بندوں کی کشتِ ویراں پر برسنے کے لیے اور انھیں آباد و شاداب کرنے کے لیے مچلتا رہتا ہے؛ مگر یارو! یہ کیا بے رخی ہے، کہیں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذاتِ کبریا کی تجلی بے نیاز ہونے کے باوجود تمہاری دہلیز تک پہنچ آتی ہے بلکہ تمہاری شہ رگِ حیات سے بھی قریب تر ہو جاتی ہے اور دعویٔ محبت رکھنے والے چادرِ غفلت تانے سو رہے ہوتے ہیں...... محبوب تو جاگتا رہتا ہے اور تم آنکھ کٹوری میں نیند گھولے فرشِ اطلس و کمخواب پر پڑے رہتے ہو...... خدارا محبت کا کچھ تو بھرم رکھو...... یہ محبّ ہونا تو نہ ہوا! ......کیا شانِ عبودیت اور نازِ بندگی یہی ہوتی ہے!!۔

میرے دوستو! ایسا ہرگز نہ کرو...... اُٹھو اور نفس کا تمرد توڑ ڈالو...... نیم شبی کی خلوتوں میں محبوب سے محوِ راز و نیاز ہونا سیکھو...... اس کے نام کی مالائیں جپو...... اور اپنی بے تاب جبینوں سے اس کی بارگاہ میں سجدۂ شکر کا خراج پیش کرو...... پھر دیکھو فضل و کمال کے کیسے کیسے در تم پر وا ہوتے ہیں...... تمہارے درد و دُکھ کی گھٹا کیسے آن کی آن میں صاف ہو جاتی

ہے......اورتمہاری کرب آثار زندگی کیسے گہوارۂ امن وقرار بن جاتی ہے۔

میرے عزیزو! اس بات کو پلے باندھ لو کہ اگرتم دارین کی سعادتوں سے بہرہ وری کے آرزومند ہو تو تمہیں رات کے گہرے سکوت میں اُٹھ کر اَپنے رب کو منانا ہوگا......کاش! تمہاری جوانیاں اللہ کے حضور دست بستہ کھڑی ہونے کی عادی ہو جاتیں...... کاش! تمہارے دل سراپا ناز و نیاز بن جاتے......اور اے کاش! تمہاری راتیں گریہ وبکا کے ساتھ محبوب کو منانے میں بیت پاتیں......کتنا اَچھا ہوتا اگر اُمت مسلمہ کا خزاں رسیدہ چمن پھر بہار آشنا ہو جاتا......عشق رسول کی ہر سو ہوائیں چلنے لگتیں......تعلق بالرسول پختہ ہو جاتا......تعلق باللہ کی مستیاں لوٹ آتیں......ذکر الٰہی کی حلاوتیں عود کر آتیں......جبینیں پھر سجودِ نیاز کی لذتوں سے صحیح معنوں میں آشنا ہو جاتیں......چشمانِ طلب پھر اَشک ہاے عشق کی تپش سے بہرہ ور ہو جاتیں......آنکھوں کے سوکھے تالاب محبت رسول کے سیلاب سے پھر بھر جاتے......دل کی اُجڑی وَادِیاں عشق رسول کی پروائیوں سے پھر لہلہا اُٹھتیں......اور روح کے ویران صحرا پوری تب وتاب کے ساتھ سرسبز وشاداب ہو اُٹھتے۔ آج ضرورت صرف اور صرف اس بات کی ہے کہ ہم اپنا اِحرام ہستی گناہوں کی آلودگیوں سے صاف وشفاف کرلیں خصوصاً اَپنا جہانِ دل ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کرلیں؛ تاکہ اُن میں عالم بالا کے اَنوار اُتر سکیں، اُن میں تسلیم ورضا کے لالہ وگل کھل سکیں، اُن میں دنیا نہیں دنیا کا خالق و مالک اپنی تجلی اُتارے، اور وہ جانِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسکن وکاشانہ بن سکیں۔

اس کتاب کو ترجمہ کے مرحلے سے گزارنے کا بہانہ یہ ہوا کہ کاروانِ تقوی وطہارت کے قافلہ سالار حضرت مالک بن دینار- علیہ الرحمہ- کی سیرت وسوانح کے کچھ مخصوص گوشوں خصوصاً آپ کی جاے وفات کی تحقیق وجستجو کے دوران آپ کے بہت سے ایسے اَقوال زرّیں نظر افروز ہوئے جن سے بے ساختہ آنکھوں میں سیلابِ اَشک اُمڈ آیا، پورا جسم لرزہ براَندام ہوگیا، اور قلب وباطن کی کیفیت دگرگوں ہوکر رہ گئی؛ چنانچہ اِس محاذ کو سر کرنے کے بعد اَب اُن کے اَقوال وحکایات کی یافت شروع کی۔ متفرق مقامات پر اُن

کے اَقوال تو ملے ہی، ساتھ ہی صاحب حصن حصین اِمام ابن جزری - رحمہ اللہ - کے مشہور رسالہ ’’ **الزهر الفائح في ذكر من تنزّه عن الذنوب و القبائح** ‘‘ میں بھی وہ بکثرت نظر آئے۔

رسالے کا نام چوں کہ بڑا ہی دل آویز تھا؛ اس لیے میں نے نہایت تعمق کے ساتھ اس کا مطالعہ کیا۔ پھر جی میں آیا کہ کیوں نہ اس کا ترجمہ ہی کردوں؛ تاکہ عربی ناآشنا حضرات کے لیے بھی اس سے اِستفادہ عام وآسان ہوجائے؛ چنانچہ میں نے اللہ کا نام لے کر ۱۲؍ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ - مطابق ۱۰؍مارچ ۲۰۰۹ء، بروز دوشنبہ ترجمہ کا آغاز کردیا۔ یونیورسٹی بھی کوئی ۳۰؍مارچ کو کھلنا تھی، اس لیے جملہ علائق سے آزاد اور یکسو ہوکر صرف ترجمہ ہی میں جٹ گیا کہ جو بھی ہو اِس بیچ بہرحال ترجمہ مکمل کردینا ہے.....۔

اس رسالہ میں کیا کچھ پنہاں ہے، یہ تو آپ پر پڑھنے کے بعد خود بخود عیاں ہوجائے گا تاہم میرا اَپنا حال یہ تھا کہ ترجمے کے دوران بہت سے مقامات ایسے آئے جہاں آنکھیں یک قلم چھلک اُٹھیں، دل کا قرار جاتا رہا، دماغ کی نسیں تن گئیں، بدن پر کپکپی طاری ہوگئی، اور فکر آخرت میں طائرِ روح ’مرغِ بسمل کی مانند تڑپنے لگا، پھر قلم کو مزید آگے بڑھنے کا یارا ‘نہ رہا۔ اس قسم کی کیفیات سے دوچار ہوتے ہوئے کوئی پندرہ دِن کی موٹی گاڑھی محنت کے بعد ۲۷؍ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ - مطابق ۲۵؍مارچ ۲۰۰۹ء بروز چہارشنبہ کو میں نے یہ مرحلۂ شوق طے کرلیا۔ **فالحمد للّٰه على ذالک** .

یاد رہے کہ صاحب کتاب امام ابن جزری نے جابجا صحابہ کرام سمیت تابعین و تبع تابعین اور اولیاے کاملین کے ناموں کے ساتھ ’’رضی اللہ عنہ‘‘ لکھنے کا اِہتمام فرمایا ہے؛ جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ عمل اُمت میں صدیوں سے متفقہ طور پر رائج چلا آتا رہا؛ اَب نہ معلوم اِس فتنہ آگیں دور میں کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ کہاں سے نکال لیا کہ ’’رضی اللہ عنہ‘‘ صرف صحابہ کرام کا اِختصاص ہے، اُن ذواتِ قدسیہ کے علاوہ کسی اور کو ’’رضی اللہ عنہ‘‘ نہیں لکھا جاسکتا۔ جہاں کسی بزرگ یا مقربِ بارگاہ کو ’’رضی اللہ عنہ‘‘ کہا بس ان کی

تیوریاں چڑھ گئیں اور فتوے داغ بیٹھے۔ تف ہے ایسے لوگوں پر۔ اللہ تعالیٰ نے دین کو جتنا آسان بنایا تھا ان لوگوں نے دین کو مذاق بنا کر اسے اتنا ہی تنگ کر دیا ہے کہ ایک سچا مسلمان بمشکل اپنے آپ کو اس چوکھٹے میں فٹ کر سکے! ۔ ایسے عالم میں پروردگار عالم تحفظ ایمان وعقیدہ کی گھنی چاؤں میں ہمیں دین پر قائم ودائم رکھے۔

ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ متن کا ترجمہ سلیس اور رواں رہے؛ لیکن چونکہ نرا ترجمہ اِتنا کیف آور اور ترنگ آگیں نہیں ہوتا؛ اس لیے سچ پوچھیں تو ہم نے ترجمانی سے بھی کام لیا ہے۔ ساتھ ہی آیات واَحادیث کے علاوہ بزرگانِ دین کے اقوال اور اشعار کو اصل عربی زبان میں درج کرنے کا بھی التزام کیا ہے؛ تاکہ اُن کی نورانیت و برکت قائم رہنے کے ساتھ ساتھ عربی اَدب سے شغف رکھنے والوں کے ذوق وشوق کی تسکین کا سامان بھی ہو سکے۔

دل میں جو بڑی سے بڑی آرزو رکھ سکتا ہوں وہ یہ کہ زندگی کی اخیر گھڑیوں تک اسلاف کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق پاؤں اور اس طریقِ صدق وحق کو اپنے لیے نشانِ راہ بناؤں۔

احب الصالحين ولست منهم
لعل الله يرزقني صلاحا

دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس رسالہ کو اِصلاحِ اَحوال اور قلب و باطن کی تعمیر وتطہیر کا مؤثر ذریعہ بنائے، خصوصاً ہمارے نوجوانوں کو لذتِ آہِ سحر گاہی عطا فرمائے، اور ہمیں اپنی منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین یارب العالمین۔

-: خاکِ راہِ صاحبدلاں :-

محمد افروز قادری چریاکوٹی - دَلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوبی افریقہ

۲۹/ربیع الاوّل شریف ۱۴۳۰ھ - مطابق ۲۷/مارچ ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارک

کچھ مؤلف کے بارے میں

شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن علی بن یوسف العمری معروف ب ''ابن جزری'' کے والد ماجد ایک امانت دار تاجر تھے، عرصۂ دراز تک آپ کا گلستانِ آرزو بہاروں سے نا آشنا رہا، حج بیت اللہ شریف کے موقع پر آبِ زم زم نوش کرکے آپ نے ولد صالح کی دعا مانگی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے یہ جامع صفات، صالح وسعید اور باکمال فرزند عطا فرمایا۔ چنانچہ ۲۵/رمضان ۷۵۱ھ (مطابق ۱۳۵۰ء) کو بعد نماز تراویح دمشق کی سرزمین پر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ اصلاً دمشقی ہیں؛ مگر جزیرۂ ابن عمر کی طرف نسبت کرتے ہوئے 'جزری' کہلاتے ہیں۔ یہ جزیرہ بلادِ شرق اور شہر 'موصل' کے شمال میں واقع ہے، جس پر دریائے دجلہ کی پرشور موجیں ہلال کی مانند قبضہ و اِحاطہ کیے ہوئے ہیں۔

پندرہ سولہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے علاوہ فقہ شافعی کی مشہور کتاب التنبیہ اور قراءات میں الشاطبیہ، التیسیر حفظ کرلیں۔ امام تقی الدین بغدادی، ابن الحسین حنفی اور شیخ بن اللبان وغیرہ آپ کے معروف اساتذہ ہیں۔ فقہ میں جمال الاسنودی، ابن رسلان اور ابوالبقاء سبکی وغیرہ سے اِستفادہ کیا۔ حدیث میں علامہ دمیاطی، ابن عبد الکریم حنبلی، بہاؤ الدین ماینی، ابن المحب مقدسی اور علامہ ابن کثیر وغیرہم آپ کے مشاہیر شیوخ ہیں۔

آپ قریباً ایک لاکھ حدیث کے حافظ تھے۔ حدیث، فقہ اور قراءت تینوں میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، اور تقریباً ہر فن میں اپنی کچھ نہ کچھ یادگار چھوڑ گئے ہیں۔

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذن لہ غیر واحد بالإفتاء و التدریس و الإقراء.

دمشق، مکہ، مدینہ، قاہرہ اور اسکندریہ کی گلیوں کے چکر کاٹ کر بطورِ خاص علم قراءت میں تقریباً چالیس مشائخ سے استفادہ کیا؛ اور دمشق میں شیخ القراء کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں شام مملکت مصر کا ایک صوبہ تھا، ملک مصر ظاہر سیف الدین برقوق نے آپ کو نجم الدین ابن جماعہ کے بعد **الجامعة الصلاحية** میں اُمورِ تعلیمی کا ناظم مقرر کیا۔ گورنر امیر التمش نے ۷۹۷ھ میں آپ کو شام کے عہدۂ قضا پر مامور کیا؛ لیکن امورِ قضا کے بعض اہم واقعات کے متعلق آپ کو حکومت سے اِختلاف ہوا، حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کے باعث مرکزی حکومت نے ذرا سخت گیری کی اور آپ کے ساتھ کچھ ناروا سلوک کیا؛ نتیجے میں آپ نے مجبورانہ دمشق چھوڑ کر بروسا (روم) کی طرف ہجرت اِختیار کر لی۔

شاہِ روم' بایزید بن عثمان جس نے علامہ جزری کا شہرہ پہلے ہی سن رکھا تھا، آپ سے بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور بروسا میں مستقل قیام کی درخواست کی، جس کو آپ نے منظور فرمایا۔ تدریس و تالیف کا فیض جاری ہوا، قدر دانانِ علوم و فنون نے آپ سے خوب اِستفادہ کیا۔ ۸۰۵ھ میں تیمور لنگ نے سلطنت ترکی و روم پر زبردست حملہ کیا جس کے نتیجے میں یہ سلطنت تباہ و برباد ہوگئی اور سلطان بایزید نے تیمور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بے بسی کے عالم میں وفات پائی۔ امیر تیمور نے زر و جواہر کے علاوہ چیدہ چیدہ ماہرین علوم و فنون کو بھی اپنے دار السلطنت سمرقند میں بلوالیا جن میں علامہ ابن جزری بھی تھے، بڑے بڑے مقامی علما نے آپ سے استفادہ کو نعمت کبریٰ سمجھا، وجہ یہ تھی کہ آپ کی تصانیف پہلے ہی علما کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھیں۔

تیمور کو آپ سے بہت عقیدت تھی، وہ کہا کرتا تھا کہ یہ صاحب مکاشفہ ہیں جب چاہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ۸۰۷ھ میں تیمور کا انتقال ہو گیا تو آپ خراسان، ہرات، یزد اور اصفہان ہوتے ہوئے ۸۰۸ھ میں شیراز پہنچے۔ تیمور کا پوتا حاکم شیراز پیر محمد' علامہ ابن جزری کا بڑا معتقد تھا، اس نے آپ کو شیراز میں قیام کرنے پر مجبور کیا، اور آپ کو وہاں کا قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔

مدتوں بعد ۸۲۷ھ میں آپ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں سے جب

قاہرہ پہنچے تو اہل علم کے ایک بڑے ہجوم نے آپ کا پُر جوش خیر مقدم کیا، بطورِ برکت سب نے آپ سے چند آیات سنیں اور اجازات حاصل کیں، جن میں شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی بھی شامل تھے، انھوں نے آپ سے دیگر دروس کے ساتھ مسند احمد اور مسند شافعی کا بھی درس لیا اور اجازتِ خاص سے نوازے گئے۔ پھر آپ وہاں سے شیراز تشریف لائے جہاں پر ایک بہت بڑے مدرسہ 'دارالقرآن' کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ دمشق میں بھی ایک عظیم درسگاہ آپ اسی نام سے پہلے قائم فرما چکے تھے۔ اور بعض حضرات نے اس مدرسہ کا نام جو 'دارالقراء' لکھا ہے وہ محض اُن کا وہم ہے۔

یوں تو ہر فن میں آپ کا طوطی بولتا تھا؛ مگر علم قراءت خاص آپ کی دلچسپی کا میدان تھا۔ اور یہ سچ ہے کہ میدانِ علم قراءت میں آپ کے دور سے لے کر آج تک کوئی آپ کا ہمسر و ثانی نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے کیا خوب فرمایا ہے :

انتهت إليه رياسة علم القراء ات في الممالك .

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلّی آپ کو آٹھوی صدی کا مجدد قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں :

و از مجددین صدی هشتم زین الدین عراقی و شمس الدین جزری و سراج الدین بلقینی .

علامہ نے مختلف فنون پر قریباً پینتالیس کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے ' النشر في القراء ات ، بداية الهداية في علوم الحديث والرواية ، الدُّرَّة ، عقود اللآلي ، التعريف بالمولد الشريف ، مقدمة الجزرية ، الجمال في أسماء الرجال ، ذيل طبقات القراء ، التمهيد ، الطيِّبه ، الحصن الحصين ، التوضيح في شرح المصابيح اور 'الزهر الفائح... ' مشہور ہیں۔ آپ نے شیراز میں کوئی ۸۲ سال کی عمر میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ (مطابق ۱۴۲۹ء) کو وفات پائی، اور اپنے قائم کردہ مدرسہ ''دارُالقرآن'' میں سپرد خاک ہوئے - علیہ رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً -

---

(۱) تفصیل وتحقیق کے لیے دیکھیے : الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولۃ العثمانیہ، طاش کبریٰ زادہ...... الانس الجلیل فی تاریخ القدس والخلیل، مجیر الدین حنبلی...... ابراز الغی الوافع فی شفاء العی، علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلّی وغیرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مؤلف :

رب يسر و لا تعسر، بسم اللّٰه أبتدئ، و بكتابه أقتدي، و بسنة نبيه أهتدي، و أشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا شريك له، و أشهد أن محمدا عبده و رسوله، صلى اللّٰه عليه و على آله و أصحابه وسلم تسليما كثيرا إلى يوم الدين .

اے پروردگار! اِس کام کو آسان فرما مشکل نہ بنا۔ مولا! اسے تیرے ہی نام سے شروع کرتا ہوں، تیری ہی کتاب کو مشعل راہ بناتا ہوں اور تیرے ہی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی ہوئی راہ پر جادہ پیما ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تنہا ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے (مقرب) بندے اور (محترم) رسول ہیں۔ اللہ اُن پر اُن کی آلِ اطہار پر اور اُن کے یارانِ وفا شعار پر تسلسل کے ساتھ صبح قیامت تک صلوٰۃ وسلام کے تحفے نچھاور کرتا رہے۔

امابعد! بلاشبہہ اللہ جل مجدہ کے حقوق اتنے زیادہ ہیں کہ بندہ کما حقہ اُن کی اَدائیگی نہیں کرسکتا، نیز اس کی رحمتوں اور نعمتوں کی کثرت کو بھی حیطہ شمار میں نہیں لایا جاسکتا؛ لہٰذا اے لوگو! ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے صبح کیا کرو اور توبہ واِنابت کی کیفیت میں ڈوب کر شام کی دہلیز پر قدم رکھا کرو؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ہم پر کچھ حقوق وشروط ہیں جن کی بہرصورت اَدائیگی ہمارا اِیمانی فریضہ ہے۔

لہٰذا اے میرے دوست! اُن سے غفلت برتنا اور ٹال مٹول کرنا داناؤں کا شیوہ نہیں؛ کیوں کہ تجھے پتا ہے کہ عرصۂ محشر میں تجھے اپنے اعمال کا جواب دِہ ہونا ہے؛ لہٰذا جب بھی

تجھے دنیا کا کوئی کام کرنا ہو تو پہلے اس میں خوب غور و خوض کرلیا کرو۔ اگر وہ تمہاری آخرت کے موافق نظر آئے پھر تو اسے کرگزرو، ورنہ رُک جاؤ اور دیکھ لو کہ اسے کون لے رہا ہے؟ اسے کیسے کررہا ہے؟ اور پھر اس سے نجات کیسے مل رہی ہے؟۔ اور امن و سلامتی کی خیرات دینے والا بس اللہ ہی ہے۔

اور جب تمھیں اُخروی زندگی کا کوئی کام درپیش ہو تو اس کی طرف لپکو اور دوڑ کر اسے کرگزرو کہ کہیں سوچنے تک شیطان تمھارے اور اس کارِ خیر کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔ اور ایک مؤمن کی خیانت سے اپنا دامن پاک رکھو؛ کیوں کہ مومن کے ساتھ خیانت کرنا درحقیقت اللہ و رسول سے خیانت کرتا ہے۔

تقویٰ الٰہی کی جڑیں اپنے اندر مضبوط کرلو اور جو کچھ علم و حکمت کی خیرات تمھیں عطا ہوئی ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کیا کرو، نیز عمل مراقبہ جب بھی ہو محض اللہ کے لیے ہو اور وہ بھی بایں طور کہ نگاہِ قدرت کے سوا کوئی اور تجھے نہ تک رہا ہو۔

حرام سے دور بھاگو؛ کیوں کہ حرام خوری سے پنپنے والے گوشت کو دخولِ جنت سے محروم رکھا جائے گا۔ یوں ہی حرص و آز کو بھی اپنے قریب بھٹکنے نہ دو؛ کیوں کہ طمع، کارخانۂ دین کو غارت کرکے رکھ دیتی ہے؛ لہٰذا اگر خود کو گم گشتگانِ راہ ہونے سے بچا سکتے ہو تو بچا لو۔

اے میرے دوست! اپنے آپ کو لایعنی جھمیلوں سے دور رکھو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِن بے کار و عبث چیزوں میں مشغول دیکھ کر تجھ سے اپنی نگاہِ رحمت پھیر لے۔ اور ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غافل نہ رہو؛ کیوں کہ وہ ہمہ وقت تجھ پر نگاہ جمائے ہوئے ہے۔

اپنے اندر خشیت الٰہی کی فصلیں اُگاؤ، اور موت کی یاد کا نقش اپنے لوحِ دل سے مٹنے نہ دو۔ اور دیکھنا کہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذکر و مناجات کی لذت کا نشہ تمہارے قلب

وزبان سے اُتر نہ جائے۔ اور بس اُسی سے نگاہِ رحمت کی لو لگائے رکھنا کہ وہ ہر لحظہ تمہارے اَحوال پر مطلع ہے۔

لہٰذا پچھلے دنوں میں تم نے جو جرم وخطا کی ایک تاریک تاریخ رقم کی تھی اس سے جتنا جلدی ہو سکے توبہ ورجوع کرلو، اور زندگی کی بقیہ سانسوں کو طاعت مولا میں گزارنے کی پروردگار سے توفیق مانگو۔ دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ بغیر توبہ ہی تم اِس دنیائے فانی سے کوچ کر جاؤ۔

میرے دوست! تجھے بہت جلد ہی شہرِ خموشاں کے سفر پر روانہ ہونا ہے، پھر وہاں تجھے دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اپنے جملہ اَعمال کا حساب وکتاب دینا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اللہ مالک الملک کے حضور نہایت اِنکسار وتواضع کے ساتھ پھر تیری پیشی بھی ہونی ہے۔ تیرا دیوانِ زندگی وا ہونے والا اور تیرا نامہ اعمال بس کھلنے ہی والا ہے۔

(ذرا فکر کو آنچ دے اور سوچ کہ) جنت تیرے دائیں طرف ہوگی اور دوزخ تیرے بائیں طرف۔ پل صراط تیرے سامنے بچھا ہوا ہوگا، اور اللہ تعالیٰ تجھ سے پورے طور پر باخبر ہونے کے باوصف پوچھ رہا ہوگا: بندے! میرے سامنے ذرا اَپنا نامہ اعمال تو پڑھ....مگر تیرا جی اپنے سیہ کرتوت کا سوچ کر ڈوب رہا ہوگا، اور تجھے احساسِ فضیحت ورسوائی لاحق ہوگا، تو اب اگر تو نیکوکاروں میں سے تھا تو تجھے بہشت بریں کی راہ پر لگا دیا جائے گا اور اگر گنہ گاروں میں سے تھا تو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

میرے دوست! (ابھی بھی وقت ہے) اپنے لیے جتنا کچھ توشۂ راہ جمع کر سکتا ہے کرلے......اور اپنے دل کی تختی پر آخرت کی یادوں کے نقوش کھینچ لے۔ موت کو بالکل اپنے سامنے جان......اللہ کے حضور پیشی کے ہوش ربا منظر کو بھول مت جانا......اپنے اِرد گرد خوفِ الٰہی کا پہرہ بٹھا لے......فرائض الٰہیہ کو بدل وجاں اَدا کر......اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے رُک جا......نفس کی ایک نہ سن......ہمہ وقت اللہ کی یاد میں مست ومگن رہ......

ہر حال میں شکرِ الٰہی بجالا...... جنت کو اپنے شوق کا مرکز بنا......اور دوزخ کے آتش سوزاں سے اللہ کی پناہ مانگتا رہ......اَوامرِ الٰہیہ کی مخالفت سے باز آ......اور اس بات کا یقین دل میں جمالے کہ تیرے سامنے سخت ہولناکیاں اور ایک بڑا پڑاؤ ہے۔

میرے دوست! اب اگر تو اپنے پاس موجود زادِ راہ کو ہر روز تول سکتا ہے تو تول، کہیں ایسا نہ ہو کہ حکمِ الٰہی اس پر بازی مار لے جائے (اور تو تکتا رہ جائے)؛ لہٰذا توشۂ راہ اِکٹھا کرتا جا، تیاری میں کسی کوتاہی کو رَوا نہ رکھ، اور اصلاحِ نفس کے سلسلہ میں ایک ذرا غفلت نہ برت۔

میرے دوست! جان لے کہ بیتے ہوئے شب و روز پھر پلٹ کر آنے والے نہیں۔ عمل، عود نہیں کرے گا، جو طالب ہوتا ہے وہ جلدی کرتا ہے۔ یاد رکھنا کہ رات و دن، تیری جان کھپانے، تیری عمر گنوانے اور تیرے وقت کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں؛ لہٰذا میرے دوست اس وقت تک تم مطمئن ہوکر چین کا سانس نہ لینا جب تک کہ تمھیں اپنے دائمی مکان و مستقر اور راہ و منزلِ مقصود کا یقینی علم نہ ہو جائے۔

اب اپنے نفس پر ذرا اِک عقابی نظر ڈال، اور کوتاہیوں کی بھرپائی کی بھرپور کوشش کر، اور تمھیں جو کام بھی کرنا ہو کر ڈال، کیوں کہ امرِ الٰہی اچانک آتا ہے...... اور میں کسی اور کے بارے میں کیا کہوں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ سے زیادہ اس کا کوئی اور سزاوار نہیں ہے...... تصور کے دیپ جلاؤ اور خود کو عرصۂ محشر میں کھڑا جانو، نفس تم پر ملامت کے تیر پھینک رہا ہے، آنکھوں سے نیند کو روٹھے عرصہ ہو گیا ہے، عصیاں شعاروں کے دل ہچکولے کھا رہے ہیں اور بجھ رہے ہیں۔

کسی نے شعر کی زبان میں اسے یوں نظم کیا ہے ؎

غدا توفي النفوس ما كسبت
و يحصد الزارعون ما زرعوا

إن أحسنوا أحسنوا لأنفسهم
وإن أساؤوا فبئس ما صنعوا
فاللّٰه ذو رحمة و ذو كرم
و إن جهلنا فحمله يسع
يا رب اكتبنا اليوم في ملاء
تمسكوا بالكتاب فانتفعوا
و أغننا و اعف عن جريمتنا
و افن بأمن نتضرع

یعنی کل ہر جان کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ ملنا ہے۔ اور تخم ریزیاں کرنے والے اپنی فصلیں کاٹیں گے۔

اگر انھوں نے اچھے کام کیے ہوں گے تو انھیں ان کی اچھائیاں بھائیں گی، اور اگر برے کام کیے ہوں گے تو ان کی برائیاں انھیں ستائیں گی۔

اللہ تعالیٰ رحمت و اِکرام کی بارشیں فرمانے والا ہے، اور اگر ہم کوتاہیوں کے مرتکب ہوئے تب بھی اللہ کا حلم وسیع وعریض ہے۔

اے پروردگار! ہمیں ایسے خوش بخت گروہ میں شامل فرمادے جنھوں نے قرآن کریم کو تھاما اور اس سے نفع اندوز ہوئے۔

تو ہمارے لیے کافی ہوجا اور ہماری ناکردنیوں کو آپ عفو سے دھل دے، اور عجز وانکسار کے ساتھ پرامن زندگی گزارنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے :

يحشر الناس يوم القيامة حفاة عراة عطاشا سكارى حيارى من أهوال يوم القيامة ، لا يعلم الرجل بالمرأة و لا تعلم المرأة

بالرجل . (۱)

یعنی بروزِمحشر قیامت کی ہولناکیوں کے تصور سے لوگ پاپیادہ، عریاں، پیاسے، مدہوش اور سراسر عالم تحیر میں ڈوبے ہوں گے۔ (ان کی دیوانگی کا عالم یہ ہوگا کہ) مرد، عورت کو نہیں جانے گا اور عورت مرد کو نہیں پہچانے گی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

ثم یوکل اللّٰہ بکل رجل و امرأة ملکین یسوقانه إلی المحشر .

یعنی پھر اللہ تعالیٰ ہر مرد و عورت پر ایک فرشتہ مقرر فرمادے گا جو انھیں ہانک کر میدانِ محشر میں لے آئے گا۔

فرمانِ الٰہی : **وَ جَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ شَهِيْدٌ** کا یہی منشا ومقصود ہے۔

مزید فرمایا :

ثم تقف الخلائق یومئذ مائة و عشرین صفا ، أمة محمّد صلی اللّٰہ علیه وسلم معزولون ، و هم ثمانون صفا ، ینظرون إلی

---

(۱) یہ حدیث الفاظ کے ذرا اِختلاف کے ساتھ بہت طریقوں سے روایت کی گئی ہے :

☆ **یُحشَرُ النَّاسُ یومَ القیامةِ حُفاةً عرَاةً غُرُلاً قلتُ یا رسول اللّٰہ النساءُ و الرجالُ جمیعا ینظرُ بعضهم إلی بعض قال صلی اللّٰہ علیه وسلم یا عائشة الأمرُ أشدُّ مِن أن ینظرَ بعضُهم إلی بعضٍ .** (صحیح مسلم:۱۴/۱۵حدیث:۵۱۰۲......مشکوٰۃ المصابیح:۳/۲۰۴حدیث: ۵۵۳۶......کنزالعمال:۱۴/۳۵۹حدیث:۳۸۹۳۰......مسند جامع:۱۳/۵۲حدیث:۱۷۳۵۳)

☆ **یُحشَرُ النَّاسُ یومَ القیامةِ حُفاةً عرَاةً فقالت امرأةٌ یا رسول اللّٰہ، فکیف یری بعضنا بعضا؟ قال إن الأبصار یومئذ شاخصة، فرفع بصره إلی السماءِ ، فقالت: یا رسول اللّٰہ، ادع اللّٰہ أن یستر عورتي، قال: اللّٰهم استر عورتها .** (معجم طبرانی:۳/۱۵۲حدیث: ۲۶۸۹......مجمع الزوائد ومنبع الفوائد:۵/۱۵......کنزالعمال:۱۴/۳۶۴حدیث:۳۸۹۵۰)

☆ **یُحشَرُ النَّاسُ یومَ القیامةِ حُفاةً عرَاةً، کهیئتهم یوم ولدوا و قد هالهم الفزع الأکبر و کظمهم الکرب العظیم** ...... (مسند شامیین:۱/۱۲۸حدیث:۹۰)

السماء و كل واحد منهم مشغول بنفسه ، نادم على أفعاله ، قال ابن عباس رضى الله عنهما : ثم يقفون ثلاث مائة سنة من سنين الدنيا مائة سنة في العرق يلجمون و مائة سنة في الظلمة يتحيرون ، و مائة سنة بعضهم في بعض يموجون ، قد شخصت منهم يومئذ الأحداق ، وتطاولت الأعناق ، و كثر العطش ، و قل الالتفات ، وانقطعت الأصوات وضاقت المذاهب ، و اشتد القلق ، وعظمت الأمور ، وطاشت العقول ، و كثر البكاء ، وفنيت الدموع ، وبرزت الخفيات ، و ظهرت الخطيئات ، و بانت الفضائح ، وظهرت القبائح ، و وضعت الموازين ، و نشرت الأعلام ، و برزت الجحيم ، وزفرت النار ، و بئس الكفار ، و شاب الصغير وسكت الكبير ، و سعرت النيران ، و تغيرت الألوان ، و عظمت الأهوال ، و طال القيام ، وانقطع الكلام ، فلا تسمع إلا همسا .

یعنی پھر خلق خدا اس دن چوبیس صفوں میں کھڑی ہوگی۔ اُمت محمدیہ بالکل الگ تھلگ ہوگی جن کی کل اَسّی صفیں ہوں گی۔ جانب آسمان نگاہیں اٹھی ہوں گی، ہر شخص کو صرف اپنی پڑی ہوگی جو اپنے کارناموں پر اشک ندامت برسا رہا ہوگا۔ حضرت ابن عباس مزید فرماتے ہیں: پھر وہ دنیا کے تین سو سالوں کے برابر یوں ہی کھڑے رہیں گے۔ سو سال تو پسینے میں ٹامک ٹوہیاں ماریں گے، سو سال تاریکیوں میں بدمست پھریں گے، اور سو سال ایک دوسرے پر گرے پڑیں گے۔ اس دن ان کی نگاہیں حیرت سے چندھیا رہی ہوں گی، گردنیں اُٹھی ہوئی ہوں گی، پیاس کی شدت ہوگی، ایک دوسرے سے کوئی لگاؤ نہ رہے گا، آوازیں شکستہ اور حلق گھٹ رہی ہوگی، اضطراب و بے چینی شباب پر ہوگی، معاملات پر پیچ ہو جائیں گے، عقلیں مدہوش ہو جائیں گی، رونا پیٹنا عام ہوگا،

آنسوؤں کی لڑیاں ٹوٹ جائیں گی، رازہاے سربستہ واکردیے جائیں گے، غلطیوں کو فاش کردیا جائے گا، فضیحت ورسوائی کا سماں ہوگا، ترازو لگادیا جائے گا، نام پکارے جارہے ہوں گے، دوزخ کو ظاہر کردیا جائے گا، آگ کو بھڑکا دیا جائے گا، کفار سخت مشکل میں پڑے ہوں گے، بچے جوان ہوچلیں گے، بڑوں میں بولنے کی سکت نہ ہوگی، آتشِ سوزاں دہکا دی جائے گی، رنگوں میں بدلاؤ آجائے گا، ہولناکیاں بڑھ جائیں گی، مدت قیام دراز ہوجائے گی، بولنے کا یارا' نہ رہے گا صرف سرگوشیاں سنائی دے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مزید فرمایا :

ثم یأمر اللّٰہ ملکا أن ینصب الصراط علی متن جھنم ، و ھو أرق من الشعرۃ ، و أحدّ من السیف ، طولہ ألف عام ، علیہ کلالیب و خطاطیف ، و لہ سبعۃ جسور .

یعنی پھر حکم الٰہی پاکر ایک فرشتہ جہنم کی پشت پر پل صراط نصب کرے گا، جو کہ بال سے کہیں زیادہ باریک اور تلوار سے کئی گنا تیز ہوگا، جس کی لمبائی ہزار سال (کی مسافت کے برابر) ہوگی، جس کے اوپر لوہے کے گرز اور ہوک بنے ہوں گے، اور اس کے سات پل ہوں گے۔

فأول ما یحاسب العبد علی الإیمان، فإن سلم و إلا ھوی في النار، و الثاني یحاسب علی الصلوٰۃ فإن سلم و إلا ھوی في النار، و الثالث یحاسب علی الزکوٰۃ، فإن سلم و إلا ھوی في النار، والرابع یحاسب علی الصیام فإن سلم و إلا ھوی فی النار، و الخامس یحاسب علی الحج، فإن سلم و إلا ھوی في النار، و السادس علی الوضوء فإن سلم و إلا ھوی في النار، و السابع یحاسب علی بر الوالدین، فإن سلم و إلا ھوی في النار .

یعنی سب سے پہلے بندے سے ایمان کی بابت سوال ہوگا، اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ دوسرا سوال نماز سے متعلق ہوگا، اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ تیسرا سوال زکوٰۃ کے تعلق سے ہوگا اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ چوتھا سوال روزے کے بارے میں ہوگا اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ پانچواں سوال حج کے متعلق ہوگا اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔ چھٹا سوال وضو کی بابت ہوگا اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا اور ساتواں سوال والدین سے نیکی و بھلائی کے بارے میں کیا جائے گا اگر وہ کامیاب ہوگیا فبہا ورنہ جہنم میں لڑک جائے گا۔

ثم ينادي مناد، يا محمد: قدم أمتک على الحساب، و الجواز على الصراط، فمنهم من يجوز على الصراط كالبرق الخاطف، و منهم من يجوز عليه كالريح العاصف، و منهم من يجوز كالفرس الجواد، و منهم من يجوز يحبو على ركبتيه، و منهم يجوز يزحف على وجهه، ومنهم من يجز على وجهه ثم ينجو، و منهم من يسقط على وجهه في النار – أعاذنا اللّٰه و إياكم عنها–

یعنی پھر ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا اے محمد! اب اپنی امت کو حساب کے لیے آگے بڑھاتے ہوئے پل صراط پہ کھڑا کیجیے۔ تو ان میں سے کچھ تو پل صراط کے اوپر سے دندناتی ہوئی بجلی کی طرح گزر جائیں گے، کچھ طوفانی ہوا کی مانند، کچھ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح، کچھ اپنے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے۔ کچھ چہرے کے سہارے لڑک رہے ہوں گے اس طرح چلنے والے کچھ تو کامیاب ہو جائیں گے اور کچھ جہنم میں گر پڑیں گے۔ اللہ ہمیں آپکو اس سے محفوظ رکھے۔

عرصۂ محشر کی حاضری

عزیز دوستو! ذرا حشر ونشر کی بابت غور کرو۔ تمہاری آنکھوں سے نیندوں کا خمار نہ اُتر جائے تو کہنا، ذرا اپنے اعمال کی خبر لو؛ کیوں کہ حساب لینے والا بڑی زبردست قوت کا مالک ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عرصہ محشر میں حسرت کے سوا کچھ بھی تمہارے ہاتھ نہ لگے، اور تم سرِ میزان کف افسوس ملتے رہ جاؤ، جب کہ ایک گروہ جنت کی جانب رواں دواں ہو، اور دوسرا سوے جحیم ہنکایا جارہا ہو۔ ایک تو بلند منزلوں کی طرف پرواز کرجائے اور دوسرا پستیوں میں اُترتا چلا جائے۔ اور تمہارے اور اس اَمر کے درمیان بس اتنا کہنے کی دیر ہے کہ 'فلاں مرگیا'۔

اے اپنے دل کو ہلاکتوں کے گھاٹ اُتار دینے والے شخص! اور اے اپنے وقت کو تہ تیغ کر بیٹھنے والے شخص! یہی قلب و وقت تو تیری زندگی کا گراں مایہ سرمایہ تھے، اگر تم نے واقعتاً اپنا وقت بھی گنوادیا اور اپنا چراغِ دل بھی بجھادیا پھر تو تم خسارے کی نذر ہوگئے۔ اب اگر تمھیں گم شدہ چیز پر رونا آرہا ہو تو بہتر ہے کہ اپنی فرقت وجدائی کا سوچ کر آنسو بہاؤ، اور اگر کسی فوت شدہ پر رونا آرہا ہو تو پھر اپنے دل کی موت پر روؤ۔

کسی نے اس کی عکاسی ذیل کے اشعار میں یوں کی ہے؎

تأهب للذي لا بد منه ❁ فإن الموت ميقات العباد
أترضىٰ أن تكون رفيق قوم ❁ لهم زاد و أنت بغير زاد

یعنی خود کو اس کام لیے ہمہ وقت تیار رکھ جسے آج نہیں تو کل آنا ہی ہے؛ کیوں کہ بندۂ خدا کی منزل تو دراصل موت ہی ہوتی ہے۔

کیا تم ایسی قوم سے دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں خوشی محسوس کروگے جو خود تو زادِ راہ سے لیس ہوں، مگر تیرے پاس نہ توشہ ہو اور نہ توشہ دان۔

حضرت ابواَیوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

مررت بواعظ وهو يقول لأهل مجلسه : اعملوا فإن أعمالكم تعرض على موتاكم و معارفكم من الموتىٰ ، قال أبو أيوب : اللهم لا تفضحني على رؤوس عبادک يوم القيامة .

یعنی میرا گزر ایک واعظ خوش بیاں کے پاس سے ہوا جو اپنے اَہل مجلس سے یوں خطاب کررہا تھا: لوگو! یادرکھو کہ تمہارے اعمال تمہارے وفات یافتگان اور مردہ‘ دوست آشناؤں پر پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوایوب نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے کہ مولا! بروزِ قیامت ہمیں اپنے بندوں کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے سے بچالینا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد عالی ہے :

يحاسب الناس يوم القيامة على ثلاثة أنفار : يوسف الصديق ، وسليمان بن داؤد ، و أيوب عليهم السلام . فأول ما يدعى بالمماليک فيقول : ما شغلكم عن طاعتي؟ فيقولون: يا ربنا جعلتنا تحت الآدميين و ابتليتنا بالرق فاشتغلنا بخدمتهم عن خدمتک ، فيدعىٰ بيوسف عليه السلام فيقول الله عزوجل: هٰذا كان مملوكا و ما شغله ذالک عن طاعتي ، ثم يأمر بهم إلي النار .

ثم يدعى بأهل البلاء فيقول الله عزوجل: ما شغلكم عن عبادتي؟ فيقولون: يا ربنا ابتليتنا ببلائک فشغلنا ذلک عن عبادتک، فيدعى بأيوب عليه السلام فيقول: هذا ابتليته بأشد البلاء و ما شغله ذلک عن طاعتي فيؤمربهم إلى النار.

ثم يدعى الأغنياء فيقول لهم: ما شغلكم عن طاعتي؟

فيقولون: يا ربنا أعطيتنا المال فاشتغلنا به عن طاعتک، فيدعى بسليمان عليه السلام فيقول: هٰذا أعطيته المال أكثر مما اعطيتكم و ما شغله ذلک عن طاعتي فيؤمر بهم إلى النار .

یعنی عرصۂ محشر میں لوگوں کا حساب کتاب تین نفر کی شکل میں ہوگا، حضرت یوسف صدیق، حضرت سلیمان بن داؤد اور حضرت ایوب علیہم السلام۔ اب (حساب کے لیے) سب سے پہلے غلاموں کو آواز دی جائے گی۔ اللہ پوچھے گا کس چیز نے تمھیں میری طاعت سے روک رکھا تھا؟ وہ عرض کریں گے: مولا! تو نے ہمیں بنی آدم کی ماتحتی میں رکھا اور ہماری گردنوں میں غلامی کا پٹہ ڈال رکھا تھا بس ان کی خدمت نے ہمیں تیری طاعت وبندگی سے محروم رکھا۔ اب حضرت یوسف صدیق سامنے لائے جائیں گے اور اللہ فرمائے گا: دیکھو یہ بھی غلام تھے، مگر ان کی غلامی نے تو انھیں میری طاعت سے باز نہیں رکھا۔ بالآخر ان لوگوں کو جہنم میں ڈال دیے جانے کا حکم ہو جائے گا۔

پھر اہل اِبتلا وآزمائش بلائے جائیں گے اور اللہ پوچھے گا کہ کس چیز نے تمھیں میری عبادت سے غافل کر دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے: پروردگار! تو نے ہم پر ابتلا وآزمائش کے دروازے کھول دیے تھے جن کے باعث ہم تیری عبادت نہ کر سکے۔ اب حضرت ایوب علیہ السلام کو بلوایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو ان پر بھی زبردست قسم کی ابتلا وآزمائش کے دروازے کھلے تھے مگر ان کی بیماریاں انھیں میری طاعت سے نہیں روک سکی تھیں۔ پس ان لوگوں کو بھی جہنم رسید کیے دینے کا حکم ہو جائے گا۔

اب صاحبانِ دولت وغنا سامنے لائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا میری طاعت سے تمھیں کس چیز نے روک دیا تھا؟ تو وہ عرض کریں گے ہمارے پالنہار! تو نے ہمیں مال کے جنجال میں پھنسا دیا تھا اور وہی تیری طاعت سے محرومی کا سبب بن گئے۔ اب حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو پیش کیا

جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دیکھو میں نے تم سے کہیں زیادہ انھیں مال و دولت سے نوازا تھا مگر افراطِ زر نے انھیں میری طاعت و بندگی سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہیں کیا۔ پس ان لوگوں کو بھی واصل جہنم کر دیا جائے گا۔

ذرا اَپنا حساب کر لینا

عزیز دوستو! دنیا کی چاکری میں بدمست رہتے ہو۔ رات سیاہی پھیلتے ہی اپنے بستروں پر دراز ہو جاتے ہو۔ کہتے کچھ ہو کرتے کچھ ہو۔ کتنی بار تم نے عہد کیا اور توڑ دیا اور کتنی بار تمھیں مہلت ملی، مگر تم نے اس کا فائدہ نہ اُٹھایا اور اس سے کوئی عبرت نہیں پکڑی۔ اے اپنی عمروں کو غفلت کی نذر کرنے والو! تمہیں کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے اور تم کس اُمید پر تکیہ کیے بیٹھے ہو؟ جب کہ موت و حساب اور جزا و سزا سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔ سچ بتانا کیا تمھیں اس کا پتا نہیں!۔ سو عنقریب تم اس کے بارے میں جان لو گے، پھر ہم کہے دیتے ہیں کہ تمہیں جلد ہی اس کا پتا چل جائے گا۔ اس وقت تم بات بنانا چاہو گے؛ مگر بات بنتی نظر نہ آئے گی، اور پھر دوبارہ دنیا میں پلٹنے کی بھیک مانگو گے، اس لالچ میں کہ شاید تم اب کچھ عمل خیر کا ذخیرہ اکٹھا کر لو؛ مگر پھر مادی دنیا میں واپسی کی گنجائش کہاں ہو گی؟ فإنا للّٰه و إنا إليه راجعون .

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

عجبت لأقوام أمروا بالزاد و نودي فيهم بالرحيل و هم يلعبون .

یعنی مجھے ایسی قوموں کے اوپر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے جنھیں زادِ راہ اکٹھا کرنے کو کہا گیا اور ان میں کوچ کا نقارہ بھی بج چکا، تب بھی وہ کھیل کود میں مگن ہیں۔

کسی شاعر نے کیا بھلی بات کہی ہے ؎

لو يعلم الخلق ما يراد بهم ☆ و أيما مورد غدا يردوا
ما استعذبوا لذة الحياة ولا ☆ طاب لهم عيشهم ولارقدوا
خوفا من العرض و الصراط على ☆ نار تلظى و حرها يقد

یعنی خلق خدا کو اگر معلوم ہوجائے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور کل اسے کس گھاٹ اُترنا ہے۔

تو اس کی زندگی کی ساری لذتیں پھیکی پڑ جائیں، عیش و آرام غارت ہوجائے اور نینداُن کی آنکھوں سے روٹھ جائے۔

اس خوف سے کہ نہ معلوم اللہ کے حضور پیشی کیوں کر ہوگی، پل صراط سے گزر کیسے ہوگا کہ جس کے نیچے آتش جوالہ بھڑک رہی اور لپٹیں مار رہی ہے۔

شب زندہ داروں کی باتیں

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

دخلت علیٰ بعض إخواني أعوده ، فجعل يتنفس و يتأسف فقلت له : علی ما ذا تتنفس و تتأسف؟ فقال ما تأسفي على البقاء في الدنيا و لكن تأسفي على ليلة نمتها ، ويوم افطرته وساعة غفلت فيها عن ذكر اللّٰه تعالىٰ .

یعنی ایک دن میں اپنے ایک دوست کی عیادت کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہ لمبی لمبی سانسیں کھینچ کر کسی بات پر افسوس کر رہا ہے۔ تو میں نے اس سے پوچھا کہ ایسی حالت میں تجھے کس چیز نے آمادۂ افسوس ہونے پر مجبور کیا؟ جواباً اس نے کہا: دنیا سے رخصت ہونے کا مجھے کوئی افسوس نہیں اگر افسوس ہے تو صرف اس بات پر کہ اپنی پوری زندگی میں ایک بار میں شب بیداری کی دولت سے محروم رہ گیا، ایک بار میں دن میں روزہ نہ رکھ سکا، اور یوں ہی میری زندگی کا کوئی ایک لمحۂ ذکر الٰہی کی

لذت سے آشنا رہے بغیر بیت گیا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لو لا الليل ما أحببت البقاء في الدنيا .

یعنی اگر یہ راتیں (اور شب بیداریاں) نہ ہوتیں تو دنیا میں جینے کا کوئی مزہ ہی نہ ہوتا۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

لي أربعون سنة ما غمني إلا طلوع الفجر .

یعنی میری زندگی کے چالیس برسوں میں رات اس طرح دبے پاؤں گزر گئی کہ طلوعِ فجر کے سبب مجھے اس کا جانا معلوم ہوا۔

حضرت زید بن ہارون سے پوچھا گیا :

كم تصلي في الليل؟ فقال: أو أنام منه شيئا إذا لا أنام اللّٰه لي منه عينا أبدا .

یعنی آپ رات میں اُٹھ کر کتنی نمازیں پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا: اگر میں نے رات کے کسی لمحے کو سو کر گنوا دیا ہو تو پھر اللہ میری آنکھوں پر ہمیشہ کے لیے نیند کا غلاف چڑھا دے۔ (یعنی مجھ پر موت طاری فرما دے)

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ فرمایا کرتے :

لا يراني اللّٰه آكلا نهارا ، و لا نائما ليلا أبدا .

یعنی نگاہِ قدرت نے مجھے دن میں کھاتا اور رات میں سوتا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ آپ ہر روز تین سو ساٹھ رکعتیں ادا کیا کرتے اور دعا میں یوں عرض گزار ہوتے :

اللّٰهم إن كنت أعطيت أحدا الصلوٰة في قبره ، فأعطني ذلك .

یعنی اے پروردگار! اگر تجھے کسی کو اس کی قبر میں نماز پڑھنے کا حق دینا ہو تو (بہتر ہے کہ اس کے بدلے) وہ حق مجھے اس دنیا ہی میں عطا کر دے۔

ان کی صحبت میں رہنے والے کسی رازداں نے ان کے تعلق سے یہ بھی کہا ہے :

رأيته في منامي وهو قائم يصلي في قبره .

یعنی میں نے خواب میں انھیں قبر کے اندر نماز پڑھتا ہوا دیکھا ہے۔

حضرت علی بن عبداللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہر دن ہزار سجودِ نیاز لٹاتے تھے جس کے باعث ''سجاد'' ان کے نام کا حصہ بن گیا تھا۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مشہور ہے کہ آپ فرمایا کرتے :

واللّٰه لأعبدن تعالیٰ عبادة الملائكة ، فليلة معظمها قائمة و ليلة معظمها سجداً .

یعنی قسم بخدا میں نے فرشتوں کی مانند اپنے مالک و مولا کی عبادت و بندگی کی ہے۔ تو کبھی رات کا ایک بڑا حصہ صرف حالت قیام میں گزر جاتا اور کبھی شب کا طویل سفر محض جبین شوق کو لذتِ سجود سے آشنا کرنے میں کٹ جاتا۔

حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ فرماتے :

واللّٰه لأجتهدن ، فإن نجوت فبرحمة اللّٰه ، و إن هلكت فبعد جهدي .

یعنی اللہ کی قسم! میں جد و جہد اور لگن و جتن میں کسی کوتاہی کو رَوا نہیں رکھتا، اب اگر کامیابی ہاتھ آ گئی ہے تو وہ محض رحمت الٰہی کا کمال ہوگا، اور اگر نامرادی کا شکار ہوا تو وہ میری ناقص کدو کاوش کا شاخسانہ ہوگا۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کی عبادت و ریاضت کا حال یہ تھا کہ آپ اتنی زیادہ اور اتنی دیر تک نمازیں پڑھتے کہ آپ کی آنکھیں سوج جاتیں اور قدم متورم ہو جاتے۔

حضرت مسلم خولانی رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو ڈرے سہمے رہنے کی خاطر اپنے گھر میں ایک عجیب وغریب قسم کی صدائے بازگشت رکھتے جس میں اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے :

> قومي خير اللّٰه ، فو اللّٰه لأرجفن بک حتیٰ يكون الكل منک لامني ، فإذا دخل انفرد و تناول السوط ، فيضرب به رجليه و يقول لنفسه : أنت أحق بالضرب من دابتي .

یعنی اللہ نے مجھے اپنی قوم میں بہتر بنایا ہے، تو قسم بخدا ! میں تیرے خلاف لوگوں میں نفرت کے شعلے بھڑکا تا رہوں گا حتیٰ کہ ہر کوئی تیرے سلسلہ میں مجھ سے ملامت کرنے لگے۔ پھر اگر وہ دخل اندازی کرے تو وہ کوڑے کا سزاوار ہوگا۔ پھر اس کے پاؤں پر اس سے مارتے ہوئے اپنے نفس سے کہتے: تو اس چوپائے سے بھی زیادہ پیٹے جانے کا حق دار ہے۔

نیز فرماتے :

> لا يظن أصحابي أنهم قد فازوا ، فو اللّٰه لنزاحمهم يوم القيامة حتیٰ يعلموا أنهم خلفوا ورائهم رجالا .

یعنی میرے احباب اس گمان میں نہ رہیں کہ انھوں نے فوز وفلاح کی ساری حدیں چھو لی ہیں۔ قسم خدا کی عرصۂ محشر میں ان پر یہ عقدہ کھل جائے گا کہ ان کے بعد بھی بہت سے اللہ والے ہوئے ہیں۔

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ نے پہلے تو کھڑے کھڑے عبادت کی، جب سکت نہ رہی تو بیٹھ کر عبادت کرنا شروع کر دیا، جب بیٹھنے کا بھی یارا نہ رہا تو چت لیٹ کر عبادت شروع کر دی، اور یوں ہی عبادت کرتے رہے کہ اچانک ایک دن حالت سجدہ میں موت نے آپ کو آلیا۔ وہ اپنی دعاؤں میں کہا کرتے تھے :

> اللّٰهم إني أحب لقاء ک فاحبب .

یعنی اے اللہ! میں تیری ملاقات کو محبوب رکھتا ہوں تو تو بھی محبوب رکھ۔

حضرت حسان کی بیوی کا بیان ہے کہ حسان جب اپنی خواب گاہ میں آتے تو مجھے تھپکیاں اور بہلاوا دے کر یوں ہی سلانا شروع کر دیتے جیسے عورتیں اپنے بچوں کو بہلا پھسلا کر سلاتی ہیں۔ پھر جب میں سو جاتی تو ان کی روح بے قرار ہو اُٹھتی اور وہ اپنی جبین نیاز کو لذتِ سجود سے آشنا کرنے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ (ان کے سجدوں کی طوالت دیکھ کر) مجھے کہنا پڑتا: اے اللہ کے بندے! اپنی جان پر کچھ تو رحم کھائیے۔ تو وہ مجھ سے فرماتے :

اسکتي ، ويحک ، فو اللّٰه لأرقدن رقدة لا أقوم منها زمنا طويلا .

یعنی خاموش رہ! تیرا خانہ خراب ہو۔ قسم بخدا! اب میں ایسا سجدہ کروں گا کہ مدتوں بعد پھر اس سے اُٹھنا نصیب ہوگا۔

حضرت ربیع بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ پوری پوری رات جاگ کر کاٹ دیتے اور وادیِ خواب میں اُترنے سے ڈرتے۔ رات دن ان کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہوتی رہتی، اور رونے سے ان کا جی نہیں بھرتا تھا۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ رات کے پہلے حصہ میں اپنے اوپر آہ و بکا کی کیفیت طاری نہیں ہونے دیتے؛ لیکن جب لوگ نیند کی آغوش میں چلے جاتے (اور فضا میں موت کا سا سناٹا چھا جاتا) تو سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک آپ کی چشمانِ شوق گریہ و زاری کی حسرتیں مٹاتی رہتیں۔

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے :

لو علمت أن رضاه لي في تقريض لحمي بالمقاريض لفعلت ذلک .

یعنی اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ بدن کے گوشت کو قینچی کے ذریعہ کتر دینے سے مجھے اُس کی رضا حاصل ہو جائے گی تو میں یہ بھی کر گزروں گا۔

حضرت بشر رضی اللہ عنہ پر ہمیشہ حزن و ملال کی کیفیت طاری رہتی، ان سے جب اُس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا :

إني مطلوب ، و كان لا ينام الليل .

یعنی میرا ایک مطلوب ہے جس پر راتوں میں بھی نیند کا خمار نہیں چڑھتا۔

(تو یہ بڑی ناانصافی ہوگی کہ مطلوب تو جاگتا رہے اور طالب ہی سو جائے!)

نیز فرماتے :

أخاف أن يأتيني أمره و أنا نائم .

یعنی مجھے (اسی وجہ سے) ہر لمحہ یہ خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا حکم آ جائے اور میں سویا پڑا ہوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مادرِ مشفقہ رضی اللہ عنہا ان سے فرماتیں :

يا بني ، لا تكثر النوم بالليل ، فإن كثرة النوم بالليل تدع الرجل فقيرا يوم القيامة ، يا بني من يرد اللّٰه لا ينام الليل لأن من نام الليل ندم بالنهار .

یعنی پیارے بیٹے! رات میں زیادہ نہ سویا کر؛ کیوں کہ راتوں میں زیادہ سونا قیامت کے دن آدمی کو فقیر و قلاش بنا کر لائے گا۔ عزیز دل بند! اللہ جس کے ساتھ (بھلائی کا) اِرادہ فرمالیتا ہے اسے راتوں میں سونے سے سروکار نہیں ہوتا۔ یاد رکھنا کہ شب بھر سوئے رہنا دن میں ندامت و خجالت کا باعث ہوتا ہے۔

اس کی ترجمانی شعر کی زبانی ملاحظہ کیجیے ؎

يا أيها الغافل جد في الرحيل ☆ و أنت في لهو و زاد قليل

لو كنت تدري مـا تلاقي غدا ☆ لذبت من فيض البكاء والعويل
فـاخلص الـتوبة تحظى بهـا ☆ فما بقي في العمر إلا القليل
و لا تنم إن كنت ذا غبطة ☆ فإن قدامک نوم طويل

یعنی اے بے خبر انسان! ذرا اپنے کوچ کرنے کی کچھ تیاری بھی کرلے۔ تو کھیل کود میں پڑا زندگی کھپا رہا ہے حالاں کہ اس دنیا کا قیام کتنا تھوڑا ہے۔

اگر تجھے معلوم ہوجائے کہ کل تیرا کس سے واسطہ پڑنا ہے تو اپنی چیخ وپکار سے تم زمین وآسمان ایک کردو۔

لہٰذا اَب توبہ کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لے، فوز وفلاح سے ہمکنار ہوجائے گا، کیوں کہ (ذرا سوچ کہ) اَب تمہاری عمر بچی ہی کتنی ہے!۔

اگر تو صحیح معنوں میں صاحب رشک اور دانا وزیرک ہے تو سوسوکر زندگی نہ گنوا؛ ذرا دیکھ کہ تیرے سامنے کتنی 'لمبی نیند' تمہارے اِنتظار میں کھڑی ہے!۔

یکے اَز صالحین کا قول ہے :

كانت رابعة العدوية رضى الله عنها تقوم الليل ، وتهجع عند السحر ، فإذا انتبهت قالت : يا نفس كم تنامي؟ يوشک أن تنامي فلا تقومي إلى يوم القيامة .

یعنی حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا شب زندہ داروں میں سے تھیں۔ دم سحر ذرا سا آرام کرتیں، پھر اُٹھتے ہی نفس کو (ملامت وسرزنش کرتے ہوئے) کہنا شروع کردیتیں: اے نفس! تو کتنا سوئے گا، (یہ سوچ کر نہیں ڈرتا کہ) کہیں ایسا نہ ہو کہ سوکر سوکر تو عرصۂ محشر میں کھڑا ہونے کے قابل ہی نہ رہے!۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے بارے میں ایک روایت ملتی ہے کہ آپ نے ایک شب نانِ جویں پیٹ بھر کھالی، نتیجہ میں رات بھر سوتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی

طرف وحی بھیجی :

يا يحيىٰ هل وجدت داراً خيرا من داري ، أو جواراً خيرا من جواري ، و عزتي و جلالي لو اطلعت على الفردوس إطلاعة لذاب جسمک و ذهبت نفسک ، و لو اطلعت على وجهي إطلاعة لتبکين الصديد بدل الدموع ، و لتلبس الحديد بدل المسوح .

یعنی اے یحییٰ! کیا تجھے میری بارگاہ سے بہتر کوئی در مل گیا ہے، یا میرے پڑوس سے عمدہ کوئی پڑوس مل گیا ہے، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تجھے فردوس کی معمولی سی جھلک بھی میسر آجائے تو تمہارا بدن پگھل جائے اور تمہاری سانس اُکھڑ جائے۔ یوں ہی اگر تجھے میرے روے انور پر ادنیٰ سی اطلاع بھی نصیب ہوجائے تو تم اشکوں کی بجائے پیپ روؤ گے اور کپڑوں کی جگہ آہن پہنو گے۔

یوں ہی روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد إذا حدثتک نفسک بالنوم فاذکر مصرع أهل النار ، وصول الزبانية ، و غلق أبواب جهنم ، فإنک إن فعلت ذلک انتفى النوم عنک ، يا داؤد خذ حظک من الليل و لا تغفل عن الصلوات ، واجعل موضوع الضحک بکاء خوفا مني أنجيک من حر نار جهنم يوم القيامة .

یعنی اے داؤد! جب نفس تم سے سونے کی باتیں کرے تو تم جہنمیوں کے پچھاڑنے کی جگہ، گنہ گاروں کو ہانک کر لے جانے والے فرشتوں کے پہنچنے، اور پھر دروازہائے جہنم کے بند کردیے جانے کا تذکرہ اس کے سامنے چھیڑ دیا کرو، تم ایسا کرکے تو دیکھو، تمہاری نیند اگر رفو چکر نہ ہوجائے تو کہنا!۔

اے داؤد! خزانہ ہائے شب سے تو اپنا حصہ نکال لے، نمازوں سے ایک ذرا غفلت نہ برتنا۔ اور جب ہنسی کا موضوع چھڑ جائے تو تم محض میرے خوف کے باعث رونا دھونا شروع کر دیا کرنا، (اگر تم ان باتوں پر عمل پیرا رہے تو) میں تمھیں بروزِ محشر آتش جہنم کی لپٹ سے محفوظ رکھوں گا۔

حضرت سعید بن مسیّب فرمایا کرتے :

أیما رجل قام من اللیل فتوضأ و صلی رکعتین ، إلا تبسم الجبار في وجهه و قال: یا ملائکتي، أشهدکم أني قد غفرت له.

یعنی جب کوئی شخص رات کی تاریکیوں میں اُٹھتا ہے اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے تو اللہ مالک الملک اس کے چہرے کے اندرون سے مسکرا کر فرماتا ہے: اے گروہِ ملائکہ! گواہ رہنا میں نے اسے بخش دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد قل لبني إسرائیل : من صلی في السحر رکعتین بقلب حاضر توجه اللّٰه بتاج کرامته یوم القیامة .

اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ جس نے دمِ سحر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز اَدا کی، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ بروز قیامت اسے اپنے تاجِ کرامت سے سرفراز فرمائے گا۔

حضرت واصلہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے تعلق سے یہ حکایت ملتی ہے کہ آپ پوری پوری رات نمازوں میں بسر کر دیتے اور جب وقت سحر آتا تو فرماتے :

إلٰهي! لیس مثلي یسألک الجنة ، و لکن أجرني من النار .

یعنی اے میرے پروردگار! مجھ سے زیادہ ٹوٹ کر شاید ہی کوئی تجھ سے جنت کا طلب گار ہو؛ لیکن مجھے جہنم سے دور رکھنا۔

حضرت عمر بن عتبہ رضی اللہ عنہ ہر رات قبرستان کی طرف نکل پڑتے اور کہتے :

یا أهل القبور طويت الصحف و رفعت الأقلام ، ثم يصف قدميه و يصلي إلى الصباح .

یعنی اے آسودگانِ قبر! تمہارے اعمال کا دفتر تو لپیٹا جاچکا اور قلم نے لکھنا بھی بند کر دیا (مگر ہمارا کیا بنے گا یہ سوچ کر) اپنے قدم بچھاتے اور تا دم سحر اپنی پیشانی کو لذتِ سجود سے آباد رکھتے۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ جب اپنے فرشِ خواب پر دراز ہوتے تو ایسے لوٹتے پوٹے جیسے کڑھائی میں دانہ بھنا جا رہا ہو اور ساتھ ہی فرماتے :

إنك لين و فراش ألين منك ، و لا يزال راكعاً و ساجدا إلى الصباح .

یعنی تو تو نرم ہے اور بستر تو تجھ سے کہیں زیادہ نرم ہے۔ یوں ہی رکوع و سجود کرتے کرتے سپیدۂ سحر نمودار ہو جاتا۔

حضرت اسود رضی اللہ عنہ موسم گرما میں روزے رکھا کرتے تھے۔ اور شدت گرمی کی وجہ سے آپ کا چہرہ کبھی لال اور کبھی پیلا ہوتا رہتا۔

حضرت سفیانِ ثوری رضی اللہ عنہ عالم تفکر میں غرق رہنے کے باعث کبھی خون کا پیشاب کرنے لگتے۔ اور موذن کی آواز سنتے ہی آپ کا رنگ غیر ہو جاتا اور رونا شروع کر دیتے، یہاں تک کہ آپ پر غشی طاری ہو جاتی۔

حضرت ابوعبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ روتے ہوئے فرماتے :

قد كبرت فاعتقني من النار .

یعنی مولا! اب تو میں بوڑھا ہو چلا ہوں؛ لہٰذا مجھے آتش جہنم سے رہائی دیدینا۔

داستانِ گریہ وزاری

حضرت یزید رقاشی رضی اللہ عنہ کی گریہ وزاری نے ان کی آنکھوں کی روشنی بھی چھین لی اور آنسوؤں کا سوتا بھی جلا ڈالا۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ اس قدر روتے کہ آنسوؤں کے بہاؤ نے آپ کے خدوخال سیاہ کر دیے۔ نیز آپ فرماتے :

لو ملكت البكاء لبكيت أيام حياتي .

یعنی اگر مجھے رونے پر اختیارِ کامل حاصل ہوتا تو میں اپنی پوری زندگی رو رو کر ہی بسر کر دیتا۔

حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ کوکسی چیز کی اِشتہا ہے تو آپ نے فرمایا :

اشتهي أن أبكي حتیٰ لا أقدر أن أبكي ، و كان يبكي في الليل و النهار و كانت دموعه سائلة علی خديه .

یعنی ایک ہی خواہش ہے کہ بس روتا رہوں یہاں تک کہ مجھ میں مزید رونے کی سکت باقی نہ رہ جائے۔ آپ رات دن گریہ وزاری کرتے اور آپ کے آنسوؤں کا چشمہ آپ کے خدوخال کی راہ ہمیشہ جاری رہتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے رونے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ اس قدر آہ وفغاں کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمانے لگے :

لا أدري علی ما أقدم؟ علی رضا أم علیٰ سخط؟

یعنی مجھے نہیں معلوم کہ میں کس حالت میں پیش کیا جاؤں گا، آیا میرا مولا مجھ سے راضی ہوگا یا ناراض!۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ایک دن خوب رودھو مچائی، ان سے ان کے بکاے شدید کا راز پوچھا گیا تو وہ فرمانے لگے :

لأن اللّٰه عزوجل قبض قبضتين ، فجعل واحدة في الجنة ، و الاخرىٰ في النار، فأنا لا أدري من أي الفريقين أكون .

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (دوگروہوں کو) اپنی دونوں مٹھیوں میں لیا جن میں سے ایک کو تو جنت میں ڈال دیا اور دوسرے کو جہنم میں پھینک دیا۔ تو اب میں نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں فریقوں میں سے میں کس میں ہوں گا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

بكىٰ ابني علي ، فقلت له : يا بني ما يبكيك؟ فقال: يا أبت، إني أخاف أن لا تجمعنا القيامة و تفرق بيننا .

یعنی ایک دن اچانک میرا بیٹا علی رونے لگا تو میں نے پوچھا: پسر عزیز! تیرے گریہ کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے کہا: پدرِ بزرگوار! مجھے ڈر ہے کہ کہیں قیامت ہمارے درمیان پھوٹ نہ ڈال دے اور ہم وہاں باہم اکٹھا نہ ہوسکیں۔

جہنم اور اُس کی آتش سوزاں

حضرت زید بن یزید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کی پلکوں سے ہمیشہ آنسوؤں کے دھارے کیوں چھلکتے رہتے ہیں، اور وہ خشک ہونے کا نام کیوں نہیں لیتیں؟ تو جواباً فرمایا :

إن اللّٰه توعدني إن أنا عصيته يسجنني في النار .

یعنی اللہ تعالیٰ سے میرا یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ اگر میں معصیت کاروں میں سے ہوا تو جہنم میں پابجولاں حاضر کیا جاؤں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آہ وبکا کرتے حاضر ہوئے تو آقاے کائنات علیہ السلام نے دریافت فرمایا: جبرئیل تم رو کیوں رہے ہو؟ تو کہنے لگے :

یـا محمد ما غفلت عيني منذ خلق اللّٰه جهنم مخافة أن أعصيه فيلقيني فيها .

اے محمد! جب سے اللہ تعالیٰ نے جہنم کو وجود پذیر کیا ہے میری آنکھیں کبھی کسی کوتاہی کی مرتکب نہیں ہوئیں اس ڈر کے مارے کہ کہیں اس کی معصیت جہنم میں کھینچ کر لے جانے کا سبب نہ بن جائے۔

نیز سرکارِ ابد قرار علیہ السلام کا اِرشاد عالی ہے :

مـا أتـانـي جبـريـل عليه السلام إلا وهو يرعد خوفاً من الجبار فـقـلـت لـه : يـا جبـريـل مـمـا هذا البكاء و هو الخوف؟ فقال: يا محمد و الذي بعثک بالحق نبيا ما ضحکت منذ خلق اللّٰه تعالیٰ جهـنـم ، فـقـلـت له : يا جبريل صفها لي ، فقال: يا محمد أرضها الرصاص و سقفها النحاس و حيطانها الكبريت .

یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ جبرئیل میرے پاس آئے ہوں اور خوفِ جبار کے باعث ان پر کپکپی نہ طاری ہو۔ میں نے جبرئیل سے جب ان کے گریہ وبکا کا ماجرا معلوم کیا تو انھوں نے بتایا کہ اے محمد! قسم ہے اس ذاتِ اقدس ومقدس کی جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر مبعوث کیا ہے، جب سے جہنم کی پیدائش ہوئی اس وقت سے میری ہنسی مرگئی۔ تو میں نے کہا اچھا جبرئیل ذرا جہنم کے بارے میں کچھ بتاؤ تو آپ نے فرمایا: اے محمد! اس کی زمین سیسہ کی، چھت تانبے کی اور اس کی دیواریں گندھک سے چنی گئی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک ایسے جوانِ رعنا پر ہوا جو

کسی چٹان پر کھڑا تھا اور اس کے ارد گرد خشک و تر خون پڑے ہوئے تھے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس نوجوان سے اس کی وجہ دریافت فرمائی تو وہ کہنے لگا :

يا روح اللّٰه دخل علي خوف جهنم في قلبي فانشق له قلبي و جلدي و سائر لحمي ، فهٰذا الدم الذي يسيل من جسدي لذلک ، فخرج عيسىٰ عليه السلام إلى قومه و جمع الناس وقال هٰذا من أبناء الدنيا و خاف النار فانشق جلده و سائر جسده و لم يدخلها فكيف حال من دخلها .

یعنی اے روح اللہ! جہنم کے خوف نے میرے دل کے نہاں خانوں میں اُتر کر وہ تباہ کاری کی کہ قلب و جلد بلکہ بدن کا سارا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گیا تو میرے جسم سے فوارے مار کر بہنے والا یہ خون اسی باعث ہے۔ پھر کیا ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قوم کے پاس آئے اور لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: ذرا دیکھو کہ یہ تو اس دنیا کے انسانوں کا حال ہے کہ محض جہنم کے خوف سے نہ صرف اس کی جلد بلکہ پورا بدن تباہ ہو کر رہ گیا ہے حالاں کہ اسے ابھی جہنم میں ڈالا بھی نہیں گیا پھر تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ بھلا اس شخص کا حال کیا ہوگا جسے جہنم میں دھکے دے کر پھینک دیا گیا ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک گنہ گار شخص کسی قبرستان سے گزرا تو اس نے ایک ہڈی اُٹھا کر اپنے ہاتھوں میں رکھ لی اور کہا: خرابی ہے میری کوتاہیوں پر، (میں کیسا غفلت کیش ہوں کہ اپنی منزل سے بے خبر ہوں) حالاں کہ میری پناہ گاہ بھی یہی ہے۔ پھر وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا: مادرِ گرامی! میں کیسا بھگوڑا غلام ہوں! ذرا سوچو جب یہ غلامؑ اپنے آقا کے ہاتھوں چڑھے گا تو اس کا کیا بنے گا؟ اب میں اپنے اندر ایک عجیب قسم کی شدت و سختی کے احساس سے بجھا جا رہا ہوں۔

ماں نے کہا: نورِ نظر! میرا دائرۂ حیات تنگ نہ کرو۔ اتنا سننا تھا کہ اس نے ایک زور کی

چیخ ماری اور بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ پھر اس کی ماں نے کہا: لخت جگر! صاحبانِ تقویٰ کہاں ہوں گے؟ اس نے کہا: امی جان! جب عرصہ محشر میں میں پیش کیا جاؤں گا تو اس دن خازنِ جہنم مالک سے میری بابت دریافت کرنا۔ پھر ایک اورزوردار چیخ لگائی جس سے اس کی روح ہی قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ پھر لوگوں میں یہ منادی کردی گئی کہ جو شخص کسی کشتۂ جہنم کی نمازِ جنازہ پڑھنا چاہتا ہو تو آئے اِس کی نمازِ جنازہ پڑھ لے۔

اس مفہوم کی شعری زبانی کسی نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ؎

لما تذكرت عذاب النار أزعجني
ذاک التذكر عن أهلي و أوطاني

فصرت في القفر أراعي الوحش منفردا
كما تراني على وجدي واحزاني

و هٰذا قليل لمثلي في جراءته
فما عصى اللّٰه عبد مثل عصياني

نادوا علي و قولوا في مجالسكم
هٰذا المسيء و هٰذا المذنب الجاني

فما بكيت و مما قصرت عن زللي
و لا غسلت بماء الدمع أجفاني

یعنی جب جہنم کے عذاب کا تذکرہ چھڑ جاتا ہے تو اہل وعیال اور خاکِ وطن کے سارے تذکرے پھیکے لگنے لگتے ہیں اور پھر میری بے قراریاں بڑھ جاتی ہیں۔

پھر ویرانوں کے اندر یکا وتنہا میں جانوروں کو چراتا رہتا ہوں جیسا کہ تم وجد واَلم کے عالم میں مجھے اکیلا پاتے ہو۔

میری طرح (گناہوں پر) جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرنے والے کم ہی ملیں

گے۔ بھلا کہیں میری طرح بھی کسی بندے نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہوگی۔

میرے خلاف آوازے بلند کرو اور اپنی مجلسوں میں اعلانِ عام کردو کہ یہ بندہ نہایت بدکار اور حد درجہ گنہ گار ہے۔

نہ تو مجھے رونا آیا اور نہ گناہ چھوڑنا آیا اور نہ ہی کبھی مجھے اپنے اشک ہاے ندامت سے اپنی پلکوں کو غسل دینے کی توفیق ہی ملی۔

رفیق اَعلیٰ سے ملن کے طور

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قبرستان کی زیارت کے لیے کثرت سے جایا کرتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ میں ذرا دیر کے لیے بیٹھا ہی تھا کہ میری آنکھ کٹوری میں نیند اُتر آئی، تو عالم خواب ہی میں میں نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا :

خذوا سلسلة فأدخلوها في فيه و أخرجوها من أسفله ، و إذا الميت يقول : يا رب ألم أكن أصلي؟ ألم أكن أقرأ القراٰن؟ ألم أكن أحج البيت الحرام؟ و إذا بقائل يقول: بلیٰ و لكنک إذا خلوت بالمعاصي لم تراقبني .

یعنی بیڑیاں اُٹھاؤ اور اس کے منہ کے راستے ڈال کر اس کے نیچے طرف سے نکال لو۔ جب کہ مردہ (بے کسی کے عالم میں) کہہ رہا تھا: مولا! کیا میں نمازی نہ تھا؟ کیا میں قرآن نہ پڑھا کرتا تھا؟؟ کیا میں نے حج بیت الحرام کی سعادت نہیں حاصل کی؟؟؟ پھر پردے کی اوٹ سے یہ آواز اُبھر رہی تھی: کیوں نہیں بالکل (تم نے سب کچھ کیا)؛ لیکن اس کے ساتھ ہی جب تو خلوت کدے میں گناہ کرتا تو ہمیں اس سے بے خبر جانتا تھا۔

حضرت ضیغم رضی اللہ عنہ نے کوئی بیس حج ادا کیے، اور بیس سال میدانِ جہاد میں گزارا۔ ان کے انتقال کے بعد کسی نے انھیں خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰه بک؟ فقال: أوقفني بين يديه، و قال: بما ذا جئتني؟ فقلت: يارب بحج عشرين سنة، فقال: ما قبلت منها شيئا، فقلت: بقراء ة القرآن عشرين سنة، فقال: ما قبلت منها شيئا، فقلت: بجهاد عشرين سنة فقال: ما قبلت منها شيئا، فقلت يارب، أنا بين يديک فقيرا، فقال: وعزتي وجلالي لو لا اطلاعي عليک يوما و قد خرجت من بيتک إلى صحن دارک لتنظر وقت الزوال لئلا يفوت الوقت احتراز لما فرضته عليک لعذبتک في النار،فأخلني الجنة .

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کرکے پوچھا: کیا لے کر میرے پاس آئے ہو؟ تو میں نے کہا: مولا! بیس حج کا تحفہ۔ فرمایا: مگر ان میں سے ایک بھی میری بارگاہ میں مقبول نہیں ہے۔ میں نے کہا: بیس سال قرآن مجید کی تلاوت۔ فرمایا: وہ بھی مجھے قبول نہیں۔ میں نے کہا: بیس سال جہاد۔ فرمایا: مجھے وہ بھی منظور نہیں۔ پھر میں نے کہا: پروردگار! میں تیرے سامنے کنگال وفقیر ہوں۔ تو فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر مجھے یہ بات نہ معلوم ہوتی کہ تم ایک دن وقت فوت ہونے کے خوف سے ادائیگی فرض کی خاطر اپنے اندرونِ گھر سے نکل کر باہر صحن میں زوال کا وقت دیکھنے آئے تھے تو آج میں تجھے آتش جہنم کا عذاب چکھاتا۔ تو بس اس (ایک عمل) کے سبب اس کریم پروردگار نے مجھے جنت میں داخلے کا مجاز قرار دیا۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو پس مرگ خواب میں دیکھا گیا اور عالم برزخ میں ان کی حالت دریافت کی گئی تو فرمایا:

أقامني اللّٰه بين يديه و قال: يا حسن تذكر صلاتک في المسجد يوم كذا و كذا، إذا رمقک الناس بأبصارهم فزدت حسنا في صلاتک، وعزتي و جلالي لو لا أن صلاتک لي

خالصة لطردتک عن بابي، ولقطعتک عني مرة واحدة .

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے روبرو کھڑا کر کے مجھ سے فرمایا: حسن! یاد کرو کہ تم نے فلاں فلاں دن مسجد کے اندر نماز کو کیسے ادا کیا تھا، جس وقت لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے تیری اداے نماز کو دیکھ رہے تھے تو تو نے اپنی نماز میں توجہ وخضوع کو بڑھا دیا تھا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تم نے کچھ نمازیں خالصۃ لوجہ اللہ (محض میری رضا کو پانے کے لیے) نہ پڑھی ہوتیں تو آج میں تجھے اپنے بابِ عفو وکرم سے جھڑک کر بھگا دیتا، اور تجھ سے اپنی رحمتوں کا تعلق منقطع کر دیتا۔

بارگاہِ الٰہی میں قدر و قیمت کا معیار

اے غافل شخص! اگر تو اپنے اللہ مالک الملک کے تئیں اپنی قدر ومنزلت جاننے کا خواستگار ہے تو دیکھ کہ تو نے خود کو کن چیزوں میں مشغول کر رکھا ہے؟ اگر تو مقربانِ بارگاہ میں سے ہے تو اپنے اعمال کو اور بھی خالص کر لے (تاکہ قرب کے اعلیٰ مقام تک رسائی نصیب ہو سکے) اور اگر تو راندگانِ درگاہ سے ہے تو جھوٹی تسلیوں اور امیدوں سے اپنا تعلق خاطر منقطع کر لے (تاکہ وہ تجھے اپنے دامن قرب میں پناہ دے سکے، اور اپنی بارگاہ سے وابستگی نصیب کرے)

کتنے لوگ اپنی اپنی آرزومنتیں لیے در پر منتظر کھڑے ہیں۔ جو داخلے کے مجاز ہیں وہ جو بھی خواہش کر لیں بامراد کر دیے جاتے ہیں اور جو کچھ مانگ لیں پا لیتے ہیں۔ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کی تقسیم پروردگار عالم نے پہلے ہی کر دی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مردِ صالح نے خود کو حصارِ نیند سے نکالا اور تہجد پڑھنے میں مشغول ہو گیا، پھر بھیگی پلکوں کا بوجھ لیے وہ بارگاہِ ایزدی میں عرض گزار ہوا :

یا رب أما ترحم بکائي؟ فنودي: إن شئت فابکِ، و إن شئت فلا تبک، لو بکیت الدماء ما صلحت لک .

یعنی اے میرے پروردگار! کیا تو اب بھی میرے آنسوؤں پر رحم نہ کھائے گا؟ تو پردۂ غیب سے آواز آئی: چاہو تو روؤ، چاہو تو نہ روؤ، اگر تمہاری آنکھیں آنسوؤں کی بجائے لہو رونا بھی شروع کردیں تب بھی ہم تمہاری بگڑی بنانے والے نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وصیت فرمائی:

لیس کل من صلیٰ قبلت صلاته ، و لا من عبد اللّٰه قبلت عبادته ، یا داؤد، کم من رکعة لا تساوي عندي شیئا ، لأني نظرت إلی قلب صاحبها فوجدته إن برزت له امرأة متعرضة أجابها، و إن عامله إنسان في تجارة خانه ، یا داؤد، طهر ثیابک الباطنة ، لأن الظاهر لا ینفعک عندي ، و إني بکل شییء محیط .

یعنی (اے داؤد!) ہر نمازی کی نماز شرفِ قبولیت سے بہرہ ور ہوجائے، ایسا نہیں ہے۔ یوں ہی ہر عبادت گزار کی بندگی مقبول ہوجائے یہ بھی کوئی ضروری نہیں۔ اے داؤد! کتنی رکعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کی میری یہاں کوئی گنتی ہی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ جب میں صاحب رکعت کے دل پر نظر کرتا ہوں تو پتا چلتا ہے کہ اگر ابھی اس کے سامنے کسی عورت کا حسن سراپا سوالی بن کر کھڑا ہوجائے تو وہ فوراً 'ہاں' کہہ کر اس کی طرف مائل ہوجائے گا۔ اور تجارت کے سلسلہ میں وہ جب کسی سے معاملہ کرتا ہے تو اس میں بددیانتی کرتا ہے۔ لہٰذا اے داؤد! (اپنے ظاہری لباس سے کہیں زیادہ) اپنے باطنی پوشاک کو ستھرا رکھنے کی کوشش کر؛ کیوں کہ ظاہر کی میرے یہاں کوئی وقعت نہیں اور وہ تمھیں کچھ بھی نفع نہ دے گا، اور میں بلاشبہہ ہر چیز کا اِحاطہ کیے ہوئے ہوں۔

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یوتیٰ بأقوام یوم القیامة لهم حسنات کآمال الجبال ، فیؤمر

بهم إلى النار ، فقالوا يا رسول الله و كيف ذلك؟ فقال صلى الله عليه وسلم: كانوا يصلون كما تصلون، ويصومون كما تصومون، لكنهم كانوا إذا لاح لهم شيىء من الدنيا وثبوا عليه .

یعنی میدانِ محشر میں کچھ ایسے لوگ لائے جائیں گے کہ جن کے پاس پہاڑ کی چوٹیوں برابر نیکیاں ہوں گی، پھر بھی انھیں جہنم رسید کیے جانے کا حکم ہوگا۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ! وہ کیسے؟ تو فرمایا کہ وہ نمازیں بھی تمہاری طرح پڑھتے رہے ہوں گے اور روزے بھی تمہاری ہی مانند رکھتے رہے ہوں گے مگر اس کے ساتھ ساتھ جب دنیا کی کوئی چیز ان تک پہنچتی تو وہ اس پر ٹوٹ کر گرتے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بستی سے گزرے جس کے باسی گلی کوچوں میں مردہ پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے کہا: اے میرے حواریو! یہ لوگ اللہ کی ناراضگی کے باعث موت کے گھاٹ اُترے ہیں۔

وہ کہنے لگے، اے روح اللہ! بڑا اچھا ہوتا اگر ہمیں ان کی بابت کچھ معلومات فراہم ہوجاتی، تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ! جب شب کی تیرگی پھیل جائے تو تم خود اِنھیں سے پوچھ لینا یہ سب کچھ بتادیں گے۔

جب رات ہوئی تو حضرت عیسیٰ نے انھیں آواز دیتے ہوئے کہا: اے بستی والو! کیا حال ہے تمہارا؟ کس مصیبت میں تم پڑ گئے؟؟ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟؟؟ تو ایک شخص نے جواب دیتے ہوئے کہا: اے روح اللہ لبیک! رات تو ہم نے بڑی خیر وعافیت سے گزاری تھی مگر صبح ہوتے ہی ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

حضرت عیسیٰ نے پوچھا: آخر اس کی وجہ کیا بنی؟ تو کہا: دنیا سے حددرجہ محبت کرنے اور مالک الملک کی ہمہ وقت نافرمانی نے ہمیں آج یہ دن دکھایا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے پوچھا: اب یہ بتاؤ کہ تمہارے دوستوں میں سے کوئی اور میری باتوں کا جواب دینے سے قاصر کیوں ہے؟ تو کہا: واقعہ یہ ہے کہ بہت ہی مضبوط و بے رحم قسم کے

فرشتوں نے اُن کی زبانوں کو آتشی لگام سے جکڑ رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے پوچھا: پھر تم کس طرح جواب دیے جا رہے ہو حالاں کہ تم بھی انھیں کے ساتھ ہو۔ تو کہا: دراصل میں ان میں سے نہیں ہوں، میں ان کے یہاں میہمانی کو گیا تھا، لیکن جب عذابِ الٰہی آیا تو اس نے مجھے بھی اپنی چپیٹ میں لے لیا۔ اس وقت میں جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ مجھے اس سے نجات بھی ملے گی یا اس میں یوں ہی پڑا رہوں گا۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پڑھا 'انا للہ وانا الیہ راجعون'۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

رأیت أبا عبد اللّٰه بن أبي سلمة في المنام ، فقلت له : کیف حالک؟ فقال: یا أخي، نمشي غافلین ، و نقف غافلین، فعشنا غافلین ، و متنا غافلین .

یعنی میں نے عبد اللہ بن ابو سلمہ کو خواب میں دیکھ کر ان کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے لگے: اے میرے دوست! ہمارا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا بھی غفلتوں کی نذر ہو گیا بلکہ یوں کہیں کہ پوری زندگی غفلت میں بیت گئی، اور پھر موت بھی غفلت ہی کی حالت میں آئی۔

غفلت کی تباہ کاریاں

میرے عزیز دوستو! غفلت سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں۔ اور قلب و باطن کے اندھے پن سے شدید تر کوئی نابینائی نہیں۔ اور ٹال مٹول سے زیادہ کوئی چیز باعث افسوس و شرمندگی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ گرامی ہے :

لیلة أسری بي إلی السماء ، رأیت أقواما تقرض شفاهم

بمقاریض من نار ، فقلت: من ھؤلاء یا جبریل؟ فقال: ھؤلاء خطباء أمتک یوم القیامة یقولون و لا یفعلون و یقرؤون کتاب اللّٰہ و لا یعملون به، و یجدون ولا یصبرون .

یعنی شب معراج آسمانوں کی سیر کے دوران میں نے کچھ لوگوں کو آتشی قینچیوں سے اپنے ہونٹ کترتے دیکھا تو میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ عرصہ محشر میں آپ کی امت کے خطبا و مقررین ہیں جو بولتے تو بہت تھے مگر کرتے کچھ نہیں تھے۔ اور کتابِ الٰہی کی قراءت کرتے تھے مگر اس پر عمل کی توفیق سے بے بہرہ تھے۔ اور ہر چیز کے ہوتے ہوئے بھی انھیں صبر نہیں ہوتا تھا۔

نیز فرمانِ رسالت ہے :

یأتي علی أمتي زمان یتعلمون القرآن و یحفظون حروفه، ویضیعون حدوده، فویل لھم مما حفظوا، وویل لھم مما ضیعوا .

یعنی میری اُمت پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ لوگ قرآن سیکھیں گے، محض اس کے حروف کے حافظ ہوں گے، اور اس کے حدود پامال کرڈالیں گے، تو ایسے حافظوں کے لیے بھی ہلاکت ہے اور اس کا ضیاع کرنے والے پر بھی۔

نمازیں چھوڑنے کا انجام

حضور اقدس شافع محشر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے :

من لقي اللّٰہ و ھو مضیع للصلوٰۃ لم یعبأ اللّٰہ بشیيء من حسناته .

یعنی جو شخص اللہ جل مجدہ سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ اس کی نمازیں قضا ہوں تو پروردگارِ عالم اس کی دیگر نیکیوں کی کوئی پرواہ نہ کرے گا۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی :

يا داؤد، قل لبني إسرائيل، من ترک صلاة واحدة لقيني يوم القيامة و أنا عليه غضبان .

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دیجیے کہ جس نے (زندگی میں جان بوجھ کر محض) ایک نماز ترک کردی تو بروزِ قیامت وہ مجھ سے اس حال میں ملے گا کہ میں اس سے خفا ہوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشادِ عالی ہے :

من ترک الصلوٰة عمداً بريئ من دينه ، ومن لم يصل فقد كفر .

یعنی جو جان بوجھ کر نمازیں چھوڑ دیا کرتا ہے تو سمجھو کہ وہ اپنے دین سے براءت کا اعلان کر دیتا ہے۔ اور جو مطلقاً نماز ہی نہ پڑھے تو یہ یقیناً کارِ کفر ہے۔

نیز فرمانِ رسالت مآب ہے :

عشرة من أمتي يسخط اللّٰه عليهم يوم القيامة و يؤمر بهم إلى النار ، قيل: يا رسول اللّٰه، من هؤلاء؟ قال: أولهم الشيخ الزاني، والإمام الجائر، و مدمن الخمر، و مانع الزكوٰة، و أكل الربوا، و الذي يطلق و يمسک، و الذي يحكم بالجور، والماشي بالنميمة، وشاهد الزور، وتارک الصلوٰة والذي ينظر لوالديه بعين الغضب .

یعنی میری امت میں دس قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جن پر بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ کی پھٹکار پڑے گی اور انھیں آتش جہنم میں جھونک دیے جانے کا حکم ہوگا۔ ان کی تفصیلات پوچھنے پر معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پہلا بدکار بوڑھا ظالم بادشاہ، شراب کا عادی، زکوٰۃ روک رکھنے والا، سودخوری کرنے والا، طلاق دے کر بھی بیوی روک رکھنے والا، ظلم وجور کے لیے حکم نافذ کرنے والا، چغل خوری کرنے والا، جھوٹی گواہی دینے والا، نماز چھوڑ دینے والا، اور اپنے والدین کو چشم

غضب سے دیکھنے والا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

أخبرني جبريل عليه السلام أن في النار كهوفاً و مضائر أعدت لقاطع الرحم ، و العاق لوالديه .

یعنی جبرئیل امین نے مجھے بتایا ہے کہ جہنم میں کچھ ایسی غاریں اور کھائیاں ہیں جنھیں رشتہ کاٹنے والوں اور والدین کے نافرمانوں کے لیے (بطورِ خاص) تیار کیا گیا ہے۔

نیز سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

ليعمل البار لوالديه ما شاء من الخطايا ، فلا يدخل النار ، و ليعمل العالق لوالديه ما شاء من الطاعات ، فلن يدخل الجنة و لا تنفعه الطاعة و لا تنفعه الشفاعة .

یعنی والدین کے فرماں برداروں سے اگر کچھ گناہ بھی سرزد ہو جائے تو وہ ان کے دخول جہنم کا باعث نہیں ہوتا۔ اور والدین کے نافرمان چاہے کتنی بھی نیکیوں کا ذخیرہ کر لیں دخولِ جنت اُن کا نصیب کہاں؟ ایسوں کو نہ تو کوئی نیکی بھاتی ہے اور نہ ہی شفاعت کوئی فائدہ پہنچاتی ہے۔

خدارا والدین کے نافرمان نہ بنیں

حکایتوں میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے جنت میں ان کی صحبت میں رہنے والے ساتھی سے ملنے کی درخواست کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی :

يا موسىٰ، انطلق إلى مدينة كذا و كذا، فإنک ترى رفيقک في الجنة .

یعنی اے موسیٰ ! اِس اِس طرح فلاں شہر میں جا تجھے تیرے رفیق جنت کی زیارت نصیب ہوجائے گی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نکلے اور اس شہر میں پہنچ گئے۔ پھر کیا ہوا کہ ان کی ملاقات ایک نوجوان سے ہوتی ہے جو بہت ہی تپاک سے آپ کو سلام کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ اس سے کہتے ہیں: اے عبداللہ تجھ پر بھی سلام ہو۔ کیا آج کی رات میں تمہارے پاس بطورِ مہمان رہ سکتا ہوں؟۔

نوجوان نے ان سے کہا: اے شخص! اگر تم شب گزارنے پر راضی ہو تو ٹھیک ہے جو کچھ میرے پاس ہے اس کے ذریعہ میں تمھیں عزت واِکرام دوں گا۔

حضرت موسیٰ نے کہا: میں جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس سے راضی ہوں؛ لہٰذا اس نے حضرت موسیٰ کو بڑے ہی اعزاز سے اُتارا، اور آپ کو لے کر اپنی دوکان کی طرف بڑھا۔

یہ نوجوان (پیشہ کے اعتبار سے) قصاب تھا، انھیں نہایت ادب واحترام کے ساتھ بٹھایا حتیٰ کہ خود خرید وفروخت سے فارغ ہولیا۔ اور (اس جوان کا معمول یہ تھا کہ) جب بھی کوئی چربی اور بھیجہ دیکھتا فوراً اسے الگ کردیتا۔ جب گھر واپسی کا وقت آیا تو اس نے حضرت موسیٰ کا ہاتھ پکڑا اور نھیں اَپنی منزل پر لے کر آیا۔ پھر اس نے اس چربی اور بھیجے کو پکانا شروع کیا، جب گھر کے اندر گھسا تو چھت سے لٹکے ہوئے دو بڑے ٹوکروں میں سے ایک کو نہایت آہستہ سے اُتارا جس کے اندر ایک بوڑھا شخص پڑا تھا جس کی دونوں ابروئیں بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر ڈھلک آئی تھیں، اس نے پہلے اسے اُس ٹوکرے سے نکالا اس کا چہرہ ولباس دھویا اور اس ٹوکرے کو دھونی دے کر خوشبودار کیا پھر اسے وہی لباس پہنادیا، پھر روٹی لیا اور اسے کوٹ کر باریک کیا اور اوپر چربی اور بھیجہ ملا کر اُسے پیٹ بھر کھلایا پلایا، تو اس بوڑھے نے دعا کے طور پر کہا :

یـا ولدي، لا خیب اللّٰہ سعیک معي، و جعلک رفیقا لموسیٰ بن عمران في الجنة .

یعنی پیارے بیٹے، تو میری جتنی خدمت کر رہا ہے اللہ تجھے اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے اور جنت میں تجھے موسیٰ بن عمران کی رفاقت نصیب کرے۔

پھر دوسرا ٹوکرا اُتارا اور پہلے کی طرح اس کو بھی کھلا پلا کر سیراب کر دیا جس کے اندر ایک ناتواں بوڑھی پڑی تھی، تو اس نوجوان نے اس بوڑھی کے ساتھ بھی بالکل اسی بوڑھے کی طرح معاملہ کیا۔ تو بڑھیا نے خوش ہو کر کہا :

الـحـمـد لـلّٰـه یـا ولـدي، الذي لا خیب اللّٰـه سعیک معي، و جعلک رفیق موسیٰ بن عمران في الجنة .

یعنی الحمد للہ اے نورِ نظر! میرے ساتھ کیے ہوئے تیرے احسانات کو اللہ کبھی ضائع نہ کرے، اور جنت میں تجھے موسیٰ بن عمران کا رفیق بنائے۔

پھر اس نوجوان نے ان دونوں کو اُن کی جگہوں پر رکھ دیا۔

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کی رحمت و شفقت کو دیکھ کر وہاں سے سسکتے ہوئے باہر نکل آئے، پھر نوجوان دوڑ کر حضرت موسیٰ کے پیچھے آیا اور انھیں کھانا پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: میرے دوست! مجھے تیرے کھانے کی ایک ذرا حاجت نہیں۔ دراصل میں نے اللہ تعالیٰ سے جنت میں اپنے ساتھی کو دیکھنے کی درخواست کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی کی کہ میرا جنتی دوست تو ہوگا۔

اس پر نوجوان نے کہا: اللہ تجھ پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے یہ تو بتا تو ہے کون؟ تو آپ نے فرمایا: میں موسیٰ بن عمران ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ نوجوان وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

پھر حضرت موسیٰ اس کے والدین کے پاس گئے اور انھیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں اُن کی دعائیں مستجاب ہوچکی ہیں اور اِس موسیٰ کو رب العالمین نے اس کی خبر دی تھی۔ جب ان دونوں نے یہ بات سنی ایک گہری سسکی لی اور پھر دونوں کی روح بیک وقت قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

حضرت موسیٰ نے دونوں کی تجہیز وتکفین کی اور ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور وہ نوجوان بھی کچھ دن حضرت موسیٰ کی صحبت میں رہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اللہ ان سب سے راضی ہو۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی :

يا موسىٰ، من بر والديه فليس له عندي جزاء إلا الجنة ، و من لم يبر والديه فليس له عندي جزاء إلا النار .

یعنی اے موسیٰ! جو شخص اپنے والدین کی فرماں برداری کرے تو اس کی جزا میرے نزدیک جنت ہے۔ اور جو اُن کی نافرمانی کرے تو جہنم کے سوا اُس کی کوئی جزا نہیں۔

حضرت احمد تمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

مات لي أخ في اللّٰه تعالىٰ، فرأيته في المنام، فقلت له: ما فعل اللّٰه بک؟ فقال لي: منعني بعقوق الوالدين أن لا أشم رائحة الجنة و أنا منتظر قدومهما لعلهما يرضيان عني فيرضى اللّٰه علي .

یعنی میرا اللہ واسطے کا ایک دوست انتقال کرگیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ تو کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے والدین کی نافرمانی کی وجہ سے خوشبوئے بہشت سونگھنے سے روک دیا ہے، اب میں اُن کی آمد کا انتظار کررہا ہوں، شاید وہ مجھ سے یہاں راضی ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہوجائے۔

زنا کی تباہ کاریاں

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، قل لنبي إسرائيل: إياكم و عقوق الوالدين، و قتل النفس، و أكل الربا، و الإصرار على الزنا.

يا داؤد، أدنى ما أفعل بالزاني أن أكوي حدقتيه ظاهراً و باطناً بمكاومن النار.

یعنی اے داوٗد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ والدین کی نافرمانی، نفس کشی، سود خوری اور بار بار اِرتکابِ زنا سے وہ بچتے رہیں۔

اے داوٗد! زانی کے ساتھ سب سے کم درجے کا عذاب یہ ہوتا ہے کہ میں اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو اندر و باہر دونوں طرف سے ایک سخت قسم کے آتشی اوزار سے داغتا ہوں۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

يحشر الزاني يوم القيامة أنتن من ريح الجيفة .

یعنی زانی' قیامت کے دن میت کے بدبودار جثہ سے کہیں زیادہ بدبودار بنا کر اُٹھایا جائے گا۔

نیز فرمانِ رسالت مآب ہے :

من صافح امرأة و قبلها و باشرها، فعليه الوزر في الدنيا و العقاب في الآخرة .

یعنی جس نے کسی اجنبی عورت سے مصافحہ کیا، اس کا بوسہ لیا اور اس کے ساتھ مباشرت کی تو اس پر دنیا میں تباہی اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

بے سبب یہاں وہاں نہ تکا کر

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من حفظ طرفه حفظ اللّٰه علیه أهله ، و من نظر إلی عورة أخیه المسلم هتک اللّٰه عورته، و کحله بالنار یوم القیامة .

یعنی جو اپنی نگاہ کی حفاظت کرتا ہے اللہ اس کے اہل وعیال کو (ہر برائی سے) محفوظ رکھتا ہے۔ اور جو اپنے کسی اسلامی بھائی کے ستر کو دیکھے اللہ اس کے ستر کو رسوا کر دیتا ہے اور بروزِ قیامت اللہ اس کی آنکھوں میں آگ کا سرمہ پہنائے گا۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے طواف کے دوران ایک صاحب بصیرت شخص کو دیکھا، جس کی نظر طواف کرتی ہوئی ایک عورت سے چار ہوگئی، اتنے میں ایک تیر (غیب سے نمودار ہوکر) اس کی آنکھ میں چبھ گئی، تو میں لپک کر اس کی طرف بڑھا اور تیر کو اس کی آنکھ سے نکال کر باہر کر دیا، اور دیکھا تو اس تیر پر یہ تحریر تھا :

نظرت بعینک إلی غیرنا فأعمیناها، ولو نظرت بقلبک إلی غیرنا لکویناه .

یعنی تو نے اپنی آنکھوں سے ہمارے علاوہ کسی اور کا نظارا کیا لہٰذا ہم نے اسے اندھا کر دیا۔ اور اگر تم اپنے دل سے ہمارے غیر کی طرف نظر کرتے تو ہم اسے داغ ہی دیتے۔

مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، کیف غفلت حتی مددت عینک إلی ما لا یحل لک، یا داؤد، أما علمت أني غیور، یا داؤد، لو علمت ما سطر في الکتاب لکففت عینک و لما جفت لک عین، یا داؤد، لو لا

سـري فيک لـمـحوتک من ديوان الأنبياء، يا داؤد، إني جعلت في الـنـار قـطعاً من الزجاج و الرصاص لمن ينظر إلى ما لا يحل لـه، يـا داؤد، مـن نـظـر إلـى مـا لا يحل له حرمت عليه النظر إلى وجهي .

یعنی اے داوٗد! غفلت کی رَو میں بہ کر تمہاری آنکھیں ناروا چیزوں کو دیکھنے کے لیے کیسے اُٹھ گئیں؟ اے داوٗد! کیا تجھے پتا نہیں کہ میں بہت غیور ہوں۔ اے داوٗد! اگر تجھے کتاب میں لکھی چیزوں کا صحیح علم ہوجاتا تو تم اپنی آنکھوں پر پہرے بٹھا دیتے، اور پھر وہ کبھی خشک نہ رہتیں۔ اے داوٗد! اگر میں نے تمھیں اپنا محرم راز نہ بنایا ہوتا تو دیوانِ انبیا سے تمہارا نام محو کردیتا۔ اے داوٗد! میں نے جہنم کے اندر شیشہ وسیسہ کے کچھ ٹکڑوں کو خاص ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو نہ دیکھنے والی چیزوں کو دیکھتے رہتے ہیں۔ اے داوٗد! جو شخص ناروا چیزوں پر نگاہ رکھتا ہے میں اپنے مکھڑے کی زیارت اس پر حرام کردیتا ہوں۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے تعلق سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا :

لا تـكـن حديد النظر إلى ما لا يحل لک فإنه لن يزني فرجک مـا حـفـظـت عـيـنـک ، فإن استطعت أن لا تنظر إلى ثوب المرأة التي لا تـحـل لـک فـافـعـل ، و لـن تستطيع ذلک إلا بإذن اللّٰه تعالىٰ .

یعنی جو چیزیں تمہارے لیے حلال نہیں ان پر نگاہیں نہ گاڑا کرو، کیوں کہ اگر نگاہ محفوظ ہو تو شرمگاہ کو بدکاری کی جرأت نہیں ہو پاتی۔ بلکہ اگر تم سے غیر محرم عورت کے لباس کو نہ دیکھنا بھی ممکن ہو سکے تو یہ بھی کرو، اور ایسا محض اللہ کی توفیق ہی سے ممکن ہوسکتا ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ عید کے دن گھر سے نکلے ، نماز ادا کی پھر پلٹ کر اپنی بیوی کے پاس چلے گئے۔ بیوی نے پوچھا: حسان! آج تم نے کتنے حسین وجمیل چہرے دیکھے؟ فرمایا: قسم بخدا! میں تو اپنی نگاہ بچائے ہوئے گھر چلا آیا، نہیں معلوم راستے میں کیسے کیسے چہرے بچھے تھے؛ کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے :

> من نظر إلى ما لا يحل له حرم اللّٰه عليه النظر إلى وجهه و ألقاه في النار .
>
> یعنی جو شخص حرام چیزوں پر اپنی نظر پھیرے، اللہ تعالیٰ اپنے روے انور کی زیارت اس پر حرام کر کے اسے سیدھا جہنم میں جھونک دے گا۔

حضرت اَبوعبیدہ تراز-معروف بہ اَبوعبداللہ رزاز کو پس مرگ خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

> ما فعل اللّٰه بک؟ فقال: أوقفني بين يديه و غفرلي كل ذنب عملته إلا ذنبا واحداً استحييت أن أذكره، فأوقفني في العرق حتى سقط لحم وجهي، فقيل: و ما هو؟ فقال: نظرت إلى شخص جميل فاستحيت أن أذكره .
>
> یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: اپنے حضور کھڑا کیا اور میرے جملہ گناہوں کو بخش دیا بجز ایک گناہ کہ جس کو بیان کرتے ہوئے مجھے شرم دامن گیر تھی، تو اس نے مجھے پسینہ کے سمندر میں کھڑا کر دیا جس سے میرے چہرے کا سارا گوشت جھڑ گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ بتائیں آخر وہ گناہ تھا کیا؟ تو فرمانے لگے: اصل میں ہوا یہ کہ ایک دن میں نے ایک خوبصورت شخص سے نگاہیں چار کر لی تھیں، جس کو اللہ کے حضور بیان کرتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہو رہی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک پادری نے اپنے گرجا گھر میں مسلسل ساٹھ سال تک

عبادت کی۔ ایک دن اس کے جی میں آیا کہ چلو باہر چلیں اور سینۂ گیتی پر آباد پھل پھول اور بحر و نہر کے مشاہدے سے آنکھیں ٹھنڈی کریں؛ چنانچہ وہ گرجا گھر سے کچھ روٹیاں لے کر باہر نکلا۔

ایک عورت پر اس کا گزر ہوتا ہے، اور دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے بدکاری کر ڈالتا ہے۔ کچھ آگے بڑھا تو ایک سائل ملا جسے اس نے ساری روٹیاں صدقہ کر دیں اور پھر وہیں اس کی روح، قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

(اللہ نے میزانِ عمل قائم کرنے کا حکم دیا) جس کے ایک پلڑے پر اس کی ساٹھ سال کی عبادتیں رکھی گئیں اور دوسرے پلڑے پر اس کی بدکاری۔ تو بدکاری والا پلڑا ساٹھ سالہ عبادت والے پلڑے سے اوپر ہو گیا۔ پھر روٹی صدقہ کرنے والے عمل کو اس کے اعمال والے پلڑے میں رکھا گیا تو روٹی والا پلڑا اس کی بدکاری والے پلڑے پر بھاری ہو گیا۔

حکایت نقل کی جاتی ہے کہ ایک مردِ صالح سے ایک حسین و جمیل عورت راہ میں ملی ہے مگر انھوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔ رات ہوئی تو عورت نے ان کے پاس ایک رقعہ بھیجا جس میں تحریر تھا :

> اللّٰه اللّٰه في أمري، فكل عضو مني مشغول بحبک، فلما وقف على الرقعة تشوش باطنه، و كتب إليها: إن اللّٰه تعالىٰ إذا عصاه العبد أول مرة حلم عليه، وإذا عصاه ثاني مرة ستره، و إذا عصاه ثالث مرة غضب عليه غضبا تضيق منه السماوات والأرض، فمن ذا يطيق غضب اللّٰه سبحانه وتعالىٰ، فلما وقفت على الرقعة لزمت بيتها و تابت إلى اللّٰه تعالىٰ .

یعنی حیرت ہے کہ آپ نے مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں لی؛ حالاں کہ آپ کی محبت میرے انگ انگ میں گردشِ لہو کی مانند دوڑتی رہتی ہے۔ رقعہ پڑھنے کے بعد آپ

کے قلب و باطن میں بھونچال سا آ گیا اور اس کے پاس جواباً لکھ بھیجا: بندہ جب پہلی بار اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی بردباری کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اسے درگزر کر دیتا ہے۔ جب دوسری بار اس کی نافرمانی کرتا ہے تو اسے اپنے دامن عفو میں چھپا لیتا ہے لیکن جب تیسری بار کر بیٹھتا ہے تو اب اس پر ایسا غضب ناک ہوتا ہے کہ زمین و آسمان بھی اس کی پناہ چاہتے ہیں۔ تو بھلا وہ کون ہے جو غضب الٰہی برداشت کرنے کی اپنے اندر طاقت رکھے۔ جب عورت نے اس رقعے کو پڑھا، تو سچے دل سے توبہ کیا اور پھر اس نے اپنے اوپر گھر کی چہار دیواری کو لازم کر لیا۔

حکایت ہے کہ ایک شخص نے خلوت میں ایک عورت سے ملاقات کر کے کہا کہ گھر کے دروازے بند کر دو اور پردہ کھینچ دو۔ اس عورت نے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ اب جب وہ مرد اُس سے قریب ہوا تو وہ کہنے لگی:

إنه بقي باب لم أغلقه، فقال لها: و أي باب هو؟ فقالت له: الذي بينک و بين اللّٰه تعالیٰ، فصاح الرجل صيحة، فخرجت روحه فيها.

یعنی ایک دروازہ تو بند ہونے سے رہ ہی گیا۔ مرد نے پوچھا: وہ کون سا دروازہ؟ کہنے لگی: جو تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ اتنا سننا تھا کہ مرد نے ایک زور کی چیخ لگائی اور اس کی روح راہی ملک بقا ہو گئی۔

ایک مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے ایک لوہار کو دیکھا کہ وہ لوہے کو آگ کے اندر سے (بالکل سرخ) نکالتا ہے اور اپنی انگلیوں سے اُلٹ پلٹ کر رہا ہے۔ تو میں نے جی میں سوچا: ہو نہ ہو یہ کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے۔ میں نے اس کے قریب جا کر سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا۔

میں نے پوچھا: جناب والا! یہ بتائیں کہ آپ اس مقام و منزل پر کیوں کر فائز ہوئے

، آپ میرے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے ترقی درجات کی دعا کیوں نہیں کر دیتے؟ تو وہ روتے ہوئے گویا ہوا: میرے دوست! میں ان لوگوں میں سے نہیں جن میں سے تو مجھے سمجھ رہا ہے مگر جب تو نے پوچھ ہی دیا ہے تو لو حقیقت امر واضح ہی کر دیتا ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ میں بڑا سیہ کار اور گنہ گار تھا، ایک مرتبہ ایک لالہ رُخ حسینہ سے میرا واسطہ پڑ گیا، جس نے مجھ سے کہا: تیرے پاس کچھ ہو تو اللہ واسطے مجھے عطا کر، تو میں دل پکڑ کر رہ گیا۔ میں نے اس سے کہا ایسا کرو میرے ساتھ گھر چلو وہیں تمہاری ضرورت کا ہر سامان کر دوں گا۔ مگر وہ راضی نہ ہوئی اور اپنا راستہ ناپتی بنی، پھر ایک دن روتی ہوئی آئی اور کہا: قسم بخدا! وقت نے ایسا مجبور کر دیا ہے کہ مجھے بار بار تیری طرف آنا پڑ رہا ہے۔ اب میں اسے پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور ایک جگہ بٹھا دیا، جب اس کی طرف بڑھا تو وہ ایسے کانپنے لگی جیسے کوئی کشتی سخت آندھیوں میں ہچکولے کھاتی ہو۔

میں نے پوچھا: یہ اضطراب اور کپکپاہٹ کیسی ہے؟ تو کہنے لگی: محض اللہ کے خوف سے کہ وہ ہمیں اس حال میں دیکھے۔ اگر تو نے مجھے آج بخش دیا اور مہربانی کر دی (تو تمھیں یقین دلاتی ہوں کہ) اللہ کی آگ دنیا و آخرت میں کہیں تم پر اثر انداز نہیں ہوگی۔ اب میں فوراً اُس سے دور ہٹ گیا اور جو کچھ میرے پاس موجود تھا اللہ واسطے اس کے حوالے کر دیا۔ اس طرح وہ (آبرومندانہ طریقہ پر) مجھ سے چلی گئی۔

پھر مجھ پر ذرا سی غنودگی طاری ہوگئی تو میں نے خواب میں اس سے کہیں زیادہ حسین و جمیل عورت دیکھا۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو کہتی ہے: میں تمہارے پاس آنے والی وہی ام صبیہ ہوں اور آل بیت رسول سے ہوں۔ تاہم برادرِ گرامی! اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو میری طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت میں آپ کو آگ سے اپنی پناہ میں رکھے۔ اب جب میں بیدار ہوا تو میرے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور میرا پورا وجود خوشیوں میں نہایا ہوا تھا۔ بس اسی دن سے میں ہر قسم کے گناہوں سے اپنا تعلق منقطع کر کے اللہ کی طرح رجوع ہو گیا۔

حکم الٰہی کی مخالفت سے بچیں

ایک مردِ درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک غلام کو دیکھا جو لوگوں سے بالکل الگ تھلگ ہو کر ایک مقام پر کھڑا نمازیں پڑھ رہا ہے۔ میں نے ذرا انتظار کیا حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہو گیا۔ اب اس سے سلام کرتے ہوئے میں نے پوچھا: کیا تمہارا کوئی مونس و دمساز نہیں؟ کہا: کیوں نہیں۔ میں نے پوچھا: کہاں ہے وہ؟ کہنے لگا: وہ تو میرے آگے بھی ہے، پیچھے بھی ہے، دائیں بھی ہے، بائیں بھی ہے، اوپر بھی ہے اور نیچے بھی۔ میں نے اپنے جی میں سوچا: ایسا لگتا ہے کہ اس کے پاس خزینہ معرفت موجود ہے۔

میں نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کچھ زادِ راہ ہے۔ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: وہ کدھر ہے؟ کہنے لگا اللہ واسطے کا اخلاص، توحید خالص، اور رسالت محمدی کا اقرار۔ اب میں نے اس سے کہا: جناب عالی! میری آپ سے کچھ ضرورتیں وابستہ ہیں۔ کہا: وہ کیا؟ میں نے کہا کہ میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں خصوصی دعا کردیں۔ تو اس نے دعا کی:

حجب اللّٰہ طرفک من کل معصیۃ و ألھمک بفکرۃ فیما یرضیہ حتیٰ لا یکون لک ھمۃ إلا ھو .

یعنی اللہ تمہاری نگاہوں کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے اور ایسی سوچ تمہارے اندر پیدا کردے جس سے اس کی رضا مل جائے۔ حتیٰ کہ تیری ہر ضرورت کا مرکز و محور بس اسی کی ذات بن جائے۔

میں نے پوچھا: جناب عالی! یہ بتائیں اب دوبارہ آپ سے ملاقات کی سعادت کب نصیب ہوگی؟ کہا: جہاں تک اس دنیا میں ملاقات کرنے کا تعلق ہے تو شاید اب آپ کو نصیب نہ ہو۔ تاہم آخرت کی ملاقات جملہ پرہیزگاروں کے لیے ہوگی۔

(ہو سکے تو میری ایک نصیحت یاد رکھنا) اَوامر الٰہیہ کی مخالفت سے اپنا دامن حیات ہمیشہ پاک رکھنے کی کوشش کرنا، اور ان کو کرنے میں پیش پیش رہنا۔ اگر آپ کو میری

ملاقات کا اِشتیاق ہے تو مجھے اُس رب ذو الجلال کو تکنے والی آنکھوں میں ڈھونڈ لینا۔

میں نے پوچھا: یہ کیوں کر ممکن ہے؟ کہا: نگاہوں کو اَشیاے حرام کے وقت نیچے کرکے اور نشہ آور چیزوں سے بچا کے۔ اور میں نے تو اللہ سے یہی دعا مانگی ہے کہ مولا! اپنے چہرے کو تکتے رہنا ہی میری جنت کر دے۔ پھر وہ چیخ نکالتے ہوئے آگے پیچھے دوڑنے لگا، اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

حضرت اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دورانِ طواف ایک اعرابی کو دیکھا جسے آشوبِ چشم نے آلیا تھا اور کیچڑ اس کی آنکھوں سے بہا جا رہا تھا۔ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں ٹوک پڑا: اپنی آنکھیں صاف کیوں نہیں کر لیتے؟ کہنے لگا: دراصل طبیب نے مجھے ایسا کرنے سے منع کیا ہے، اور جس چیز سے طبیب روک دے اس سے رُک جانے ہی میں خیر ہوتی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا؟ تجھے کسی چیز کی خواہش ہو تو بتا؟ بولا :

> أشتهي لكن أحتمي، لأني رأيت أهل الجنة غلبت حميتهم على شهوتهم، فهم لا يشتهون بعدها أبدا، و رأيت أهل النار غلبت شهوتهم على حميتهم فلذالک افتضحوا و شقوا شقاوة لا يسعدون بعدها أبدا .

> یعنی خواہش تو ہے مگر پرہیز کو ترجیح دیتا ہوں؛ کیوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل بہشت کا پرہیز اُن کی خواہش پر غالب رہتا ہے تو اس کے بعد انھیں پھر کسی چیز کی خواہش نہیں رہ جاتی۔ یوں ہی مجھے معلوم ہوا ہے کہ اہل جہنم کی خواہش ان کے پرہیز پر غالب رہتی ہے، جس کے باعث انھیں رسوائی وشرمندگی اُٹھانی پڑتی ہے اور ایسی بدبختی اُن کا مقدر بن جاتی ہے کہ پھر انھیں کبھی سعادت نصیب نہیں ہوتی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ ایک دن وہ کسی قصاب عورت کے پیچھے چل پڑے۔ اس کی گلی کے پاس پہنچ کر آپ نے زوردار انداز میں

گریہ وزاری کرنا شروع کردیا۔ جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: اصل میں یہاں ایک مردِ عابد رہا کرتا تھا۔ ایک دن وہ اسی گلی میں داخل ہوا تو اس کی نظر ایک نصرانی عورت پر پڑ گئی اور وہ اس پر فریفتہ ہوکر اسے پیغام نکاح دے بیٹھا۔

عورت نے اس کے پیغام کو ٹھکرا دیا مگر ایک پیشکش کی کہ اگر دین نصرانیت قبول کرلو تو پھر غور کیا جائے گا۔ شیطان کے ورغلانے سے اس نے اپنا دین تبدیل کرلیا۔ جب عورت کو اس کی خبر ملی تو اس کے پاس آئی اور اُس کے منہ پر تھوکتے ہوئے کہا: تف ہے تجھ جیسے مرد پر کہ ایک لمحے کی شہوت کے لیے تم نے دین اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار پھینکا۔ اور ایک لمحے کی شہوت کے لیے میں نے بھی دین نصرانیت کو ترک کردیا تھا۔ لیکن اب میں دین نصرانیت کو دائمی لذت کے لیے خیر آباد کیے دے رہی ہوں، اتنا کہہ کر اس نے أشھد أن لاالٰہ الا اللّٰہ و أشھد اَن محمدا عبدہ و رسولہ پڑھا اور دامن اسلام میں آباد ہوگئی۔

حضرت حسن رازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں آتشی پوشاک پہنے انگاروں کے درمیان دیکھا۔ پوچھا کہ بیٹا! تیرے جسم پر یہ جہنمیوں کا لباس کیسا؟ کہا :

> یـا أبـت، حـدثتـني نفسي بشيیء و غلبني هواي و قد هوی بي
> في النار، فإياک یا أبت ثم إیاک أن تضلل نفسک .

> یعنی پدرِ بزرگوار! میرے نفس نے کسی چیز کی بابت مجھ سے فرمائش کی، خواہش کا غلبہ ہوا، اور وہی خواہش آج آگ میں لے کر چلی آئی۔ (تو اب میری بار بار نصیحت یہ ہے کہ) اَبا حضور! آپ خود کو نفس کی گمراہیوں میں آنے سے بچائیں۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو غلافِ کعبہ سے چمٹا ہوا دیکھا کہ وہ اس طرح دعا مانگ رہا ہے: اے اللہ مجھے سلامت رکھ۔ میں نے اس سے پوچھا: بات کیا ہے، اور کس چیز سے سلامتی کی دعا مانگ رہے ہو؟ تو اس نے کہا :

یا أخي کنا أربعة أخوة تنصر أحدنا عنداً، وتهوَّد الآخر، و تمجس الثالث، و بقيت أنا خائفا من اللّٰه تعالیٰ و راغبا في السلامة .

یعنی اے میرے دوست! میرے کل چار بھائی تھے، جن میں سے ایک نصرانی ہوکر مرا، دوسرا یہودی ہوکر اور تیسرا مجوسی بن کر۔ اب باقی صرف میں بچا ہوں، مجھے خوفِ الٰہی دامن گیر ہے (اس لیے خاتمہ کی) سلامتی کی دعا کررہا ہوں۔

ایک حکایت یوں بھی ملتی ہے کہ کسی شخص نے دو مچھلیوں کا شکار کیا تو ان میں سے ایک بول پڑی :

أ تأخذني و أنا أطوع منک إلی اللّٰه تعالیٰ، فجاوبتها الأخریٰ: لا تمني عليه بطاعتک، فما عبده أحد إلا بما سبق له في القدر .

یعنی کیا تم مجھے پکڑوگے حالاں کہ میں تم سے کہیں زیادہ اللہ کی فرماں بردار ہوں۔ تو دوسری مچھلی نے اس کو جواب دیتے ہوئے کہا: اسے اپنی طاعت کی آرزو نہ دلاؤ؛ کیوں کہ ہر کوئی بس اتنی ہی طاعت وعبادت کر پاتا ہے جس قدر کہ اس کے مقدر میں ہوتا ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک پرستش گاہ سے گزرا دیکھا کہ ایک شخص اس کے اندر (معبودِ حقیقی) اللہ کے سوا' سورج کی پوجا کررہا ہے۔ تو میں نے اس سے پوچھا: اے بوڑھے! تو کس کی پوجا کررہا ہے؟ تو اس نے کہا: سورج کی۔ میں نے اس سے کہا: سورج کی پرستش سے باز آجا، اور اللہ کی عبادت میں لگ جا جس نے کہ زمین و آسمان، آفتاب و ستارے، رات و دن اور درخت و پہاڑ کو پیدا کیا ہے۔ اور ہر چیز کی تخلیق کے بعد اس کا ایک وقت متعین کردیا ہے۔ اس پر وہ بوڑھا کہتا ہے: میری رسی اب ٹوٹنے والی ہے اور زندگی کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ نہ تقویٰ الٰہی کا کوئی ذخیرہ ہی ہاتھ لگا، اور نہ ہی میری حالت بہتر ہوئی۔ تو قسم بخدا! اب مجھے

اس کے روبرو ہونے کی رسوائی کھائے جارہی ہے کہ جب میزانِ عمل قائم ہوگا اس وقت میرا کیا بنے گا۔

اے ذوالنون! دل کے دروازے بند ہوگئے، چابی بھی گم ہوگئی، شقاوت کی بیڑیاں قدموں میں ڈال دی گئیں، فیصلے کی فکر نے آنکھوں کی بینائی چھین لی۔ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ میری اصلاح ہوگی کیسے؟ دروازہ تو میرے سامنے بند ہوگیا اور میں اس سے شکست خوردہ ہو چکا ہوں۔

یہ سن کر ذوالنون مصری نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیے: مولا! کچھ بھی ہو یہ ہے تو تیرا بندہ، اصلاح احوال پر اُتر آیا ہے، اور ساری کی ساری بھلائیاں تیرے ہی دست قدرت میں ہیں۔

مجوسی نے آواز دی: ذوالنون! بس کرو۔ یہ دیکھو 'فتاح' کے پاس سے مفتاح (کنجی) آ گئی۔ یہ دیکھ کر حضرت ذوالنون بے ساختہ رو پڑے۔ وجہ گریہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

> إني خائف حين فتح عليه الباب أن يغلق في وجهي، فنودي: يا ذا النون، لا تظن بنا إلا خيرا.
>
> یعنی جب اس کا دروازہ کھل گیا تو اب مجھے خوف لاحق ہوگیا کہ کہیں میرا دروازہ نہ بند ہوجائے۔ اتنے میں پردۂ غیب سے آواز اُبھری: اے ذوالنون! ہم سے ہمیشہ بھلائی کی توقع رکھا کر۔

واقعاتِ گناہ وتوبہ' بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کسی سال میں بیت اللہ الحرام کے حج سے مشرف ہوا۔ میں نے خوشامدانہ انداز میں دعا مانگنی شروع کی، ہاتف غیب سے ندا آئی: اے بایزید! اگر تم ہزار سال بھی اس انداز سے دعا مانگو اور اس طرح ہزار حج بھی

کرو تب بھی ہم اس میں سے ایک ذرہ قبول کرنے والے نہیں ہیں۔

میں نے عرض کی: ایسا کیوں؟ کہا گیا: اس لیے کہ تمہاری توجہ کا مرکز محض تمہارا عمل ہے مگر جس کے لیے عمل کر رہے ہو اس سے یکسر غافل ہو۔

میں نے عرض کیا: مولا! اگر میری عبادتیں اور دعائیں تیری بارگاہ میں مقبول نہیں، تو مجھے تیری عزت کی قسم! پھر میرے اور تیرے درمیان رشتہ وصال منقطع ہو جانا چاہیے۔

کہا گیا: اے بایزید! اگر ایسا کرنا تمہارے اختیار میں ہو تو ٹھیک ہے قطع کر دو۔ مگر شاید تم بھول گئے کہ شرابِ وصل تو ہم نے ہی تمھیں پلائی تھی۔

میں نے عرض کی: مولا! تیری عزت کی قسم، میں اس وقت تک اپنے قدم تیرے حرم سے باہر نہ نکالوں گا جب تک مجھے یہ پتا نہ چل جائے کہ تو مجھ سے راضی ہو گیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا:

> قل يا أبا يزيد، ما تريد؟ وعزتي وجلالي لو يعلم العالم ما أعلمه من باطنک لرجموک، فقلت: و عزتک وجلالک لو يعلم العالم ما أعلمه من کرمک ما عبدوک. و إذا بهاتف يقول: يا أبا يزيد، لا نقول و لا تقول، أنت عندنا مقبول.

یعنی بایزید کہو تمہیں کیا چاہیے؟ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جتنا تمہارے قلب و باطن (کے رازوں) پر میں آگاہ ہوں اگر اتنا دنیا جان جائے تو وہ تمھیں سنگسار کر دے۔ اس پر میں نے کہا: مولا مجھے بھی تیری عزت وجلال کی قسم! تیرے کرم ونوال پر جیسی مجھے اطلاع نصیب ہوئی ہے اگر اس بھری دنیا میں اتنا کوئی اور جان لیتا، تو تیری عبادت ہی سے بے نیاز جاتا۔ پھر ہاتف غیب سے ایک آواز اُبھری: یعنی اب نہ ہم کچھ کہیں، نہ تم کچھ کہو (بس بات یہیں ختم کہ) تم ہمارے بندۂ مقبول ہو۔

حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوا، تو میں نے عرض کیا :

> يـا إلٰهـي أدعـوک و أنت لا تستجيب لي، فقال لي: إني أحب أن أسمع صوتک .

یعنی میرے پروردگار! کئی بار ایسا ہوا کہ میں نے دعا مانگی مگر تو نے قبول نہ فرمائی۔ تو اس نے فرمایا: مجھے تمہاری آواز بہت اچھی لگی تو میں نے چاہا کہ بار بار سنوں۔

حضرت سفیانِ ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک اعرابی کو حالت طواف میں یہ کہتے سنا :

> إلٰهـي مـن أولى بالتقصير مني و قد خلقتني ضعيفا، و من أولى بـالـكـرم مـنـک و قد سميت نفسک رؤوفا، و لک المنة علي وقـد عصيتک بعلمک، و لک الحجة علي فبانقطا ع حجتي و وجوب حجتک و فقري إليک وغناک عني إلا ما غفرت لي .

یعنی میرے پروردگار! مجھ سے بڑا کوتاہ عمل اور کون ہوگا اور تو نے مجھے پیدا بھی کمزور ہی کیا ہے۔ اور تجھ سے بڑھ کر عطا و نوال کی بارشیں کرنے والا کون ہے اور پھر تو نے اپنا نام ہی 'رؤوف' چن لیا ہے۔ تیرا مجھ پر کتنا احسان ہے اور میں ہوں کہ جانتے ہوئے بھی تیری معصیت کا مرتکب ہوا جا رہا ہوں۔ اب میری کٹ حجتی کے بعد تیری حجت مجھ پر قائم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب اپنی حجت وغنا کے مقابل میرے فقر کو دیکھتے ہوئے مجھے معاف فرما دے۔

حضرت بشر بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک جوانِ رعنا کو دیکھا جو والہ و شیدا ہو کر یہ اشعار گنگنائے جا رہا تھا۔

کم زللت فلم أذکرک في ذلل
و أنت یا واحد في الغیب تذکرني

کم أهتک السر جهراً عند معصیتي
و أنت تلطف بي حبا و تسترني

و لا بکیت بدمع العین من أسف
و لا بکیت بکاء الواله الحزن

یعنی میں نے کتنی لغزشیں کیں مگر کسی بھی لغزش کے وقت تجھے یاد کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ مگر اے میرے واحد وصمد پروردگار! تو پردۂ غیب میں رہ کر بھی ہمیں یاد کرتا رہتا ہے۔

ارتکابِ معصیت کے وقت میں نے کتنے سربستہ رازوں کو فاش کر دیا مگر مجھ پر تیری لطف وعنایت کا عالم یہ ہے کہ تو رازوں کو چھپا لیتا ہے۔

کبھی کف افسوس ملتے ہوئے آنکھوں سے میں نے اشک گرانے کی بھی زحمت نہ کی اور نہ ہی کبھی غم والم میں بے قابو ہو کر رونے والوں کی طرح رونا ہی نصیب ہوا۔

ایک مردِ صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے پہاڑ کی چوٹی پر ایک جوان کو دیکھا جس کی پیشانی پر قلق واضطراب کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں، اور اس کی آنکھوں سے سیل اشک ایسے ہی بہہ رہا تھا جس طرح کہ موجیں ساحل سمندر سے اپنا سر ٹکرا کر واپس جا رہی ہوں۔

میں نے پوچھا: تم کون ہو، کیا ہو؟ کہا: اپنے آقا کا بھگوڑا غلام۔

میں نے کہا: واپس جا کر آقا سے معافی مانگ لو۔

کہا: عذر خواہی کے لیے کسی معقول دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، اور حد سے گزر جانے والا ہر حجت سے عاری ہو جاتا ہے۔

تو میں نے کہا: پھر کوئی چارہ جوڈھونڈ لو۔

کہا: ہر پیروی کرنے والا اس کے خوف سے لرزاں ہے۔

میں نے کہا: وہ ہے کون؟ کہا: میرا آقا و مولا۔ عالم صغر میں اس نے میری بہترین تربیت کی مگر میں نے اس کی خوب جم کے نافرمانی کی۔ وہ میرے ساتھ حسن تدبیر سے پیش آیا مگر میرا اس کے ساتھ برتاؤ سیہ کاریوں کا سا رہا۔ اتنا کہنا تھا کہ ایک زوردار چیخ فضا میں بلند ہوئی اور وہ وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

اتنے میں ایک بوڑھی خاتون آ کر کہنے لگی: اس (یائس و حیران) دشت رو ناامید کا اس کی موت میں کس نے تعاون کیا ہے۔

میں نے کہا: آپ کا یہ بیٹا (اس کی تجہیز و تکفین میں) آپ کی مدد کرنے کے لیے تیار ہے۔ تو اس نے کہا: میرے آگے اسے یوں ہی ذلیل پڑا رہنے دو، ممکن ہے اس کے قاتل کو رحم آ جائے اور وہ اس پر اپنے عفو و کرم کی نگاہ فرما دے۔

کسی نے اس منظر کی عکاسی ان اشعار میں یوں کی ہے ۔

إلٰهي لا تعذبني فإني ☆ مقر بالذي قد كان مني
و مالي حيلة إلا رجائي ☆ وعفوك إن عفوت وحسن ظني
وكم من زلة لي في الخطايا ☆ و أنت علي ذو فضل و من
إذا فكرت في جرمي عليها ☆ قرعت أناملي غيظا بسني
يظن الناس بي خيرا و إني ☆ أشر الناس إن لم تعف عني

یعنی مجھ پر عذاب کے کوڑے نہ برسا کیوں کہ جو کوتاہیاں مجھ سے ہوئی ہیں اس کا مجھے کھلے بندوں اعتراف ہے۔

اور اب میرے پاس سوائے میری امید و رجا اور حسن ظن کے کوئی اور بہانہ نہ رہا۔ تو اگر تو مجھے بخش دے تو تیری بڑی مہربانی ہوگی۔

میری لغزش و خطا کیسی بے شمار ہیں، مگر اس کے باوجود تیرے فضل و کرم کا مینہ

مجھ پر کیسا ٹوٹ کر برستا ہے۔

جب کبھی میں اپنے جرم وخطا پر غور کرنے لگتا ہوں تو غصے سے انگلیاں دانتوں
تلے چٹخنے لگتی ہیں۔

لوگ مجھے کتنا اَچھا سمجھے بیٹھے ہیں حالاں کہ اگر مجھے تیرے عفووکرم کی بھیک نہ ملی
تو روے زمین پر موجود انسانوں میں مجھ سے زیادہ گھٹیا اور کمینہ شاید ہی کوئی ہو۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک آبروباختہ شخص جب نہر کے اندر نہانے کے لیے گھسا۔ تو غیب سے آواز سنائی دی: یہ زنا تمہاری ہلاکت وخسران کا باعث ہو۔ اتنا سننا تھا کہ وہ سہما اور گھبرایا ہوا نہر سے باہر نکلا۔ اور اس کے لب پر ندامت کے یہ الفاظ گردش کر رہے تھے :

و اللّٰہ، لا أعصي اللّٰہ أبدا .

یعنی مولا، قسم بخدا! آج کے بعد پھر کبھی تیری نافرمانی نہ کروں گا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میرا بیت المقدس جانا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک عظیم حلقہ لگا ہوا ہے اور بیچ میں ایک خوش پوشاک نوجوان کرسی پر براجمان ہے جس کے پاس کچھ خاص قسم کی دوائیں اور مشروب پڑے ہوے ہیں۔ ہر مرض کی تشخیص کے بعد وہ دوا لکھ رہا ہے۔

(مجھے دل لگی سوجھی) میں نے جی کہا کہ چلو چل کر اس کا امتحان لیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا: میرے دوست! کیا تمہارے پاس اس زخم کا بھی کوئی معقول علاج ہے جس سے یہ مندمل اور برابر ہو جائے۔ تو اس نوجوان نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: اے بہادر! اِدھر آؤ۔ ایسی بات صرف وہی کر سکتا ہے جس نے اللہ کی نافرمانی کی ہو اور اس کے اعمال سیاہ ہوں۔

آپ کا علاج بس یہی ہے کہ آپ ''استغفر اللہ'' کا ورد رکھا کریں۔ لیکن ساتھ ہی

اس بات کی وضاحت بھی کر دیں کہ آپ نے اس کی نافرمانی کا ارتکاب کب کیا ہے، دن میں یا رات میں؟

میں نے کہا: دن دہاڑے۔

پوچھا: روزہ رکھتے ہوئے یا غیر روزہ کی حالت میں؟۔

میں نے کہا: روزہ کی حالت میں۔

تو اس نے مجھے غور سے دیکھ کر کہا: بھائی! نیکوکاروں کی صحبتوں میں بیٹھنا اور بدکاروں سے بچنا اپنے اوپر لازم کرلیں۔ فخر ومباہات کے جوتے اپنے قدموں سے نکال پھینکیں، کبر ونخوت کی چادر اپنے مونڈوں سے دور کرلیں۔ ساتھ ہی یہ بھی کریں کہ خشوع کی جڑی بوٹی، آب قناعت، دوائے زہد، نقرۂ فقر، اور چوبِ صبر لے کر انھیں توکل کے ہاوَن میں کوٹیں، پھر انھیں قلق کی کڑاہی میں ڈال کر نیچے سے صدق وصفا کے درختوں کی خوشبودار لکڑیاں سلگا دیں، جب اُبال آنے لگے، تو آپ چمچہ معرفت سے اس میں حرکت دیتے رہیں، اگر آپ کو مزید حکمت کی طلب ہو تو اسے خشیت کی کریلنی سے ہلائیں، پھر انھیں فکر ونظر کے پیالوں میں انڈھیل کر اوپر سے استغفار کے پنکھوں سے انھیں ٹھنڈا کرلیں، اور صبح وشام پیا کریں۔ پھر مراقبہ کے پانی سے کلی کریں، اور جب گھٹا ٹوپ تاریکی پھیل جائے تو یوں دعا کریں:

يا من لا يطقع الرجاء .

یعنی اے وہ جو اُمید کی نیا ڈوبنے نہیں دیتا۔

کسی نے اس مفہوم کو شعر کے قالب میں یوں ڈھالا ہے ؎

يا رب أنت أمرتني و نهيتني ☆ وسلكت في طرق الضلالة والهدى
و علمت أني لا أفر من الذي ☆ قدرت لي إن كان خيرا أو ردي
وسلكت بي ما شئت للسر الذي ☆ في الخلق قد أخفيته يا سيدي

ودخلت في غير اختيار تحته ☆ فالعبد محكوم عليه و إن عدى
فاقبل بفضلک توبتي لک مخلصا ☆ فارحم فإني قد بسطت لک اليدا

یعنی اے پروردگار! تونے اپنے امرونہی کو مجھ پر آفتابِ نصف النہار کی مانند آشکار فرمادیا تھا، اورکاروبارِ حیات چلانے کے لیے ہدایت وضلالت کی دوراہیں بھی متعین کردی تھیں۔

اور مجھے اس بات کا یقین تمام حاصل تھا کہ اچھائی وبرائی میں سے جوبھی تونے میرے مقدر میں لکھ دیا ہے اس سے راہِ فرار ممکن نہیں۔

اوراے میرے مالک! تونے مجھے ان سربستہ رازوں پر اطلاع نصیب فرمائی جن کا دروازہ تونے دیگر مخلوقات کے لیے بند کررکھا تھا۔

اور میرے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے رہنا تو تیرے تحت قدرت ہی ہے۔
ہم تو نرے بندے ہیں، نافرمان ہوئے تب بھی حکم تو تیرا ہی چلنا ہے۔

میں اخلاصِ تمام کے ساتھ تیری طرف رجوع لاتا ہوں تو میری توبہ محض اپنے فضل سے قبول فرمالے۔ اورمیرے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرما کیوں کہ اب میرے ہاتھ تیری بارگاہ کی طرف اُٹھ چکے ہیں۔

یکے از صالحین سے منقول ہے کہ وہ اپنی مناجات میں کہا کرتے تھے :

إلٰهي، كيف أفرح و قد عصيتک؟ و كيف أحزن و قد عرفتک؟ وكيف أدعوک و أنا خاطي و كيف لا أدعوک و أنت كريم .

یعنی میرے مولا! میں کیسے ہنسوں جب کہ میں تیرا نافرمان ہوں۔ اورغم کیوں کر کروں جب کہ مجھے تیرا عرفان حاصل ہے۔ اورکیا منہ لے کر تجھ سے دعا مانگوں جب کہ میرا اِحرام ہستی گناہوں کی آلودگیوں سے اَٹا پڑا ہے۔ اور پھر تجھ سے نہیں تو کس سے دعا مانگوں! کیا کوئی تجھ سے بھی زیادہ کریم وسخی ہے؟۔

کسی شاعر نے خوب بات کہی ہے :

ذنوبي وإن فكرت فيها عظيمة ❁ و رحمة ربي من ذنوبي أوسع
و ما طعمي في صالح قد عملته ❁ و لكنني في رحمة اللّٰه أطمع

یعنی اگر میں اپنے گناہوں کا پوری دیانت داری سے حساب لگانا شروع کردوں پھر تو وہ بے شمار ہوں گے؛ لیکن جب اپنے مولا کی رحمت پر نگاہ دوڑاتا ہوں تو وہ میرے گناہوں سے کئی گنا زیادہ نظر آتی ہے۔

مجھے اپنے اعمال صالحہ کا نہ کوئی لالچ ہے اور نہ ان پر کوئی بھروسہ۔ سچی بات پوچھیں تو میری نگاہیں صرف اللہ کی عطا ورحمت پر جمی ہوئی ہیں۔

کسی دوسرے شاعر نے اسی مفہوم سے ملتا جلتا بند ہوں چسپاں کیا ہے :

إلٰهي أنت ذو فضل و من ❁ و إني ذو الخطايا فاعف عني
فظني فيک يا ربي جميل ❁ فحقق يا إلٰهي فيک ظني
يظن الناس بي خيرا و إني ❁ أشر الناس إن لم تعف عني

یعنی اے میرے پروردگار! تو ہی فضل واحسان کی بھیک دینے والا ہے، میں سراپا جرم وخطا ہوں؛ لہٰذا میری خطاؤں کو اپنے آب عفو سے دھل دے۔

میرے مولا! میں تیرے تعلق سے ہمیشہ حسن ظن ہی رکھا کرتا ہوں؛ لہٰذا اے میرے پروردگار! میرے حسن ظن کی تولاج رکھ لینا۔

لوگ مجھے کتنا اچھا سمجھے بیٹھے ہیں حالاں کہ اگر مجھے تیرے عفووکرم کی بھیک نہ ملی تو روے زمین پر موجود انسانوں میں مجھ سے زیادہ بدبخت اور کمینہ شاید ہی کوئی ہو۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عبد العزیز بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک غلام نے کسی جرم کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اسے اپنے دوبدو کھڑا کیا اور اس کو پیٹنے کا حکم جاری کردیا۔ غلام

گویا ہوا: میرے آقا! کیا آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی ایسا گناہ نہیں جس کی اس نے آپ کو کچھ مہلت دے رکھی ہو۔ آپ نے کہا: وہ کون سا گناہ ہے جس میں اس نے ڈھیل نہ دی ہو۔ تو غلام نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو مہلت دی ہے برائے کرم مجھے بھی مہلت ملنی چاہیے۔ آپ نے اس کی جان بخشی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا۔

غلام نے ایک بار پھر کسی غلطی کا ارتکاب کیا۔ آپ نے اپنے سامنے کھڑا کر کے اسے سزا دینے کا حکم دیا۔ تو غلام نے کہا: میرے آقا! کیا ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے دوبارہ اللہ کی نافرمانی کی ہو اور اس نے پھر آپ کو مہلت دے دی ہو۔ فرمایا: کیوں نہیں۔ عرض کیا: میرے آقا: آپ کو مہلت دینے والے کی قسم! مجھے ایک بار اور مہلت دے دیجیے۔ آپ نے پھر اسے معافی دے کر چھوڑ دیا۔

پھر وہ غلام تیسری بار کوئی غلطی کر بیٹھا۔ آپ کے سامنے اس کی پیشی ہوئی تو آپ نے اس کو سزا دینے کو کہا۔ اب وہ نظریں جھکا کر زمین کی طرف دیکھنے لگا اور کچھ نہ بولا۔ غلام کے آقا نے پوچھا: تمھیں کیا ہوا کہ آج تم وہ بات نہیں کہہ رہے ہو جو کہ اس سے قبل دہراتے رہے تھے۔ کہا: اے میرے آقا! اب حیا دامن گیر ہوگئی ہے کہ بار بار توبہ کر کے پھر اسی جرم کا اِعادہ کر بیٹھتا ہوں۔

اس کی ترجمانی شعر کے قالب میں یوں کی گئی ہے:

عصیت مولاک یا سعید ۞ ما ھٰکذا تفعل العبید
فراقب اللّٰہ و اتقیہ ۞ یا عبد سوء غدا الوعید

یعنی اے نیک بخت! تو اپنے کریم آقا کی نافرمانی کر بیٹھا!۔ کیا غلاموں کو ایسی حرکت زیب دیتی ہے۔

اے کم ظرف! اللہ کا خوف دل میں بٹھا اور اس کا تقویٰ اختیار کر۔ بس وہ کل آنے ہی والا ہے جب تجھ پر عذاب کے کوڑے برسنا شروع ہو جائیں گے۔

عطاؤ بخشش کی پُروائیاں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں اللہ رب العزت کی زیارت کی اور عرض کیا :

اللّٰھم اغفر لي، فقال: إن أحسنت فيما بقي غفرت لک فيما مضىٰ، و إن أسأت فيما بقي أخذت بما مضىٰ وما بقىٰ .

یعنی اے اللہ ! مجھے بخش دے۔ تو اس نے فرمایا: اگر اپنی بچی ہوئی سانسوں کو رِضاے مولا میں گزارنے کا وعدہ کرو تو تمہارے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اور اگر تمہاری بقیہ زندگی برائیوں کی نذر ہوگئی پھر تو گزشتہ وآئندہ دونوں پر زبردست مواخدہ فرماؤں گا۔

ایک مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے ایک نوجوان کو یہ کہتے ہوئے سنا :

یا قدیم الاحسان احسانک القدیم .

یعنی اے ہمیشہ سے احسان و انعام فرمانے والے! احسان کرتے رہنا تیری عادت ہے۔

مجھ سے رہا نہ گیا تو ایک دن میں نے اس سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ میں تمھیں ہمیشہ اسی ایک دعا کی تکرار کرتا ہوا پاتا ہوں۔ تو اس نے کہا: دراصل اس کی ایک بڑی انوکھی وجہ ہے، اور وہ یہ کہ میری عادت تھی کہ جب بھی کہیں کوئی دعوت یا شادی کا پروگرام ہوتا میں عورتوں کا روپ دھارتا اور خوب سج سنور اور ٹھن بن کر مٹکتا ہوا اُن عورتوں کے بیچ میں جا کر بیٹھ جاتا۔ اتفاق دیکھیے کہ ایک بار اَمیر شہر کے گھر شادی تھی، اور میں اپنی دیرینہ عادت کے مطابق (عورتوں کی شکل بنا کر) وہاں بھی پہنچ گیا۔ اب نہ معلوم کیسے اَمیر کے گھر سے کوئی ہیرا غائب ہوگیا۔

امیر نے جملہ عورتوں کی تلاشی لینے کا فرمان جاری کردیا۔ تو ان عورتوں نے اپنے

اپنے دوپٹے کھول کر دکھادیے (اور اپنی براءت ظاہر کردی) اب میرے پاس بجز اُس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ یہ دعا پڑھوں: ''**یا قدیم الاحسان احسانک القدیم**'' ۔ نیز میں نے اللہ کے لیے نذر مانی کہ اگر اس نے آج میری عزت پر پردہ رکھ لیا تو پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ تلاشی لینے والے مجھ تک پہنچے ہی تھے کہ لوگوں کے درمیان یہ اعلان ہونے لگا کہ بس کرو اَب بقیہ عورتوں کو ٹٹولنے کی حاجت نہیں موتی ہاتھ آ گیا ہے۔ کہا: اس دن سے توبہ کر کے میں نے اللہ سے عہد صادق کیا کہ اب پھر کبھی ایسی حرکت نہ کروں گا۔

اسی مفہوم کا شعر دیکھئے :

لاعدت أفعل ما قد كنت أفعله ☆ جهلا فخذ بيدي يا خير من رحما
هٰذا مقام ظلوم خائف وجل ☆ لم يظلم الناس لكن نفسه ظلما
فاصفح بعفوک عمن جاء معتذرا ☆ بذلة سبقت منه و قد ندما
مالي سقاک و لا علم و لا عمل ☆ فامنن بعفوک یا من عفوه كرما

یعنی نادانی میں میں جو کر دیا کرتا تھا اگر پھر میں اس کا اعادہ کر بیٹھوں تو اے بہترین رحم و کرم فرمانے والے! میری گرفت فرمالینا۔

اِس مظلوم، بزدل اور ڈرپوک کا عالم یہ ہے کہ یہ لوگوں کو تو اپنے ظلم کا نشانہ نہیں بناتا لیکن اس کا اَپنا نفس اس کے اوپر ظلم کے تیر برساتا رہتا ہے۔

لہٰذا جو بھی اقبالِ جرم کرتا اور ندامت کے آنسو بہاتا ہوا تیری بارگاہ تک آئے اسے اپنے آب عفو سے دھل کر پاک کردے۔

میں سراپا نقص وعیب ہوں اور علم وعمل کا کوئی پھول میرے دامن حیات میں موجود نہیں؛ لہٰذا اپنے عفو وکرم کی بارش فرما کر مجھے ممنون کر۔

ایک صالح درویش فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ایسا لگا جیسے قیامت قائم ہوگئی ہے، اور لوگ حساب وکتاب کے لیے ہانکے جارہے ہیں، اور میں ایک گروہ کے ساتھ ہوں

جو ہیرہ و جواہرات سے مرصع ہیں۔ ان خوش بختوں کا گزر ایک ساحل سمندر سے ہوتا ہے جہاں یہ بیٹھ جاتے ہیں، میں نے چاہا کہ میں بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاؤں تو وہ بولے: ہم سے دور رہو، کیوں کہ تم ہم میں سے نہیں، جاؤ دیکھو تمہارے یارانِ سیہ کار کہاں پڑے ہوئے ہیں!۔

میں وہاں سے ہٹ کر ابھی ذرا ہی دور چلا ہوں گا کہ میرا گزر کچھ ایسے لوگوں پر ہوا جو نور کی کرسیوں پر جلوہ گر تھے۔ میں نے ان کے ساتھ بیٹھ جانا چاہا۔ تو ان میں سے ایک نے کہا: ہماری مجلس میں نہ بیٹھو، جاؤ کہیں بروں کی صحبت تلاش کرلو!۔

پھر میں تھوڑا دور گیا تو کچھ ایسے لوگ ملے جن کے جسموں پر فرسودہ وآلودہ کپڑے پڑے ہوے تھے، اور ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ انھوں نے جب مجھے دیکھا کہا: اِدھر آؤ تم تو ہمیں میں سے معلوم ہوتے ہو، ہماری مجلس میں بیٹھ جاؤ۔ میں نے پوچھا: تم ہو کون؟ کہنے لگے: تمہارے برے دوست۔ اب میں اُن کے ساتھ بیٹھ کر معاملے کی نوعیت پر غور کرنے لگا۔

اتنے میں سرخ سونے کی ایک کشتی آئی، جس کے بادبان سبز ریشمی کپڑے کے بنے تھے، اور ایک منادی ندا کرتے ہوئے کہہ رہا تھا: یہ ان نیکوکاروں کی کشتی ہے جو دم سحر گڑگڑا کر اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگا کرتے تھے۔ تو ایک جماعت 'لبیک داعی ربنا سعدیک' کہتی ہوئی کھڑی ہوئی اور ہنستے مسکراتے خوشیاں لٹاتے اس پر سوار ہوکر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔

پھر سفید درخشندہ موتیوں کی بنی ایک کشتی آگے آئی، جس کے بادبان (بھی پہلی کی طرح) سبز ریشمی کپڑے کے بنے ہوئے تھے۔ اور ایک آواز لگانے والا پکار کر کہہ رہا تھا: انبیاے عظام کے وارثین علماے کرام کہاں ہیں۔ پھر وہ 'لبیک داعی ربنا سعدیک' کہتے ہوئے آگے بڑھے، حمد وشکر الٰہی بجالاتے اور خوش وخرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس

میں سوار ہوکر ہماری آنکھوں سے غائب ہوگئے۔

اب ساحل سمندر پر ہماری جماعت کے سوا کوئی اور باقی نہ رہا۔ ہمیں سخت قسم کا اضطراب لاحق ہوا، اور ہماری نبض ہستی غم والم سے ڈوبی جارہی تھی کہ اسی دوران سبز ریشمی بادبانوں والی سرخ یاقوت کی بنی ایک اور کشتی ہمارے سامنے آئی۔ میں نے جب بادبان پر غور سے دیکھا تو اس پر تحریر تھا :

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ .

یعنی میری رحمت نے ہر چیز کا اِحاطہ کر رکھا ہے۔

ساتھ ہی ایک پکارنے والا پکار کر کہہ رہا تھا: یہ لطف ورحمت کی کشتی ہے۔ گناہوں کی آلودگیوں میں اَٹے اور پیچھے رہ جانے والے کہاں ہیں؟ ادھر آئیں۔ پھر ہم اس کشتی پر توبہ کرتے اور مولا کی بخشش کا ذکر کرتے ہوئے سوار ہوگئے۔

ہم ابھی امید ورجا اور شکر وامتنان کی باتوں ہی میں لگے تھے کہ اتنے میں وادیِ عفوو غفران آگئی۔ پھر کریم منان کی طرف سے توفیق خیر نے ہمارا اِستقبال کرتے ہوئے کہا کہ تم بخشے گئے۔ پھر جو رازہاے سربستہ کھلے اور بارگاہِ ایزدی سے انعامات ملے (وہ ہمارے بیان سے باہر ہیں) اخیر میں ہم نے پروردگار عالم کے بے کراں احسان وکرم کا بے پایاں شکریہ ادا کیا۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابن یسار کو ان کے انتقال کے ایک سال بعد خواب میں دیکھا۔ جب سلام کیا تو انھوں نے مجھے جواب سے محروم رکھا۔

میں نے پوچھا: پس مرگ تم پر کیا بیتی؟ تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور کہا: میں بڑی بڑی دہشتوں اور شدید قسم کے زلزلوں سے دوچار رہوا۔

میں نے پوچھا: اس کے بعد پھر کیا ہوا؟ کہا: کریم سے کرم کے سوا اور کس چیز کی

توقع رکھی جاتی ہے!۔ اس نے ہماری نیکیوں کو شرفِ قبول عطا کر کے ہماری برائیوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا، اور ہمارے درجات بھی بلند کر دیے۔

اتنا سننا تھا کہ (بیدار ہوکر) حضرت مالک بن دینار نے سسکتے ہوئے ایک گہری سانس لی اور بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حجاج زاہد کو اس کے کسی دوست نے خواب میں دیکھ کر پوچھا :

في ترى حالک؟ فقال: الأمر سهل، و ما رأيت شيئا مما كنت أخاف منه و الحمد للّٰه .

یعنی کس حال میں ہو؟ کہا: سب کچھ ٹھیک ہے، اور دور دور تک کسی چیز کا خوف دامن گیر نہیں۔ اور ہر حال میں اللہ کا شکر ہے۔

حکایت ہے کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل اللّٰه بک؟ فقال: حاسبني و ناقشني حتى يئست، فلما رآني يئست تغمدني برحمته .

یعنی اللہ کا آپ کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ کہنے لگے: پہلے تو اس نے حساب لیا، پھر بحث و تکرار شروع ہوگئی جس سے مجھے سخت مایوسی دامن گیر ہوئی، پھر جب اس نے مجھے مایوس ہوتا دیکھا تو اس کی رحمت نے بڑھ کر مجھے اپنے دامن کرم میں چھپا لیا۔

حضرت احمد بن العربی فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حسن رازی کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگے: اپنے روبرو کھڑا کر کے کہا: اے گنہ گار بندے! تو نے ساری عمر بدکاریوں میں گزار ڈالی!۔

فقلت: يا سيدي، ما بلغني عنک هٰكذا، فقال: ما بلغک عني؟ فقلت: بلغني عنک انک كريم، و الكريم إذا قدر عفا،

فقال: خدعتني بقولک، فقلت: یا رب، هبني لمن شئت، فقال: اذهب فقد وهبتک لک .

میں نے عرض کیا: میرے آقا و مولا! مجھے تو تیرے بارے میں ایسی کوئی بات نہیں پہنچی تھی۔ پوچھا: تجھے کیا بات پہنچی تھی؟ میں نے کہا: مجھے تو تیری بابت یہ بتایا گیا تھا کہ تو بڑا کریم ہے، کریم کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ غلطیوں کو معاف کردیا کرتے ہیں۔ فرمایا: تم مجھے اپنی باتوں میں بہلا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! مجھے معافی عطا فرما۔ فرمایا: جا میں نے تجھے معاف کردیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کو بعد وصال خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل اللّٰه بک؟ فقال: أوقفني بين يديه، و قال لي: يا منصور، أتدري لم قد غفرت لک؟ فقلت: لا يا رب، فقال: انک جلست للناس يوما تحدثهم فأبکتهم، فبکى منهم عبد من عبادي لم يبک قط من خشيتي فغفرت له و وهبت کل من في المجلس له، و وهبتک فيمن وهبت .

یعنی اللہ کا آپ کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ کہا: مجھے اپنے آگے کھڑا کرایا اور فرمایا: اے منصور! پتا ہے میری بخشش تجھ پر کیوں مہربان ہوئی؟ کہا: نہیں مولا۔ فرمایا: ایک دن تم نے لوگوں کی مجلس میں ایسی گفتگو کی کہ لوگ بے ساختہ گریہ و بکا کرنے لگے، ان رونے والوں میں میرا ایک ایسا بندہ بھی شامل تھا جس نے میرے خوف سے اپنی پوری زندگی میں کبھی نہیں رویا تھا تو جہاں میں نے اس کو بخشا وہیں اس کے صدقے سارے اہل مجلس کو بھی بخش دیا اور انھیں بخشش یافتگان میں تو بھی ہے۔

بوڑھوں پر اِکرامِ خداوندی

حضرت احمد خواص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن اکثم کو پس وصال خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰه بک؟ فقال: أوقفني بين يديه، و قال لي: يا شيخ السوء تنسى تخاليطک الكثيرة فتحيرت، ثم قلت: يارب، ما بلغني هٰكذا، فقال: و ما بلغک عني، فقلت: يارب، سمعت في بعض الأخبار أنک قلت: من شاب شيبة في الإسلام استحيت أن أعذبه في النار . فقال: صدقت، يا ملائكتي اذهبوا بعبدي إلى الجنة .

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ کہا: مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا: اے بدکار بڈھے! تمہیں اپنی بیہودہ بکواسیں یاد نہ رہیں۔ تو مجھے بڑی حیرت ہوئی اور میں نے پوچھا: اے پروردگار! ایسی کوئی بات تو نہیں۔ فرمایا: تجھے میری بابت کیا پتا چلا تھا؟ کہا: اے رب! میں نے حدیث قدسی کی زبانی سنا تھا کہ تیرا فرمان ہے :

یعنی جو مسلمان بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے عذاب جہنم سے ہمکنار کرتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہوتی ہے۔

فرمایا: تیری بات سچی ہے۔ اور پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے اس بندے کو لے جاؤ جنت میں داخل کردو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، إني لأنظر إلى الشيخ في كل يوم صباحا و مساء و أقول له: يا عبدي، كبر سنک، و رق جلدک، و دق عظمک،

و حان قدومک علي، فاستحي مني فإني أستحي منک .

یعنی اے داؤد! میں شب وروز بوڑھے شخص پر اپنی خاص نگاہ رکھتا ہوں، اور اس سے کہتا ہوں: میرے بندے! تمہاری عمر دراز ہوگئی، تمہاری جلد کھردری ہوگئی، تمہاری ہڈیاں ناتواں ہوگئیں، اور میرے پاس آنے کا وقت بہت قریب آگیا، تو اب تو مجھ سے حیا کیا کر کیوں کہ میں بھی تم سے حیا کرتا ہوں۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ ایک دن لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ایک بوڑھا شخص داڑھی کو اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے اور آنکھوں کو اشکبار کیے ہوئے آپ کے پاس آیا اور کہا: اے شبلی! میرے، اپنے اور اپنے رب کے درمیان تقسیم کردے۔

میں نے پوچھا: کیا چیز؟ کہنے لگا: شبلی! جب جب میں نے کھڑا ہونا چاہا اس نے مجھے بٹھا دیا، جب اس کی جانب جھکنا چاہا مجھے ٹوک دیا، اور جب بھی میں نے اس کے دروازے کا قصد کیا اسے میں نے اپنے روبرو بند پایا؛ حالاں کہ میں کتنا دراز عمر ہو چکا ہوں۔ دیکھو میری ہڈیاں کمزور ہوچکی ہیں اور دوراندیشی کی قوت گھٹ گئی ہے۔ اب میرے قضیہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟۔

حضرت شیخ نے فرمایا: ہاں یاسیدی! یہی تو اپنا بھی معاملہ ہے۔ مزید ان سے فرمایا: بزرگوار! مجھے خود کوئی ایسا نوجوان درکار ہے جو مجھ سے میرے جرم وگناہ کا بوجھ اُتار دے۔ کیوں کہ میں اپنے اندر اس کے برداشت کی قوت نہیں پاتا۔ تو اب مرتا کیا نہ کرتا میں نے اسے اپنی ہی پشت پر لادلیا اور اب اس کو اُٹھانے سے عاجز ہوں۔

کسی نے اسے شعر کے قالب میں یوں پیش کیا ہے ؎

يا مالكي يا خالقي يا رزاقي ☆ يا من إليه تحركي و سكوني
إني ضعيف عن عذابک سيدي ☆ و مقصر عن حمل قبيح ذنوبي

یعنی اے میرے خالق و مالک پالنہار! اے وہ کہ جو میری حرکت وسکون کا مرکز ہے۔

میرے مولا! میں کسی طور تیرا عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یوں ہی اپنے گناہوں کی نحوست کا بوجھ ڈھونے سے بھی میں قاصر ہوں۔

فرماتے ہیں: چنانچہ شیخ نے عالم تعجب میں اپنا سر جھکالیا۔ اتنے میں ایک عورت اُٹھی اور کہنے لگی: یا سیدی! میں بھی یکے از خطا کاران وگنہ گاران ہوں بلکہ میرے گناہوں کا گراف تو اس شیخ سے بھی زیادہ بڑھا ہوا ہے مگر اس کے باوصف میں اس کے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لا دکر اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔

شیخ شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابھی وہ عورت اپنی بات پوری بھی نہ کر پائی تھی کہ مجلس میں ہاتف غیب سے کوئی آواز پھوٹی:

قد غفرنا لمن في المجلس كلهم لأجل هٰذة المرأة لحسن ظنها بنا .

یعنی اے شبلی! ہمارے ساتھ اس عورت کے حسن ظن کی بنیاد پر ہم نے سارے اہل مجلس کی خطاؤں کو بخش دیا۔

بزبانِ شعر؎

یا ذا المكارم و العلا إن ☆ یا ذا الجلال الأوحد
إن العصاة تجمعوا ☆ لوجود عفوک سيدي
قصدتک کل قبیلة ☆ فلمن يروح و يغتدي
حطو إلیک رحالھم ☆ يستشفعون بأحمد

یعنی اے کرم ورفعت کے حامل اور جلالت ووحدت کے مالک!

یا سیدی! عاصی تیرے عفو وکرم کی بھیک پانے کے لیے بھیڑ لگائے ہوئے ہیں۔

ہر قوم وقبیلہ کے لوگ تیرے بابِ رحمت کے قریب آ رہے اور جا رہے ہیں۔

اپنے کجاؤں کا رخ انھوں نے تیری طرف کرلیا ہے، اب وہ احمد مختار صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے طلب شفاعت کررہے ہیں۔

ایک مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے ایک لونڈی کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے ہوئے دیکھا اور وہ یہ دعا کررہی تھی: کیا تم سمجھتے ہو کہ میں مقبول ہوجاؤں گی اور میری لغزش معاف ہوجائے گی۔ میں نے اس سے پوچھا: تیرا جرم وقصور ہے کیا؟ وہ کہنے لگی: دراصل میں ایک بدکار عورت ہوں۔ ایک دن میں گھر سے باہر نکلی ایک اعرابی سے محوِ گفتگو تھی کہ اتنے میں کوئی غیبی آواز مجھ سے ٹکراتی ہوئی گزری کہ اے ملعونہ! تمہیں اللہ کے بندوں کو ورغلانے میں بڑی مہارت ہے۔

میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو کہا: میں 'رقیب' ہوں، میرے پاس جو تمہارا نامہ اعمال پڑا ہے اس میں کہیں کوئی نیکی نظر نہیں آرہی ہے، اس پر مستزاد یہ کہ تو نے اس بندے کے نامہ اعمال کو بھی برائیوں سے بھردیا۔ میں نے اس سے پوچھا: اگر میں توبہ کرلوں تو کیا وہ قبول ہوجائے گی؟ تو اس نے کہا: توبہ اور وہ بھی تم جیسی بدکار عورت کے لیے! ۔ پھر کیا تھا میں وقت وگھڑی کی پرواہ کیے بغیر اس بال والے پوشاک کو زیب تن کرکے نکل پڑی، اور میں نے کہا: شاید میری توبہ مقبول ہوجائے، کیوں کہ میں اس کی جانب ٹوٹ کر رجوع لائی ہوں۔

کہتے ہیں وہ ابھی مشغولِ کلام ہی تھی کہ پھر ایک ندائے غیبی آئی: ہم نے تمہارے توبہ کے ساتھ ساتھ تمھیں بھی قبول کرلیا۔ اتنا سن کر وہ سسکی، پھر ایک گہری سانس لے کر دنیا کو ہمیشہ کے لیے داغِ مفارقت دے گئی۔ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے۔

حضرت وہب بن وردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار طوافِ کعبہ کے دوران ایک عورت یہ دعا مانگ رہی تھی :

يا رب، ذهبت اللذات و بقيت التبعات، يا رب، مالک عقوبة إلا النـار، أما في عفوک ما يسعني يا أرحم الراحمين، قال: فما استتمت كلامها إلا و قائل يقول: قد غفونا و غفرنا لک .

یعنی اے پروردگار! اصل لذتیں تو اُٹھ گئیں صرف تبعات باقی رہ گئیں۔ مولا! تیری حکم عدولی تو دخولِ جہنم کا ذریعہ ہے۔ اے ارحم الراحمین! کیا تیرے دامن عفومیں اتنی گنجائش نہیں کہ مجھے اس میں پناہ مل سکے۔ فرمایا: ابھی اس نے اپنی دعابھی پوری نہ کیا تھا کہ ایک کہنے والا کہہ کر چلا گیا کہ ہم نے تجھے معافی دی اور تیرے گناہوں کوحرفِ غلط کی طرح مٹا دیا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: میرے ہمسائے میں ایک پولیس رہا کرتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوگیا تو لوگ اسے نمازِ جنازہ کی غرض سے میری مسجد میں لے کرآئے، تو میں نے اس کے ظلم وتعدی کو دیکھتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کردیااورکہا: اس کو میری نگاہوں سے دور کرو۔ لوگ لے کرچلے گئے اور اپنے طور پرنماز جنازہ پڑھ کراس کوتہ خاک دفن کردیا۔

اسی شب میں نے اپنے خواب میں دیکھا کہ وہ سبز قبے کے اندرموجود ہے۔ میں نے اس سے پوچھا: تم وہ فلاں شریرآدمی نہیں ہو؟ کہا: جی بالکل۔ میں نے پوچھا: پھر تمھیں یہ مقام کیسے ملا؟ کہا: آپ کے دھتکاردینے کی وجہ سے۔ کیوں کہ جب آپ نے منہ موڑلیا تواللہ جل جلالہ نے مجھ سے اپنی رحمت کاتعلق جوڑ دیااورفرمایا: دھتکارے ہوؤں کو پناہ دینا میری شان ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میراایک بڑاہی بدکاروگنہ گار ہمسایہ تھا۔ سارے پڑوسی اس کی ایذارسانیوں سے عاجز تھے۔ جب مجھے اس کی خبر پہنچی تو میں نے کہا: ایسا کروتم یہ شہرچھوڑکرکہیں اور چلے جاؤ۔ تو وہ کہنےلگا: میرا اَپنا نجی مکان ہے، میں اس سےنکل کرکہیں اورکیوں جانےلگوں!۔

تو میں نے کہا: اپنا مکان بیچ دو۔

کہا: اپنے وطن کے اندر موجود اس گھر کو کبھی فروخت نہیں کروں گا۔

میں نے کہا: ٹھیک ہے تو میں بادشاہ سلامت سے جا کر تمہاری شکایت کیے دے رہا ہوں۔

کہا: میں خود اس کے معاونین میں سے ہوں۔

تو میں نے کہا: میں تمہارے لیے بددعا کردوں گا۔

اس نے کہا: چلئے! اللہ تعالیٰ آپ سے کہیں زیادہ مجھ پر مہربان ہے۔

تو میں نے جیسے ہی بددعا کا قصد کیا، ہاتف غیب سے ندا آئی: اس کے خلاف آواز نہ اُٹھاؤ یہ یکے از دوستانِ من ہے۔

پھر میں اس کے درِ دولت پر دوڑتا ہوا آیا، اس نے مجھے دیکھ کر یہ سمجھا کہ میں اسے اس کے گھر سے نکالنے جارہا ہوں۔ تو وہ عذر خواہانہ انداز میں کھڑا ہوگیا۔

میں نے کہا: میں اس لیے نہیں آیا بلکہ میں نے تمہارے بارے میں ایسا ایسا سنا ہے۔ اب اس پر گریہ وبکا کی کیفیت طاری ہوگئی اور کہنے لگا: میں اپنی جملہ کوتاہیوں سے سچی توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا: آپ کے احوال کی شروعات کیسے ہوئی؟ فرمایا: اپنی جوانی کے عالم میں میں کھیل کود اور جفاکشی کا شوقین تھا۔ پھر ہوا یہ کہ قسمت کی یاوری سے ایک بار مجھے حج بیت اللہ شریف کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں ایک کشتی پر سوار تھا، اور ہم کوئی درمیانِ سمندر میں رہے ہوں گے کہ ہم میں سے کسی کا بٹوا غائب ہوگیا، ہم میں موجود ہر شخص سے تلاشی لی گئی، ہمارے ساتھ ایک نوخیز شخص بھی تھا جس کے رخسار ابھی ریش نا آشنا تھے، جب تلاشی لینے والے اس نوخیر کے پاس پہنچے

تو اس نے کشتی سے ایک جست لگائی اور سطح سمندر پر جا کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا :

اے میرے مولا! انھوں نے مجھے اپنی تہمت کا نشانہ بنایا ہے۔ اور اے قرارِ دل میں تیری قسم کھاتا ہوں کہ تو جملہ سمندری جانوروں کو حکم دے دے کہ وہ اپنے منہ میں موتی لے کر اپنا سر باہر نکال دیں۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابھی اس نوخیز کی بات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ ہم نے دیکھا کہ سمندر کے سارے جانوروں نے اپنا سر نکال دیا اور ان میں سے ہر ایک کے منہ میں چمکتی درخشانی بکھیرتی موتی موجود تھی۔ پھر اس نے ایک اور جست لگائی اور سطح آب پر نہایت خوش رفتاری سے چلنے لگا اور اس کی زبان پر جاری تھا: ”اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ“ .

پس مرگ بچوں کی کرامتیں

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ سے پوچھا گیا کہ ہمیں یہ بتائیں کہ آپ کے توبہ کا سبب کیا بنا؟ تو فرمایا: دراصل میں ایک پولیس مین (Police man) تھا، اور شراب خوری میری شرست میں داخل تھی۔ میری ایک لونڈی تھی، جس نے ایک خوبصورت بچی کو جنم دیا، جب وہ اپنے پاؤں زمین پر چلنے لگی تو اس کے اُلفت و پیار کی جڑیں میرے دل کے نہاں خانوں تک پہنچ گئیں اور وہ خود بھی مجھے ٹوٹ کر چاہتی تھی۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں شراب کے نشے میں دُھت تھا، اس بچی نے میرے پاس آنا چاہا، مگر میں نے غصے کی حالت میں اسے ایسا دھکا دیا کہ وہ گری اور گر کر وہیں مرگئی۔

پھر جب نصف شعبان کی رات (شب براءت) آئی، تو میں نشے کی حالت میں بے خبر سو رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ جیسے قیامت قائم ہو چکی ہے۔ اور ایک بلا کا دیوہیکل اَژدھا منہ پھاڑے میری طرف بڑھا چلا آرہا ہے، جب میں نے مارے دہشت کے اس سے راہِ فرار اختیار کرنا چاہی، تو اتنے میں میری نظر ایک خوش لباس وخوشبو پوش شیخ پر پڑ جاتی ہے۔

میں اُن سے اِستغاثۃً کہتا ہوں:۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔ برائے کرم مجھے اس اژدھے سے بچالیجیے۔ یہ سن کر شیخ رونے لگے اور فرمایا: مجھ سے ناتواں کی اس شہ زور اَژدھے کے مقابلے میں حیثیت ہی کیا ہے!، (معاف کیجیے گا، میں آپ کو اِس سے نہیں بچاسکتا)۔

پھر میں وہاں سے بھاگ کر ایک آتشیں بند کے پاس آیا، میں اس میں بس چھلانگ لگانے ہی والا تھا کہ کسی نے چیخ کر مجھ سے کہا: خدا واسطے یہاں سے لوٹ جاؤ کیوں کہ تم اِن میں سے نہیں۔ اس کی یہ بات سن کر میں وہاں سے پلٹ گیا۔ ادھر اژدھا مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتا چلا جارہا تھا، اور مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کروں تو کیا کروں۔

اسی اثنا میں میری وہ فوت شدہ بیٹی نمودار ہوئی اور کہنے لگی: بابا جان! قسم بخدا، آپ میرے باپ ہیں۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنا داہنا ہاتھ میری طرف بڑھایا جسے پکڑ کر میں جھول گیا، اور بایاں ہاتھ اَژدھے کو دکھایا تو وہ بھاگتا بنا۔ پھر اس نے مجھے بڑے چاؤ سے بٹھایا اور خود آکر میری آغوش میں بیٹھ گئی اور کہنے لگی: پدر بزرگوار!

اَ لَمۡ یَأنِ لِلَّذِینَ آمَنُوا أنۡ تَخۡشَعَ قُلُوبُهُم لِذِكرِ اللّٰهِ ۝ (سورۂ حدید: ١٦/٥٧)

ترجمہ: کیا ایمان والوں کے لیے (ابھی) وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لیے رِقت کے ساتھ جھک جائیں۔

میں نے اس سے کہا: حیرت ہے کہ تم اِتنا اچھا قرآن پڑھ لے رہی ہو؟ کہا: ہاں! ہمیں آپ سے کہیں زیادہ حروفِ قرآنی کی معرفت ہے۔

میں نے پوچھا: اچھا ذرا اُس اژدھے کے واقعہ کا پس منظر تو بیان کرو کہ وہ میری ہلاکت کا خواہاں کیوں تھا؟ کہا: ابا حضور! دراصل وہ آپ کا عملِ بد تھا جسے آپ نے اتنا شہ زور اور قوی بنادیا تھا۔

میں نے پوچھا: اچھا اَب ذرا اُس شیخ کی بابت کچھ بتاؤ جن سے میرا گزر رہوا تھا (مگر وہ میرے لیے کچھ نہ کرسکے تھے) کہا: وہ آپ کا عملِ خیر تھا جسے آپ نے نہایت نحیف ولاغر کررکھا تھا کہ عملِ بد کے مقابلے میں آنے کی اس میں قوت ہی نہ تھی۔

میں نے پوچھا: اب یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیا کرتی ہو؟ کہا: یہ سب دیکھئے ہم اہل ایمان کے بچے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پہاڑ پر بسا رکھا ہے، اب ہم سفارش کرنے کے لیے آپ لوگوں کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اب جب میری نیند کھلی تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، اور میرا پورا زاویۂ حیات بدلا ہوا تھا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

> يا داؤد، ليس كل الأولاد أولادا صالحاً، منهم ولد يسعر على والديه نارا، و ولد يشفع في أبويه فيدخله الجنة.
>
> يا داؤد، كم من مملوك عندي أقرب من سيده، و كم من ولد أطهر من أبيه.
>
> يا داؤد، إن السعيد عندي هو السعيد أبدا و ربما حال إلي الشقاوة، و إن الشقي عندي هو الشقي أبدا و لربما حال إلي السعادة، ثم لا راد لحكمي ولا دافع لقضائي.

یعنی اے داؤد! ہر اولاد نیک ہو ایسا کوئی ضروری نہیں۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے والدین کو جہنم کے ہاتھوں نیلام کردیتے ہیں۔ اور ان میں کچھ وہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے والدین کو دولت شفاعت سے بہرہ ور کر کے انھیں خلد آشیاں بنادیتے ہیں۔

اے داؤد! میری نگاہوں میں بہت سے غلام قرب کا وہ مقام پاچکے ہوتے

ہیں جو کہ ان کے آقاؤں کو بھی نہیں نصیب۔ اور بہت سی اولاد طہارت و پاکیزگی کے اعتبار سے اپنے باپ پر بھی بازی مارلے جاتی ہیں۔

اے داوٗد! میرے ہاں نیک بخت وہی ہے جس کی سعادت و نیک بختی دوام پذیر ہو اور (شیطان کے بہکاوے میں آ کر) شاذ و نادر کبھی بدبختی کا رخ کر لے۔ اور میرے ہاں بدبخت وہ ہے جو سدا شقاوت و بدبختی پر جما رہے، اور (توفیق خیر رفیق حال ہو جائے تو) کبھی نیک بختی کی طرف بھی مائل ہو جائے۔ پھر کون ہے جو میرے حکم کو (نفاذ سے) روک دے، اور میری آئی ہوئی قضا کو ٹال دے۔

قرآن حکیم کا فیضانِ بے کراں

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ ایک دائمی شراب خور میرے پڑوس میں رہا کرتا تھا۔ اس کے اِنتقال کے بعد میں نے التجا کی کہ اے اللہ! مجھے خواب میں اسے دِکھا۔ تو مدتوں بعد میری یہ التجا منظور ہوئی اور کوئی چھ سال کے بعد میں نے خواب میں اسے سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔

میں نے پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: یا سیدی! مرتے ہی مجھے جہنم رسید کر دیا گیا۔ پھر مجھ آتشی کوڑے برسائے گئے۔ ہر پیالے کے بدلے ایک ہزار ضربیں لگائی گئیں۔ اور (اُدھر دنیا میں) میں اپنی بیوی کو اُمید سے چھوڑ کر آیا تھا جس نے ایک بچہ کو جنم دیا، جب وہ بولنے لگا تو اس کی زبان سے ”لا الٰہ الا اللہ“ نکلنے کی دیر تھی کہ اللہ نے مجھے آتش جہنم سے آزاد فرما دیا۔

پھر جب وہ زندگی کی پانچویں بہار میں داخل ہوا، اور مکتب پہنچا تو استاد نے اس سے کہا پڑھو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس نے جب پڑھ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے مجھے جنت میں داخلے کا پروانہ جاری کر دیا اور اس کے اندر وہ نعمتیں عطا فرمائیں جس کا نہ کسی آنکھ نے مشاہدہ کیا ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔

حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشادِ عالی ہے :

ما من شفيع أفضل عند الله منزلة يوم القيامة من القرآن .

یعنی عرصہ محشر میں اللہ تعالیٰ کو قرآن کریم کی شفاعت سے بڑھ کر کسی کی شفاعت محبوب و مرغوب نہ ہوگی۔

نیز فرمایا :

خيركم من تعلم القرآن و علمه .

یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور پھر اس کو سکھائے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے ایک عجمی لونڈی خریدی (مگر وہ اپنی محنت ولیاقت سے) فصاحت و بلاغت میں عبور حاصل کر گئی۔

ایک دن اس نے آپ سے خواہش ظاہر کی: اے میرے آقا! مجھے سورۂ فاتحہ کی تعلیم دیجیے۔ تو آپ نے اس سے فرمایا۔ عجیب بات ہے! شام میں تو تم عجمی تھی اور اب صبح کو تم فصیحہ بن گئی۔ اس کے آقا نے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: یا سیدی! اصل میں گزشتہ شب میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ پوچھا: وہ کیا ہے؟۔

کہنے لگی: میں نے دیکھا کہ جیسے پوری دنیا آگ میں جھلس رہی ہو، مگر اس میں راہِ جنت کو جاتا ایک راستہ میرے لیے کھلا تھا، اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی کہیں سے اسی راستے پر آ گئے۔ یہودی انھیں دیکھ کر ان کے پیچھے لگ گئے۔ آپ ان سے مخاطب ہو کر بولے: میں نے تمھیں یہودی بنے رہنے کو تو نہیں کہا تھا، تو وہ دائیں بائیں اپنے چہروں کے بل آگ میں گر پڑے اور حضرت موسیٰ تنہا جنت میں داخل ہو گئے۔

یوں ہی حضرت عیسیٰ بھی اسی راہ پر نکل آئے، اور نصرانی ان کے پیچھے ہو لیے۔ آپ رکے اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے تمھیں نصرانی بنے رہنے کا حکم تو نہیں

دیا تھا۔ تو وہ بھی دائیں بائیں اپنے چہروں کے بل گر گر کر آگ کا ایندھن بن گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تنہا جنت کے اندر داخل ہو گئے۔

آپ سے لگے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی راستہ پر جلوہ افروز ہو گئے، اور آپ کی اُمت آپ کے پیچھے پیچھے تھی۔ آپ نے وقفہ کیا اور اپنی امت کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے ہی تمھیں حکم دیا تھا کہ اللہ رب العزت پر ایمان لاؤ تو تم اس پر ایمان لائے، تو اب خوف وملال کس بات کا! خوشیاں مناتے ہوئے جنت میں گھس جاؤ۔ یہ وہی جگہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ تو ساری اُمت آپ کے جلو میں داخل بہشت ہو گئی۔ مگر مجھے اور مزید دو عورتوں کو دروازۂ جنت پر روک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم سے پوچھا: کیا تمھیں قرآن پڑھنا آتا ہے؟ تو دروازے پر کھڑے فرشتہ نے (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) دو عورتوں سے کہا: کیا تم نے سورۂ فاتحہ پڑھا ہے؟ بولیں: جی ہاں۔ تو مالک جنت رضوان نے کہا: جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو اے آقا! اسی لیے میں آپ سے گزارش کر رہی ہوں کہ مجھے سورۂ فاتحہ سکھا دیجیے۔

حضرت ادریس حداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار حمزہ بن حبیب زیات کے پاس میرا جانا ہوا۔ انھیں عالم گریہ وبکا میں پا کر میں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میرے دوست! گزشتہ شب میں نے خواب دیکھا کہ جیسے قیامت برپا ہو گئی ہو۔ اہل قرآن کو طلب کیا گیا جن میں میں بھی شامل تھا۔ پھر میں نے کسی کہنے والے کو کہتے ہوئے سنا: جنت میں صرف وہی جا سکتا ہے جس نے قرآن پر عمل کیا ہو۔ تو میں وہاں سے پلٹ آیا۔

پھر کسی ہاتف غیبی نے میرا نام لے کر پکارا: میں نے کہا: 'لبیک اللھم لبیک'۔ چنانچہ میں ایک گھر میں داخل ہوا جہاں قراءتِ قرآن کا شور سنائی دے رہا تھا۔ تو میں سہما ہوا وہیں کھڑا رہا کہ اتنے میں پھر ایک منادی کی آواز سنی: اس میں ڈرنے کی کیا بات

ہے! چلو، سورۂ انعام پڑھ کر سناؤ۔

میں نے قرآن پڑھنا تو شروع کر دیا لیکن اس کی مجھے مطلقاً خبر نہ ہوئی کہ میں کس کے سامنے قرآن پڑھ رہا ہوں۔ جب میں اس آیت پر پہنچا: ''**وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوقَ عِبَادِهٖ**'' تو پردۂ غیب سے ایک آواز اُبھری: تو نے سچ کہا۔

جب میں نے پوری سورہ مکمل کر دی، تو مجھ سے پھر فرمائش ہوئی: اور پڑھو۔ چنانچہ میں نے سورۂ اعراف پڑھنا شروع کر دیا۔ اور اسے بھی ختم کر ڈالا، اور سجدہ کرنے کے لیے جھکنے لگا تو مجھ سے کہا گیا: اے حمزہ! سجدہ نہ کر۔ قرآن کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اہل قرآن کو اعزاز واکرام سے نوازا جائے۔ میرے قریب آ۔

میں قریب ہوا۔ پھر سونے کا ایک کنگن منگوا کر مجھے پہنایا اور کہا: یہ تمہاری قراءتِ قرآن کا صلہ ہے۔ ساتھ ہی سونے کا ایک پٹکا منگوا کر میری کمر میں باندھا اور کہا: یہ تمہاری خوش نغمگی کا بدلہ ہے۔ اخیر میں یاقوت جڑا ایک زریں تاج منگوا کر میری تاج پوشی کی اور کہا: یہ لوگوں کو قرآن سکھانے کا اِنعام ہے۔

اے حمزہ، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میرا یہ صرف تمہارے ہی ساتھ کوئی خصوصی برتاؤ نہیں، بلکہ تم سے اعلیٰ واَدنی ہر قرآن خواں کو میں اس قسم کے اعزاز سے نوازتا رہتا ہوں۔

اے حمزہ، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اس زبان کو کبھی بھی آگ کا عذاب نہ دوں گا جس سے قرآن کی تلاوت ہوئی ہو۔ اور نہ ایسے دل ہی کو جس نے اس قرآن کو اپنے اندر محفوظ کیا ہو، نہ ایسے کان کو جس نے اس قرآن کو سنا ہو، اور نہ ایسی آنکھ کو جس نے اس قرآن پر نگاہ کی ہو۔

حضرت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

إن في الجنة ما لا عين رأت، و لا أذن سمعت، ولا خطر على

قلب بشر، و إن الرجل من أهل الجنة ليتزوج باثنتي عشرة ألف حورية، يعانق كل واحدة منهم بمدة عمرة .

یعنی جنت میں وہ کچھ ہے جس کو کبھی کسی آنکھ نے دیکھا تک نہ ہوگا۔ جس کی بابت کسی کان نے سنا تک نہ ہوگا۔ اور نہ کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔ اور ایک جنتی مرد بارہ ہزار حوروں سے شادی کرے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ مدتوں ملتا رہے گا۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قسم بخدا! مجھے پوری تحقیق کے ساتھ یہ خبر پہنچی ہے کہ اہل بہشت اپنے آرام کدوں میں ہوں گے، اور ان پر ایسے انوار و تجلیات کا چھڑکاؤ ہوگا کہ جن سے ہشت بہشت 'نور بار ہوا ُٹھیں گی۔ جب ان کی نظر پڑے گی وہ اُسے نورِ الٰہی سمجھ کر سجدے میں گر پڑیں گے۔ معاً ایک آواز آئے گی: اپنی جبینوں کو سنبھالو، کیوں کہ یہ نورِ الٰہی نہیں جیسا کہ تم سمجھے بیٹھے تھے بلکہ یہ پھوٹنے والی روشنی دراصل اس لونڈی کا نور تھا جس نے اپنے جنتی شوہر کے چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ بکھیری تھی۔

حضرت ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں ایک کہنے والے شخص کو کہتے ہوئے سنا: اے ربیع! میمونہ حبشیہ جنت میں تمہاری رفیقہ حیات ہوگی۔

صبح ہوتے ہی میں نے اس کے بارے میں معلوم کیا تو مجھ کو بتایا گیا کہ وہ شام میں سکونت پذیر ہے، لہٰذا میں اسی ارادے سے نکل گیا، شام پہنچ کر میں نے دیکھا کہ وہ بکری چرا رہی ہے۔

میں نے اسے سلام کیا؟ تو اس نے کہا: اے ربیع! ہماری اجتماعی رہائش یہاں نہیں ہوگی۔

میں نے اس سے پوچھا: تمہارے کتے تو بہت ہیں مگر بکریاں کافی کم ہیں۔ تو اس نے کہا: وہ کتے نہیں بلکہ بھیڑیے ہیں۔

میں نے کہا: بکری اور بھیڑیے تم اکٹھے کیسے چرا رہی ہو (یہ دونوں تو کبھی یکجا نہیں ہوتے)؟ کہا :

أصلحت ما بيني و بين مولائي فأصلح الله ما بين الذئاب و الغنم .

یعنی جس طرح آپ نے میرے اور میرے آقا و مولا کے مابین تعلق استوار کر دیا اسی طرح اللہ نے بھیڑا اور بکریوں کے درمیان رشتہ خاطر پیدا فرما دیا ہے۔

حضرت اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرا قبیلہ ہاے عرب میں سے کسی قبیلہ میں جانا ہوا۔ اچانک میری نگاہ کسی باندی پر پڑی تو اس کے حسن سراپا نے مجھے رُک کر تکنے پر مجبور کر دیا اور میری زبان سے برجستہ نکل گیا: بڑا اقبال مند ہوگا وہ جس کا یہ نصیبہ بنے۔

اتنے میں ایک بدشکل شخص رونما ہوا اور اسے اپنی بانہوں میں دبا کر چلتا بنا۔ میں نے پوچھا: یہ تمہارا کون لگتا ہے؟ بولی: میرا رفیق حیات۔ میں نے پوچھا: کیا تم ایسا حسین و جمیل سراپا اس کے حوالے کرنے پر راضی ہو۔

اس نے کہا: یہ سب آپ کے کہنے کا کرشمہ ہے۔ شاید وہ میرے اور اللہ کے مابین حسن عقیدت کا رشتہ اُستوار کرنے میں بہترین رول ادا کرے، تو وہ میرے لیے باعث ثواب بن جائے گا۔ اور شاید میں اپنے اور اللہ کے درمیان ہفوات و معاصی کی مرتکب ہو بیٹھوں تو وہ میرے لیے سزا کا کوڑا بن جائے گا۔

یکے از صالحین سے حکایۃً نقل ہے کہ انھوں نے کسی زنانہ جنازہ کے پیچھے ایک مرد کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو اس سے پوچھا: میرے دوست! اس کا تمہارے ساتھ کیا رشتہ تھا؟ کہا: میری بیوی تھی۔ میں نے پوچھا: تمہاری صحبت میں اسے کتنی مدت رہنا نصیب ہوا؟ کہا: چالیس سال۔

میں نے پوچھا: اس کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کا سبب کیا بنا؟ کہا:

میں یحییٰ بن نعیم کی مسجد میں کثرت سے نمازیں پڑھا کرتا تھا۔ بسا اوقات جب میں مسجد سے باہر نکلتا اس پر نظر پڑ جاتی، پھر میں دھیرے دھیرے اس کے دل میں اُترتا گیا اور وہ آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بناتی گئی۔

پھر ایک دن وہ بھی آیا ہم ایک دوسرے کے ساتھ سلک ازدواج میں گندھ گئے۔ جب یہ میرے ساتھ گھر میں داخل ہوئی۔ میں نے پوچھا: اس ذات کا بدلہ کیسے چکایا جائے جس نے ہمیں یکجا کیا اور ہمیں اجتماعی زندگی گزارنے کی توفیق دی۔ بولی: ایسا کرتے ہیں کہ آج کی شب دونوں تا دمِ سحر جاگ کر اس کو سجدۂ شکر کا نذرانہ پیش کرتے ہیں؛ لہٰذا ہم نے ویسا ہی کیا۔

نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد وہ عرض کناں ہوئی: اس ہستی کا شکریہ کیسے ادا کیا جائے جس نے ہمیں حرام نہیں بلکہ حلال طریقے پر یکجا ہونے کا شرف بخشا۔ میں نے کہا: ایسا کیوں نہ کریں کہ آج کا دن شکرانۂ مولا میں روزے سے گزاردیں۔ چنانچہ ہماری چالیس سالہ زندگی کے شب وروز کا یہی معمول رہا۔ (تو ایسی وفا شعار بیوی کی موت پر اگر نہ رووٗں تو کب رووٗں!)

ایک مردِ درویش کا کہنا ہے کہ میں نے ایک بزرگ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا:

> **ما فعل اللّٰه بک؟ قال: أدخلني الجنة، قلت: أي الأعمال أفضل عندهم، قال: التوكل، و قصر الأمل.**
>
> یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: مجھے سیدھا جنت میں داخل کردیا۔ میں نے پوچھا: عالم برزخ میں سب سے زیادہ کس چیز کی مانگ ہے؟ فرمایا: توکل، اور کم سے کم خواہش کی۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسلسل ستر صبحیں اللہ کے ساتھ

شوقِ مناجات میں گزار دیں، اور اس بیچ کوئی چیز اپنے منہ کے قریب نہ لے گئے۔ پھر جب شدت بھوک نے آپ کو تڑپانا شروع کیا تو سلسلہ مناجات منقطع ہوگیا جس کے غم میں آپ بیٹھ کر گریہ وبکا کرنے لگے۔

اتنے میں ایک شیخ حاضر ہوئے جن سے حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اے شیخ! میرے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرما دیں کیوں کہ میں اس کے ساتھ مناجاتِ خاص کی حالت میں تھا اتنے میں مجھ پر بھوک کا حملہ ہوا اور پھر وہ حالت جاتی رہی۔ یہ سن کر شیخ نے کہا :

اللّٰهم إن كان الأكل خطر ببالي منذ عرفتک فلا تغفر لي .

یعنی اے اللہ! جب سے مجھے تیرا عرفان نصیب ہوا ہے اس کے بعد سے اگر کبھی بھوک تعلق باللہ کی راہ میں حائل ہوئی ہو تو مجھے دولت بخشش سے محروم رکھنا۔

اہل اللہ کی کرامتیں

حضرت عبد اللہ کنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک فقیر میرے پاس روتا ہوا آیا۔ میں نے اس کے احوال پوچھے، تو وہ کہنے لگا: دس دن میں نے اس عالم میں گزارے کہ کھانے کا ایک لقمہ منہ میں نہ گیا۔ کچھ لوگوں سے میں نے بھوک کی شکایت کی، (مگر انھوں نے سنی ان سنی کر دی)، پھر کسی گلی سے میں گزر رہا تھا کہ راستے میں ایک درہم پڑا پایا فوراً اُٹھا لیا، اور اس کے اوپر یہ تحریر تھا :

أما كان اللّٰه عالماً بجوعک حين قلت : إني جائع .

یعنی کیا اللہ تعالیٰ کو تیرے بھوکے ہونے کا علم نہ تھا کہ تو نے لوگوں کے سامنے اس کا اعلان کیا۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے اوپر ہر قسم کے دروازے کو بند کر کے بارہ دن مسلسل خلوت گزینی میں بسر کر دیے، چنانچہ

آپ پر بھوک کا غلبہ ہوا، اور تلاش رزق میں نکل پڑے۔ ایک یہودی کے دروازے پر پہنچے جہاں پر ایک کتا بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت بایزید دروازے پر کھڑے ہو کر سوال کرنے لگے۔ یہودی نے آپ کی طرف ایک روٹی پھینکی، جیسے ہی آپ نے اسے پکڑا کتا آپ کے چہرے پر جھپٹ پڑا۔

آپ نے فرمایا: کتے! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ روٹی ایک ہے اور کتے دو، لہٰذا آدھی میری اور آدھی تمہاری۔ یہ کہتے ہوئے نصف روٹی اس کی طرف پھینک دی اور خود اس پر سوار ہو گئے۔

کتے نے کہا: آپ کے خالق کی قسم! آپ نے مجھ سے کیوں نہیں مانگا میرے مالک کے سامنے دست سوال پھیلانے کی آپ کو کیا ضرورت پڑ گئی تھی۔ حضرت بایزید نے فرمایا: اے اللہ! اس کتے کو بولنے کی قدرت عطا فرما دے، چنانچہ وہ کتا قوتِ نطق پا کر مجھ سے گویا ہوا: سات سال کا طویل زمانہ گزر گیا، اور میں اس یہودی کے دروازے سے کبھی نہیں ہٹا اور نہ ہی میرے دل میں کبھی کسی طمع وحرص کا خیال گزرا، اگر اس نے کبھی کچھ ڈال دیا، کھا لیا، اور نہ دیا تب بھی اس کے در سے منہ پھیر کر کہیں اور کا رخ نہیں کیا۔ اور آپ ہیں کہ بارہ دن تک اپنے آقا کے در پر جمے رہے پھر اس در کو چھوڑ کر ایک یہودی کے دروازے پر آ کھڑے ہوئے، تو اس (رب) نے آپ کو میرے پاس بھیج کر دراصل ادب سکھوانا چاہا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ حضرت بایزید چیخے اور چہرے کے بل زمین پر آ رہے۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ تین دن تک بلا کھائے پیے رہ گئے۔ ایک دن اپنی بہن سے کہا: کسی ہمسائے کا دروازہ کھٹکھٹا کر دیکھو۔ وہ گئیں اور جا کر کہا: میرا بھائی سفیان تین دن فاقہ کر کے جاں بلب ہو گیا ہے، تمہارے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس سے انھیں کچھ قوت پہنچائی جا سکے؟ بولے: ہم تو پانچ دن کے فاقے سے گزر رہے ہیں، چنانچہ میں نے دوسرے دروازے پر آواز لگائی۔ وہ لوگ بولے کہ ہم تو سات دن کے فاقوں سے ہیں۔ پھر ہاتف غیب نے کہا: اے سفیان! اگر ہم سے محبت کا دعویٰ ہے

تو آزمائش پر صبر کرنا سیکھ، ورنہ ہم سے اپنا رشتہ خاطر منقطع کر لے۔

حکایت ہے کہ کسی کا عرصہ حیات تنگ ہوگیا تو اس نے اپنے ایک دوست سے تنگ دستی کا شکوہ کیا۔ چنانچہ اس کے دوست نے خواب دیکھا جس میں ایک کہنے والا کہہ رہا تھا: اپنے دوست سے جا کر کہہ دو اگر ہمارے فرمان وحکم پر راضی رہ سکتے ہو تو رہو ورنہ ہمارے قرب سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بغداد کے کوچے سے گزر رہا تھا کہ اچانک نگاہ ایک لونڈی پر جا رُکی، جو راہ سے لگے گریہ وبکا کر رہی تھی۔

میں نے پوچھا: کیوں رو رہی ہو؟ کہا: یاسیدی! سات دن گزر گئے اور اب تک کسی کھانے سے ملاقات نہیں ہوئی۔

میں نے اپنے ایک شاگرد کو کہا تو اس نے بازار سے جا کر کچھ کھانا خرید لایا اور اسے کھلا پلا دیا۔ پھر میں وہاں سے پلٹ آیا۔ رات ہوئی تو میں نے خواب دیکھا کہ وہ آسمان سے اُتر رہی ہے۔

میں نے پوچھا: کہاں سے آرہی ہو؟ کہا: اُس کے پاس سے۔

میں نے پوچھا: وہاں تمہارا کیا کام تھا؟ بولی: آپ کو اس سے بخشوا کر آرہی ہوں۔

میں نے کہا: اگر یہ خواب سچا ہوا تو وہ کل مردہ ملے گی۔ جب صبح ہوئی تو واقعتاً وہ مردہ جان پڑی تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قیامت کے دن ایک آواز لگانے والا پکار کر کہے گا:

أين الذين أكرموا الفقراء و المساكين في الدنيا، ادخلوا الجنة لا خوف عليكم اليوم و لا أنتم تحزنون.

یعنی فقرا و مساکین کو دنیا میں عزت دینے والے اور ان کا خیال رکھنے والے

کہاں ہیں، آئیں اور جنت میں داخل ہو جائیں۔ آج ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی کوئی غم۔

کسی صالح کامل کا قول ہے کہ میں نے احمد بن طولون کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: جب میری روح قبض کی گئی، ایک بے مروّت ہانکنے والا مجھے لے کر جہنم کے اوپر سے گزرا، دروازہائے جہنم کھول دیے گئے اور اس کا دھواں اوپر اُٹھنے لگا۔ مجھے شدید خوف لاحق ہوا اور اپنی ہلاکت یقینی نظر آنے لگی۔

اتنے میں خوشبوؤں میں بسی ہوئی ایک خوبرو لونڈی میرے پاس آکر بولی۔ اے احمد! ڈریے نہیں، میں آپ کی آزادہ کردہ ہوں۔ پھر وہ میرے اور آگ کے درمیان کھڑی ہوگئی، اور شعلوں کا رُخ بدل گیا۔

میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: آپ کا صدقہ جو کہ آپ دائیں اور بائیں خفیہ طور پر دیا کرتے تھے۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک منادی نے ندادی: باب المغفرۃ کے ذریعہ اسے جنت میں داخل کر دو۔ چنانچہ میں جنت میں پہنچ گیا، اور اس وقت میں کیسا ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو۔........

یکے از صالحین نے فرمایا: میرا ایک بھائی انتقال کر گیا۔ خواب میں دیکھ کر میں نے پوچھا:

يا أخي، كيف ترى حالك حين وضعت في قبرك؟ قال: يا أخي، أتاني بشهاب من نار، فلو لا أن دعا داعٍ لي لهلكت.

یعنی اے بھائی! جب تمھیں قبر میں رکھا گیا اس وقت تمہاری حالت کیا تھی؟ کہا: اے بھائی! ایک آتشیں گولہ میرے پاس لایا گیا۔ وہ تو اچھا ہوا کہ کسی دعا کرنے والے نے دعا کر دی؛ ورنہ میری ہلاکت تو یقینی تھی۔

کسی شاعر نے بڑی اچھی بات کہی ہے۔

تیقنت أني مذنب و محاسب ☆ ولم أدر مجروم أنا أو معاقب
و ما أنا إلا بين الأمرين واقف ☆ فأما سعيد أم بذنبي مطالب
وقد سبقت مني ذنوب عظيمة ☆ فياليت شعري ما تكون العواقب
فيا منقذ الغرقى و يا كاشف البلا ☆ ويا من له عند الممات مواهب
أغثنا بغفران فإنک لم تزل مجيبا ☆ لمن ضاقت عليه المذاهب

یعنی مجھے اپنے گنہ گار وخطا کار ہونے کا یقین ہے؛ لیکن مجھے یہ نہیں معلوم کہ اس جرم کی پاداش میں میرے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جائے گا!۔

دو اَمروں کے درمیان میں کھڑا ہوں، یا تو سعادت مند ہوں گا یا پھر اپنے گناہوں کی وجہ سے ماخوذ ومعتوب۔

اور یقیناً میں بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہوں، تو اے کاش! میں آخرت کی سزاؤں سے بچ جاتا۔

تو اے ڈوبتوں کو پار لگانے والے، اور بلاؤں کو چھانٹنے والے! اور اے وہ جو دمِ نزع اپنی نوازشات سے نوازتا ہے۔

ہمیں تیرے عفو وغفران کا تعاون درکار ہے۔ اور جب بھی کسی پر کوئی مشکل کی گھڑی آئی تو اس نے اس کی دعا کو شرفِ اجابت سے نوازا ہے۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے

حضرت مغیث بن شیبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دمِ نزع مجھے میری والدہ نے نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا! جب میری تدفین سے فارغ ہو تو میری قبر پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہو :

يا أم شيبة قولي لا إله إلا الله .

یعنی اے ام شیبہ کہہ لا الٰہ الا اللہ۔

وصیت کے مطابق میں نے ویسا ہی کیا اور گھر پلٹ آیا۔ رات ہوئی تو خواب دیکھا کہ میری ماں مجھ سے فرما رہی ہیں: بیٹے! اللہ میری طرف سے تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اگر تیرے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین نہ ہوئی ہوتی تو شاید میں ہلاکت کے گھاٹ اُتر گئی ہوتی۔

یکے از صالحین کا قول ہے کہ ایک شخص بیابان میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ اس نے محراب میں سات پتھر نصب کر رکھے تھے، جب نماز سے فارغ ہوتا پتھروں سے کہتا: اے پتھرو! میں تمھیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ پسِ انتقال اسے خواب میں دیکھ کر میں نے اس کے احوال پوچھے، تو کہا: مجھے جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گیا، چنانچہ میں جہنم کے دوسرے دروازے تک لایا گیا، کیوں کہ دیگر دروازوں کو اُن پتھروں نے بند کر رکھا تھا، اس طرح جہنم کے دروازوں پر لے کر مجھے پھرتے رہے مگر جہنم کے ساتوں دروازوں کا پتھروں نے راستہ بند کر دیا تھا۔

حضرت عبداللہ واحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن میں نے واعظ قشیری کی مجلس میں شرکت کی کہ شاید ان کی صحبت اور ان کے وعظ و نصیحت میرے لیے مفید ثابت ہوں، اور ان کی ہر بات کو میں رنگ عمل دینے کی کوشش کروں۔ کہتے ہیں کہ ابھی وہ وعظ فرما ہی رہے تھے کہ مجھ پر غلبہ نیند طاری ہوا اور میں وہیں مجلس میں ڈھیر ہو گیا۔

میں نے دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے، اور لوگوں کی حساب و کتاب کے لیے پیشی ہو رہی ہے۔ لوگوں سے حساب لیا گیا، کچھ تو نجات پا گئے اور کچھ ہلاکتوں کی نذر ہو گئے۔

اتنے میں امام قشیری کے حساب کی باری آ گئی کہ جن کی مجلس میں میں بیٹھا محو سماعت

تھا، ان سے بھی حساب لیا گیا، مگران کا دامن بہت سی آلودگیوں سے داغدار پایا گیا، نتیجے میں انھیں سوئے جہنم لے جانے کا حکم ہوگیا، دوزخی فرشتوں نے انھیں دبوچ لیا اور انھیں لے کر چل پڑے۔

اِرشادِ خداوندی ہوا: میرے بندے کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ انھوں نے اللہ کے روبروپیش کردیا۔ اللہ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تم لوگوں کو میرے ذکر کے لیے اکٹھا کرکے انھیں میری رحمتوں کی خوشخبری نہ دیتے تو آج جہنم کے دہکتے ہوئے انگارے تمہارا استقبال کرتے۔ پھر حکم ہوا کہ میرے اس بندے کو جنت میں داخل کردو۔ جب میں بیدار ہوا تو خواب کی وجہ سے مجھ پر ہراس وکپکپی طاری تھی۔ اور حضرت قشیری سریرآرائے منبر ہوکر یہ اشعار گنگنا رہے تھے :

حاسبونا فدققوا ☆ ثم منوا فاعتقوا
هٰكذا سيمة الملو ☆ ك بالمماليك يرفقوا
إن قلبي يقول لي ☆ و لساني يصدق
كل من مات مسلما ☆ ليس بالنار يحرق

یعنی ہمیں حساب کی صلیب پر چڑھایا گیا اور جھنجھوڑ دیا گیا، پھر ابر کرم برسا اور ہم آزاد ہوگئے۔

آقاؤں کی یہی شان ہوتی ہے اور وہ اپنے ماتحتوں پر یوں ہی رفق ومروّت کا مظاہرہ کیا کرتے ہیں۔

میری فراست گواہی دے رہی ہے اور زبان اس کی تصدیق کررہی ہے کہ جسے بھی ایمان کی حالت میں مرنا نصیب ہوا، آتش جہنم کبھی اسے جلا نہیں سکتی۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک بار میں کہیں سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک عورت کو اپنے سر پر ایک میت اُٹھائے دیکھا جس پر لوگ پتھر برسا رہے

تھے۔ میں نے پوچھا: اس کے ساتھ تمہارا کیا تعلق ہے؟ کہا: میرا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نہایت نافرمان تھا اور خلق خدا کی ایک ذرا شرم اس کے اندر نہ تھی۔

میں نے کہا: لاؤ ذرا میں بھی تمہارا ہاتھ بٹا دوں، چنانچہ میں نے بھی کاندھا دیا، اس کے لیے ایک قبر کھودی اور اسے لٹا دیا، تدفین سے فراغت کے بعد میں نے اسے ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی تلقین کی۔ جب تلقین کر دی تو اس عورت نے کہا: اے ابراہیم! مجھ سے آڑ کر لو، چنانچہ میں ایک دیوار کے پیچھے چلا گیا۔ اب اس کی ماں اٹھی اور قبر سے اپنے سینے کو لگایا اور اس پر اپنے رخسار ملتے ہوئے گویا ہوئی: کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تمہارا حشر کیا ہوا اور تم سے کیا کہا گیا۔ پھر وہ وہاں سے اُٹھ کر چلتی بنی۔

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں: جب وہ چلی گئی تو میں قبر کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کچھ پڑھنے لگا، اتنے میں نیند کا ایک جھونکا آیا اور اس نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا۔ اب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص آئے اور قبر کو شق کر دیا، اس میں اُترے اور میت کو بٹھایا، ان میں سے ایک نے اس کی آنکھ سونگھ کر کہا: بڑی خائن و بے باک آنکھ ہے جسے کبھی خشیت الٰہی میں رونا نصیب نہ ہوا۔ پھر اس کا ہاتھ چھوتے ہوئے کہا: عیب دار ہاتھ جو اچھائیوں سے بدکتا رہا۔ پھر اس کا پیٹ سونگھ کر کہا: پورا پیٹ حرام خوریوں سے بھرا ہوا ہے حلال کا کوئی نوالہ نظر نہیں آ رہا۔ پھر اس کی شرم گاہ سونگھ کر کہا: یہ تو تا حیات اللہ کی نافرمانیوں میں مشغول رہی۔

اب اپنے دوسرے ساتھی سے پوچھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ کہا: دیکھیں اس کے لیے کیا پیغام ہے، چنانچہ ایک لمحے کے لیے غائب ہوا پھر آکر کہا: اللہ تعالیٰ بڑا کریم ہے اُس نے اِس کے سارے گناہوں کو آب عفو و غفران سے دھل دیا ہے۔

دوست نے پوچھا: وہ کیوں کر؟ کہا: اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے، میں نے تو اس سے

تفصیلات بتادی تھیں کہ اے پروردگار ہم نے اسے ایسا ایسا پایا ہے۔ تو فرمایا: کیا تو نے اس کا دل بھی سونگھا تھا؟ میں نے کہا: نہیں۔ فرمایا: اس کے دل کے ایک گوشے میں توحید کی شمع فروزاں تھی، مخلوق نے جب اس سے قطع تعلق کرلیا تو میں نے اپنا تعلق اس سے جوڑ لیا تھا، اور وہ اس کے متعلق میری رحمت سے مایوس ہو چلے تھے جب کہ میں نے اس پر اپنی نگاہِ رافت و مروّت ڈال دی تھی جس کے باعث اس کی مغفرت یقینی ہوگئی۔

کسی نے شعر میں اسے یوں ڈھالا ہے۔

ما من إذا أبصرني معرضا ☆ و ليس فعلي عنده مرتضى
لي رحمة التوحيد لا غيرها ☆ وهي لقد تدخلني في الرضا
ما حيلتي إلا الرجا يا سيدي ☆ فاعف بفضل منک عما مضى

یعنی اے وہ ذات کہ جب مجھے اس کی جناب میں پیش کیا گیا اور میرے اعمال ایسے نہ تھے جو اسے راضی کر پاتے۔

فقط توحید کا ایک گل دامن وجود میں لگا ہوا تھا جس نے مجھے چمن رضا و خوشنودی میں داخل کردیا۔

میرے پروردگار! میں امید و رجا کا ہاتھ بڑھانے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہوں؛ لہٰذا محض اپنے فضل وکرم سے میرے گزشتہ گناہوں کو پروانۂ معافی عطا کردے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:

یا موسیٰ، لولا من يقول لا إله إلا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ما نزلت من السماء قطرة، ولا نبت شيء في الأرض ورقة . يا موسیٰ، إني آليت على نفسي من قبل أن أخلق السماوات والأرض أن من مات وهو يشهد أن لا إلٰه إلا اللّٰه وحده لا

شریک له و أن محمدا عبده و رسوله صادقاً من قلبه، کتبت له براء ة من النار، و أدخلته الجنة بغیر حساب .

یعنی اے موسیٰ! کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ورد نہ ہو تو نہ آسمان سے (بارش کی شکل میں) کوئی قطرہ برسے اور نہ زمین سے کوئی پتہ اُگے۔ اے موسیٰ! زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے ہی میں نے اپنے اوپر اس چیز کو لازم قرار دے دیا تھا کہ جو شخص بھی اخلاص قلب کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے کر دنیا سے رخصت ہو، جہنم سے براءت کا اعلان کر کے اسے بلاحساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔

والدین کی نافرمانی اور اس کا انجام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عہد رسالت میں علقمہ نامی ایک شخص تھا، بڑا اجہادی اور صدقہ وخیرات کرنے والا۔ کسی مرض نے اس پر حملہ کیا اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، چنانچہ اس نے اپنی اہلیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ! میرا شوہر علقمہ عالم نزع میں ہے، میں نے چاہا کہ اس کی حالت پر آپ کو مطلع کر دوں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا: ہمیں اس کے پاس لے چلو۔

آپ نے وہاں پہنچ کر پوچھا: اے علقمہ! تم خود کو کس حال میں پاتے ہو؟ ان سے کچھ بولا نہ گیا، چنانچہ آپ نے انھیں کلمہ شہادت کی تلقین کی، یہ بھی ان سے ادا نہ ہوسکا۔ جب ان کی موت کے آثار یقینی طور پر نظر آنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اہلیہ سے پوچھا: کیا اس کے والدین حیات سے ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! باپ تو بہت پہلے انھیں داغِ مفارقت دے گئے، تاہم ان کی بوڑھی ماں تاہنوز حیات سے ہیں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں بلوایا۔ حاضر ہوئیں تو آپ نے فرمایا: ہمیں علقمہ کے بارے میں کچھ بتاؤ؟ کہا: یارسول اللہ! وہ صوم وصلوٰۃ اور صدقہ وخیرات کا تو بڑا پابند تھا، لیکن میں اس سے ناراض ہوں، وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مجھ سے بڑھ کر عزت دیتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چلو اب لکڑیاں اکٹھی کرو تاکہ علقمہ کو جلتی آگ میں پھونک دیا جائے۔ ان کی ماں نے کہا: یارسول اللہ! میرے لختِ جگر نورِ نظر کو آپ نذرِ آتش فرمانے کی بات کررہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے ام علقمہ! دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کوئی معنی نہیں رکھتا، اور اللہ کا عذاب بڑا دردناک ہوا کرتا ہے۔ اور آپ یہ جان لیں کہ جب تک آپ راضی نہ ہوں اللہ ان سے راضی ہونے والا نہیں، اور آپ کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے ان کے روزہ ونماز اور صدقہ وعبادات انھیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

کہا: یارسول اللہ! میں اللہ ورسول کو گواہ بناکر کہتی ہوں کہ اب میں اس سے راضی ہوں۔ چنانچہ آپ علقمہ کے پاس آئے اور پھر اسے کلمہ شہادت کی تلقین کی تو اب انھوں نے اپنی زبان سے اَدا کیا اور پھر اسی لمحے روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ اور تجہیز وتکفین کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

حضورِ اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:

يا معشر المهاجرين و الأنصار، من فضل زوجته على أمه لم يقبل اللّٰه منه صرفا و عدلا.

یعنی اے جماعت مہاجرین وانصار! سن لو جو بیوی کو اپنی ماں پر فوقیت دے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے خیرات وعبادات کو کبھی قبول نہ فرمائے گا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت ابوذر رضی اللہ

عنہ سے فرمایا: آؤ چلو ذرا غریبوں کی خبرگیری کر لی جائے۔ حضرت ابوذر نے پوچھا: یارسول اللہ! غربا سے آپ کی کیا مراد؟ فرمایا: وہی جنھیں کوئی دیکھنے نہیں جاتا۔ کہا: یارسول اللہ! شاید آپ کی مراد 'مردے' ہیں۔ فرمایا: ہاں۔

ہم اُٹھے اور قبرستان جا پہنچے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر پر جا کر رُک گئے اور شدید گریہ وبکا فرمایا۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ! کس چیز نے چشمانِ نبوت کو پرنم کر دیا؟ فرمایا: اے ابوذر! دراصل اِس قبر کے مردے پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ میرا ایک امتی ہے۔

حضرت جبرئیل امین اُترے اور فرمایا: اے محمد! آپ کا رونا سن کر فرشتوں نے رونا شروع کر دیا ہے؛ لہٰذا اب آپ اس کے حق میں دعا فرما دیجیے۔ چنانچہ آپ نے اس کے لیے دعا فرما دی۔ معاً قبر سے ایک آواز گونجی: یارسول اللہ! اللہ کے عذاب سے بچائیے، اور امان دلوایئے۔ میرے اوپر نیچے دائیں بائیں ہر چہار جانب آگ ہی آگ ہے۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے جوان! تو کس باعث اس کا مستحق ہوا؟ کہا: والدہ کی بددعا کی وجہ سے۔ چنانچہ آقاے کریم علیہ السلام نے حضرت ابوذر سے فرمایا: لوگوں کے بیچ جا کر یہ اعلان کر دو کہ اس قبر میں جس کا مردہ ہو وہ اس کی قبر کے پاس حاضر ہو جائے۔

لوگ نکلے اور اس قبر کے پاس آئے، ذرا سی دیر میں ایک بڑھیا بھی لاٹھی کا سہارا لیے اٹھتے بیٹھتے وہاں پہنچی، جب قبر کے سرہانے آ کر کھڑی ہوئی تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: یہ قبر والا تمہارا کون تھا؟ کہا: میرا نورِ نظر عزیز بیٹا۔ فرمایا: کیا تم اس سے خفا تھی؟ کہا: نہیں تو۔ ہاں ایک بار ایسا ہوا تھا کہ وہ نشے کی حالت میں میرے پاس آیا، مجھے زدوکوب کیا اور مار کر میرا ہاتھ بھی توڑ دیا، اس وقت میری زبان سے نکل گیا: اللہ تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل بھر آیا اور فرمایا: اس پر رحم کرو تم پر بھی رحم کیا جائے گا۔ ذرا قبر پر کان دھر کر سنو کہ تہِ قبر کیا ہنگامہ مچا ہوا ہے۔ تو اس نے عجیب وغریب پکار سنی: یارسول اللہ! اللہ کے عذاب سے بچایئے، اور امان دلوایئے۔ میرے اوپر نیچے دائیں بائیں ہر چہار جانب آگ ہی آگ ہے۔ جب بڑھیا نے یہ فریاد سنی تو دل گرفتہ ہو کر روئی، اور کہا: یارسول اللہ! اب میں اس سے راضی ہوگئی ہوں، اتنا سننا تھا کہ تہِ گور نوجوان چیخ اُٹھا:

یا أماه انصرفي فقد رحمني اللّٰه .

یعنی پیاری اماں، اب آپ لوٹ جائیں میرا کام ہوگیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم وکرم فرمادیا ہے۔

کسی نے اشعار میں اس کی ترجمانی یوں کی ہے ؎

ذهبت لذة الصبا في المعاصي ☆ وبقي بعد ذلک أخذ القصاص
و إحيائي إن حملت ذنوبي ☆ لمقام تشيب فيه النواصي
أنا عاصر، نوحي علي وأبكي ☆ و يحق البكاء علی کل عاص
يا حميد الفعال يا من له الملک ☆ ارتجي في المعاد منک الخلاصي
بنبي أرسلته و رسول .... ☆ بحبيب لديک کنز اختصاص
تعف عما مضی وتب يا إلٰهي ☆ قبل موتي علي قبل القصاص

یعنی بادِصبا کی ساری لذتیں تو گناہوں کی نذر ہوگئی تھیں۔ اب اگر کچھ بچ رہا تو وہ یہ کہ ان کا بدلہ لیا جاناہے۔

اگر زندوں کے اوپر میرے گناہوں کا بوجھ لاد دِیا جائے تو ان کی پیشانیوں پر بڑھاپے کی سلوٹوں کے آثار ہویدا ہوجائیں گے۔

میں تو غبار ہوچکا ہوں، مگر اب تک مجھے گریہ ونوحہ کی سوغات پیش کی جارہی

ہے، حالاں کہ سب سے زیادہ روئے جانے کا مستحق تو وہ شخص ہے جس کا دامن حیات گناہوں میں لتھڑا ہوا ہے۔

اے حسن کارِ انجام دینے والے، ملک پناہ! عرصہ محشر میں میں تیرے عذاب سے خلاصی جاں پانے کا آرزومند ہوں۔

اس نبی اکرم ورسولِ مکرم کے صدقے جنھیں تو نے ہم میں مبعوث فرمایا اور جو تیری چاہتوں کا محور ہیں اور جن پر تو نے ہر قسم کے خزانوں کو وافر مادیا ہے۔

لہٰذا، اے پروردگار! ہمارے گناہ ہائے گزشتہ کو معاف کر اور ہم پر نگاہِ رحمت فرما، مرنے اور بدلہ دیے جانے سے پہلے۔

عرصۂ محشر کی پیشی کا خوف

حضرت ہشام رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں بوڑھا دیکھ کر پوچھا :

یـا ولدي، مم هٰذا الشيب؟ قال: يا أبت قدم فلان علينا فزفرت جهنم لقدومه فلم يبق أحد منا إلا شيبا .

یعنی بیٹے! تم پر یہ بڑھاپے کے اَثرات کیسے؟ کہا: پدر بزرگوار! فلاں شخص مرکر جب ہمارے پاس آیا تو اس کی آمد پر آتش جہنم اس زور سے بھڑکی کہ اس کی آواز سن کر اب ہم میں کوئی جوان نہ رہا، ہر کسی پر بڑھاپا طاری ہو گیا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک مقبرہ سے گزر ہوا، جہاں سام بن نوح مدفون تھا۔ آپ نے اس کو پکارتے ہوئے کہا: تم سے ملنے کا ارادہ ہے اللہ کی توفیق سے کھڑے ہو جاؤ، چنانچہ وہ اُٹھ کھڑا ہوا جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہو چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ بڑھاپے کی علامت کیسی؟۔

کہا: آپ کی آواز سنا تو مجھے ایسا لگا جیسے قیامت برپا ہو گئی ہو، بس اسی خوف نے داڑھی

وسر کے بال سفید کردیے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: تمھیں مرے کتنے عرصہ ہوا؟ کہا: کوئی چار ہزار سال، اور سکراتِ موت کا خمار تا ہنوز مجھ سے نہیں اُترا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی :

يا داؤد، قل لبني إسرائيل لو لم يكن إلا الموت و الحساب و الحيات و الأعوان الذين يجذبون الروح، و يقطعون الأوصال، ويجذبون الشعر من الحدق، و يكسرون الأعضاء، ويقطعون العروق حتى يسمع للميت صرير أسنانه، لكفى يا داؤد، كم من لسان فصيح قد بكم عن الكلام و التوحيد. ياداؤد، قل لبني إسرائيل استعدوا للزاد فإن الدنيا عن قليل تزول .

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلوں سے کہہ دو کہ موت وحیات اور حساب وکتاب کا تذکرہ نیز روح قبض کرنے، تعلقات منقطع کردینے، بال کی کھال نکالنے، اعضا کو توڑ پھوڑ دینے اور شہ رگ کو کاٹ ڈالنے والوں- کہ جن سے میت دانتوں کی چرچراہٹ بھی سن سکے- کی باتیں عبرت پکڑنے کے لیے کافی ہے۔ اے داؤد! کتنی عمدہ زبانیں ایسی ہیں جو کلامِ حق وتوحید کی ادائیگی کے وقت گونگی ہو جاتی ہیں۔ اے داؤد! بنی اسرائیلوں سے کہہ دو کہ اپنے لیے زادِ راہ تیار کرلیں کیوں کہ دنیا بس چند ہی دنوں کے بعد زوال پذیر ہو جائے گی۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

دو شخصوں کا کسی زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دیوار کی ایک اینٹ کو قوت گویائی بخش دی جس نے کہا: اے دونوں شخص! تم کب تک جھگڑتے رہو گے؟ اللہ کی عزت کی قسم! میں تو ہزار سال قبل پوری دنیا پر حکومت کرنے والے کسی بادشاہ کی ملک ہوں۔

واقعہ یہ ہے کہ میرے مرکر مٹی ہوجانے کے ہزار سال بعد کسی ظروف ساز نے مجھے پالیا، مجھے گڑھ کر برتن بنایا، میں استعمال کی گئی حتیٰ کہ ٹوٹ پھوٹ گئی، پھر ہزار سال تک یوں ہی مٹی بن کر پڑی رہی، پھر کسی شخص کے ہاتھ لگی جس نے سانچے میں ڈھال کر مجھے اینٹ بنادیا، اب اس دیوار میں میں کوئی تین سو سال سے چنی ہوئی ہوں۔ یہ سن کر دونوں شخص لوٹ گئے اور اس کے بعد پھر کبھی جھگڑا نہ کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کسی گہرے کنوے پر گزر ہوا، جس سے آپ نے وضو بھی کیا اور پانی بھی نوشِ جاں فرمایا، پانی میں تلخی کو محسوس کرکے آپ نے اللہ کی بارگاہ میں التجا کی کہ مولا! اس کنوے کو قوت گویائی عطا فرمادے۔ چنانچہ اس کنوے نے عرض کیا: اے روح اللہ! میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟ فرمایا: مجھے اپنے اندر اس کڑوے پن کا سبب بتاؤ؟ عرض کیا: اے روح اللہ! میں ایک انسان تھا، جب میری روح پرواز گئی تو میں برسوں بعد بھربھری مٹی بن گیا، جب کچھ اور سال بیتے تو میرے اوپر یہ کنواں کھود دیا گیا، اور میں آج تک موت کی سختی و تلخی سے آزاد نہیں ہوسکا ہوں۔

ایک آدمی تھا جو موت سے بہت زیادہ ڈرا کرتا اور اس کے خوف و ہراس سے ہمیشہ متفکر و غمگین رہتا اور خوب خوب گریہ و بکا کرتا رہتا تھا۔ ایک بار احساسِ خوف اسے بلا ضرورت کسی میدان میں لے کر چلا گیا جہاں اس کی ملاقات ملک الموت سے ہوجاتی ہے۔ فرشتہ موت نے پوچھا: اے شخص مجھے پہچانتا ہے؟ کہا: نہیں مجھے تمہاری کوئی معرفت نہیں۔ فرمایا: میں ملک الموت ہوں۔ اتنا سننا تھا کہ وہ شخص بے قراری کے عالم میں بیہوش ہوکر گر پڑا۔

جب ہوش آیا، تو ملک الموت نے کہا: اب ایسا کرو تم اپنے گھر چلے جاؤ اور مریضوں کی عیادت کرتے رہا کرو۔ اگر تم مجھے مریض کی پائنتی کے پاس دیکھو تو اس کی دوا دارو کرنے کی کوشش کرو کیوں کہ ابھی اس کے افاقے کا امکان ہے۔ اور اگر مجھے اس کے سرہانے کے قریب دیکھو تو سمجھ جانا کہ بس اس کا وقت اجل آگیا ہے، پھر اس کے لیے

کسی دوا وغیرہ کی تشخیص نہ کرنا۔ اور میں بتائے دیتا ہوں کہ تم مجھے عنقریب اپنے سرہانے دیکھنے والے ہو؛ لہٰذا اُس دن کی جتنی تیاری کر سکتے ہو کر لو۔

اب وہ شخص ناصبوری کے عالم میں اپنے اہل خانہ کو چیخ کر بلانے لگا: میرے پاس جلدی سے ایک کاغذ لے کر پہنچو تا کہ میں تمہیں کچھ وصیت لکھ دوں۔ کیوں کہ میں نے وہ سب کچھ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے جن کے ڈر سے میں مارا مارا پھرتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں ان کی ہیبت چھائی رہتی ہے۔ ملک الموت نے کہا: حاکم حقیقی تم سے کہیں زیادہ حکم میں جلدی فرمانے والا ہے۔ اور میں نے تم کو کل تنبیہ کیا تھا تا کہ تم اپنے لیے کچھ کر سکو لیکن اب وہ مدت مہلت ختم ہوئی، اور تیری زندگی کے دن گنے جا چکے؛ لہٰذا وصیت لکھنے سے پہلے ہی ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی۔

اسی مفہوم کو کسی نے بڑے اچھے انداز میں پیش کیا ہے :

یـا ساهيا يا غـافلاً عمـا يراد لـه ☆ حان الرحيل فما أعددت من زاد
تضن أنک تبقـى سـرمدا أبدا ☆ هيهات أنت غدا فيمن غدا غـادي
مالي سوى أنني أرجو الإلٰه لما ☆ أهـمنـي فـهـو أرجـو يوم معـاد

یعنی اے غافل ولا پراہ! کبھی تو نے سوچا بھی کہ تیرا مقصد زندگی ہے کیا؟ اب تو اس دنیا سے کوچ کرنے کا وقت آ پہنچا ہے تو تو نے کچھ زادِ راہ جمع کیا ہے؟؟۔

تم اس گھمنڈ میں اتراتے پھرتے تھے کہ اس دنیا میں تمھیں ہمیشہ ہمیش موج ومستی کرتے ہوئے باقی رہنا ہے۔ تف ہے تیری سوچ پر، تو آئندہ کل ان لوگوں میں شامل ہونے والا ہے جو گزشتہ کل یہاں سے رخصت ہو گئے۔

میری اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے اس کے سوا کوئی اور خواہش واِلتجا نہیں ہے کہ جب عرصہ محشر کے لیے اُٹھنا ہو تو اللہ کی مجھ پر خاص عنایت ہو جائے۔

دنیا میں غمی، آخرت میں خوشی

یکے از صالحین نے فرمایا کہ جب حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے خواب میں ان کے دیدار سے مشرف ہوکر استفسار کیا: عالم برزخ میں کس چیز کی زیادہ مانگ ہے؟ فرمایا: قسم بخدا! زیادہ سے زیادہ نیکیوں اور رب غفور کی مہربانیوں کی۔

میں نے کہا: دنیا میں تو آپ پر ہمیشہ حزن و الم ہی کی کیفیت طاری رہی..... تو مسکراتے ہوئے فرمایا: اسی کے نتیجے میں تو مجھے آج یہاں سامانِ بشارت وبہجت اور دائمی سرور میسر آیا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ایک بھائی کا وصال ہوگیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰہ بک؟ قال: رضي عني و أدخلني الجنة، وقال: إفرح كما كنت تحزن .

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا: کہا: وہ مجھ سے راضی وخوش تھا اور اس نے مجھے یہ کہتے ہوئے خلد آشیاں کیا ہے کہ جس طرح تم دنیا میں غم والم کی تصویر بنے رہتے تھے اب آج یہاں خوشیاں مناؤ اور موجیں کرو۔

کسی مردِ صالح نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عطا سلمی کا اِنتقال ہوگیا تو میں نے اسی رات انھیں خواب میں دیکھا اور پوچھا :

ما فعل اللّٰہ بک؟ قال، غفرلي وقال: يا هٰذا كم استحيت مني؟ لقد كنت تخافني كل الخوف، وعزتي وجلالي لقد توفيتک يوم وفاتک وما على وجه الأرض أحب إلي منک.

یعنی آپ کے ساتھ اللہ کا معاملہ کیسا رہا؟ کہا: اس کریم نے مجھے بخش دیا اور فرمایا: اے شخص! تو مجھ سے کتنی حیا کیا کرتا تھا؟ تمہارے جسم کے انگ انگ میں

میری ہیبت وخشیت خون بن کر گردش کیا کرتی تھی۔ لہٰذا اب مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے تیری حیاتِ مستعار کے دن ختم ہو جانے کے بعد ہی تیری روح قبض کی ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اب پوری روئے زمین پر میری نگاہ میں تجھ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں رہا۔

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابوالفتح الموصلی کو ان کے وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل اللّٰه بک؟ قال، قربني و أدناني، وقال: يا أبا الفتح، و عزتي و جلالي لقد صعد إلى المكان الموكلان بک أربعين سنة و ما في صحيفتک خطيئة .

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: اس نے مجھے اپنی قربت خاص سے نوازا اور مزید قرب کی منزلیں طے کراتے ہوئے فرمایا: اے ابوالفتح! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! تیرے پاس دو نگہبان فرشتے چالیس سال تک رہے مگر تو نے کبھی بھی انھیں اپنے نامہ اعمال میں گناہ تحریر کرنے کی زحمت نہ دی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

ما من أحد يأتي يوم القيامة إلا و له من الذنوب، و ما خلا يحيىٰ بن زكريا، فإنه يلقى اللّٰه و لا ذنب عليه.

یعنی عرصہ محشر میں حاضر ہونے والا ہر شخص اپنے ساتھ گناہوں کی گٹھری بھی لیتا آئے گا بجز حضرت یحییٰ بن زکریا کے؛ کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے گناہی کے عالم میں ملیں گے۔

حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ پس انتقال انھیں خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا :

ما فعل اللّٰه بک؟ قال، رضي عني و أتحفني و رحمني و

زوجني، و أطعمني طعاماً طيبا، وسقاني شراباً لذيذا، و فرش لي فرشا رطبا، و قال لي: نم كما كنت تسهر، و اسرح كما كنت تشب، و افرح كما كنت تحزن، واشبع كما كنت تجوع، و اروى كما كنت تظمأ .

یعنی اللہ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: وہ مجھ سے بے پناہ خوش تھا، اس نے تحفے دیے، اپنی رحمتیں عطا کیں، میری شادی کرائی، لذیذ قسم کے کھانے کھلائے، عمدہ قسم کے مشروب پلائے، نرم وگداز بستر بچھائے، اور فرمایا: اب چین کی نیند سو، یہ تیری شب بیداریوں کا صلہ ہے۔ اب خوشیاں منا یہ تیرے حزن وملال کا بدلہ ہے۔ اور خوب شکم سیر ہولے، یہ تیری بھوکوں کا عوض ہے، اور خوب سیراب ہولے، یہ تیری پیاسوں کا نعم البدل ہے۔

حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے داؤد بن یحیٰی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰه بأحمد بن حنبل، و عبد الوهاب بن الوراق، قال: تركتهما الساعة بين اللّٰه تعالىٰ، يأكلان و يشربان على مائدة من موائد الجنة من نور. قلت: فما فعل اللّٰه بابن المبارك؟ قال: هو يسلم على ربه كل يوم مرتين .

یعنی اللہ تعالیٰ نے احمد بن حنبل اور عبد الوہاب بن الوراق کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: ہمہ وقت وہ اللہ کے حضور حاضر ہوتے ہیں، اور جنت کے نورانی دسترخوانوں سے کھاتے پیتے ہیں۔ میں نے پوچھا: ابن المبارک کے ساتھ اللہ نے کیسا برتاؤ کیا؟ کہا: وہ تو ہر روز دومرتبہ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اسد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مالک بن دینار رضی اللہ

عنہ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ سبز لباس زیب تن کیے ایک اونٹنی پر بیٹھے زمین و آسمان کے درمیان اُڑانیں بھر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا :

یا عبد اللّٰہ، کیف کان قدومک علی ربک؟ قال: قدمت علی ربي و أکرمني و کلمني، وقال لي: سلني أعطیک، و تمنی علي أرضیک، فقلت: یا رب أسئلک الرضا عني، فقال: قد رضیت عنک .

یعنی اے اللہ کے بندے! اللہ کی جناب میں تیری پیشی کیسے ہوئی ؟ کہا: اللہ نے بڑی عزت دی اور مجھے شرفِ ہم کلامی سے سرفراز فرمایا ساتھ ہی یہ اجازت بھی دی کہ مانگ کیا مانگتا ہے میں تجھے محروم نہ کروں گا، اور جو چاہے تمنا کر میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دوں گا۔ میں نے عرض کیا: اے پروردگار! میری خواہش بس یہی ہے کہ تیری رضا ہمیشہ میرے ساتھ رہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے، میں تجھ سے راضی رہا کروں گا۔

آنکھیں رو رو کے گنوانے والے

حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ہمیشہ نفس کشی کر کے اللہ کی بارگاہ تک رسائی کی کوشش کرتا جو کہ نفس پر بہت شاق گزرتا جس کے باعث وہ روتا بلکتا رہتا تھا، حتیٰ کہ ایک وقت وہ بھی آیا کہ میں نے دیکھا کہ نفس ہنستے مسکراتے اللہ تعالیٰ سے شرفِ ملاقات حاصل کر رہا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ چالیس سال تک مطلق نہ ہنسے، اور نہ مارے حیا کے اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا۔

حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے پچاس سال تک ایسا گریہ وبکا کیا کہ اُن کی بینائی تک بہ گئی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہاتف غیبی بھیجا کہ اے سفیان! اس قدر کیوں روتے ہو؟

اگر جنت جانے کے شوق میں روتے ہوتو چلو جنت کا پروانہ تمھیں عطا کرتا ہوں۔ اور اگر جہنم سے بچنے کے لیے روتے ہوتو تمھیں جہنم سے نجات کا مژدہ بھی سنا تا ہوں۔ کہا: اے پروردگار! مجھے نہ تو آتش جہنم کا کوئی خوف وڈر ہے، نہ جنت میں جانے کا کوئی شوق۔ سچی بات یہ ہے کہ میں تو تیری شوقِ ملاقات میں سسکیاں بھرتا رہتا ہوں۔

فرمایا: مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم! ذرا سوچو کہ اگر میں اپنے چنندہ بندوں میں سے ایک خاص بندہ تجھ پر مامور کروں جو دس سال مسلسل تیری خدمت میں لگا رہے، پھر تمہارے اور اس کے درمیان آگ کا ایک سمندر حائل ہو جائے تو وہ پار کر کے تمہاری شوقِ ملاقات میں آ پہنچے۔ پھر اس پر میں اپنی تجلی ڈالوں اور اپنے تکلم سے اسے بہرہ ور کروں، تو سمجھو کہ میں ایسا ہی ہو جاتا ہوں جیسے تم اپنے خدمت گزار سے بات کرتے ہو!۔

بعض انبیاے کرام کے بارے میں آتا ہے کہ انھوں نے اس قدر گریہ وزاری کی کہ انجام کار نابینا ہو گئے۔ اور اتنے روزے رکھے کہ (لاغری کے باعث) خمیدہ کمر ہو گئے، اور اتنے طویل قیام کیے کہ (تھکاوٹ کے احساس سے) بیٹھ بیٹھ گئے۔ (پھر بھی حسرتِ بندگی نہ گئی) اور کہہ اُٹھے :

و عزتک و جلالک لو کان بيني وبينک بحر من نار لولجته شوقا إليک .

یعنی مولا ہمیں تیری عزت وجلال کی قسم! اگر ہمارے اور تمہارے درمیان آگ کا سمندر بھی حائل ہو جائے تب بھی ہم اسے تیری شوقِ ملاقات میں پار کر ہی کے دم لیں گے۔

حضرت فتح موصلی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

قد طال شوقي إليک فعجل بقدومي عليک .

یعنی تجھ سے ملاقات کا شوق روز افزوں ہے، لہٰذا اَز جلد اپنے پاس بلا کر اُسے

مراد آشنا فرما۔

کسی نے اس موقع پر پتے کے اشعار کہے ہیں :

حيـاة مـن ملكت يداه قيادي ☆ لأخالفن على الهدى حسادي
و لأعـصين عـواذلي في حبه ☆ و لأهـجرن لنائذي و رقادي
و لأجعلن نزاهتي فـيه البكاء ☆ و لأكحلن مدامـعي بسهادي
و لأحفرن لسـره بين الحشا ☆ قبراً و لم يعـلم بذاک فؤادي
و لأحلفن يمين صدق أنـني ☆ اخلصت فيه محبتي و وِدادي
هو غايتي هو منيتي هو بغيتي ☆ هو سيدي يا سادتي و مرادي
و الحمد للّٰه الذي خلق الورىٰ ☆ حمـداً لـه يـبـقى على الآباد

یعنی اس زندگی کا کیا بھروسہ جس کی جان گروی رکھی ہوئی ہے۔ میں ضرور ہواوہوس کے خلاف اپنے حاسدوں سے برسرِ پیکار رہوں گا۔

مجھے ان سے کیا غرض جو اُس کی محبت میں وارفتہ ہونے کے باعث مجھ پر ملامت کے تیر برسا رہے ہیں۔ اس کی خاطر میں تو اپنے نائذ ورقاد سے تعلق منقطع کرنے کو تیار ہوں۔

اس کی یاد میں رو رو کر میں خود کو بہلاؤں گا اور اس کی یاد میں شب بیداری کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناؤں گا۔

اس راز ہائے سربستہ اور محبت کے درمیان ایک قبر کھودوں گا، اور دل کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہونے دوں گا۔

یقین کی ہمالیائی سچائیوں کے ساتھ میں اس بات کی قسم اُٹھانے کے لیے تیار ہوں کہ میں اس سے محبت ولگاؤ رکھنے کے تئیں مخلص اور کھرا ہوں۔

وہی میری غرض وغایت، اور منشا و مقصود ہے۔ وہی میرا آقا و مولا اور مرادِ دل

ناصبور ہے۔

سو جملہ تعریفیں اس اللہ جل مجدہ کے لیے جس نے کل کائنات کی تخلیق فرمائی اور حمد و تعریف کا یہ سلسلہ ابدالآباد تک یوں ہی جاری و ساری رہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يـا داؤد، عـجبـاً لمن أحبني، كيف يهوى قلبه سواي؟ يا داؤد، قـل لـنبي إسرائيل، لو رأيتم الجنة و ما أعددت فيها لأوليائي من الـنـعيـم المقيم لما دقتم طعاماً بشهوة، أين المشتاقون إلى لذيذ الطعام و الشراب؟ أين الذين جعلوا موضع الضحك بكاء خوفا مـنـي؟ فـطـالما صلوا و الناس نيام يا داؤد، و عزتي و جلالي إني رضيت عنهم، ولو لا هم ما رضيت على أهل الدنيا .

یعنی اے داؤد! مجھ سے دعویٰ عشق و مستی کرنے والے بھی عجیب ہیں، (اگر وہ دعویٰ محبت میں سچے ہوتے) تو ان کا دل میرے علاوہ کسی اور کے لیے نہ دھڑکتا۔

اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو، اگر تم جنت اور جو کچھ اس میں دائمی نعمتیں میں نے اپنے دوستوں کے لیے تیار کر رکھی ہے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیتے تو کبھی کوئی کھانا چاہت کے ساتھ نہ چکھتے۔ دل پسند کھانے پینے کے شوقین حضرات کہاں ہیں؟ کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے میری خشیت میں ہنسنے کی بجائے رو رو کر زندگی گزاری؟ کہاں ہیں وہ بندے جو نیم شبی کی خلوتوں میں اُٹھ کر اپنی پیشانیوں کو لذت سجود سے آشنا کرتے رہے جب کہ دنیا پر موت کی مانند نیند کا سناٹا طاری تھا۔

اے داؤد! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں ایسے خوش بختوں سے راضی و خوش ہوں۔ اور اگر ان کے وجود نہ ہوتے تو شاید اہل دنیا کبھی بھی میری رضا و خوشنودی حاصل نہ کر پاتے۔

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ میرا ایک پڑوسی دنیا سے چل بسا۔ میں نے خواب میں اسے جہنمیوں کا لباس پہنے ہوئے دیکھا۔ پھر دیکھتا ہوں کہ وہ جنت میں چہل قدمی کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں پوچھ پڑا :

بماذا؟ قال: دفن عندنا رجل من الصالحين فشفع في أربعين من جيرانه، فكنت أنا من جملتهم .

یعنی ماجرا کیا ہے؟ کہا: ہمارے بغل میں ایک مردِ صالح مدفون ہوا جس نے اپنے چالیس پڑوسیوں کے حق میں شفاعت کی تو ان چالیس نجات دہندگان میں سے ایک میں بھی ہوں۔

یادِ مولا سے نہ رہنا غافل

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ اپنے ایک بھائی کے جنازے میں جا رہے تھے اور ساتھ ہی گریہ و بکا کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے تھے :

و اللّٰه لا تقر لي عين حتى أعلم ما صرت إليه، و اللّٰه لا أعلمه ما دمت حياً .

یعنی قسم بخدا! میری آنکھیں اس وقت تک ٹھنڈی نہیں ہوسکتیں جب تک مجھے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ میں اس کی جناب میں کس حال میں پیش کیا جاؤں گا۔ اور یہ بات بھی طے ہے کہ جب تک سانسوں کا تار جسم سے بندھا ہوا ہے میں اس تعلق سے کچھ جان بھی نہیں سکتا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ألا أخبركم بفقري يوم أوضع في قبري .

یعنی تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس دن میں سرلحد میں رکھا جاؤں گا اس وقت میرے فقر و مفلسی کا عالم کیا ہوگا!

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

من أكثر من ذكر الموت وجده روضة من رياض الجنة، ومن غفل عن ذكره وجده حفرة من حفر النار .

یعنی جو شخص جتنی کثرت سے موت کو یاد کرے گا اس کی برکت سے اسے ایسا لگے گا جیسے وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری میں ہے۔ اور جو موت کی یاد سے جتنا زیادہ غافل ولاپرواہ ہوگا وہ خود کو جہنم کے گڈھوں میں سے ایک گڈھے میں پائے گا۔

حضرت ربیع بن خیثم رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں اپنی خاطر پیشگی طور پر ایک قبر کھود رکھی تھی۔ جب آپ دل کے اندر کچھ قساوت وسختی محسوس فرماتے خود کو اسی گڈھے میں ڈال کر کچھ دیر تک چت لیٹے رہتے، پھر فرماتے :

رب أرحمني لَعَلِّي أعْمَلُ صَالِحاً فِيمَا تَرَكْتُ، ثم يقول: يا ربيع قد رجعت فاعمل قبل أن لا ترجع .

یعنی مولا! مجھ پر رحم فرما (اور مجھے ایک بار پھر دنیا میں واپس بھیج) شاید اب میں کچھ عمل خیر کا ذخیرہ اکٹھا کرلوں۔ پھر خود ہی کہتے: اے ربیع! چل تجھے دوبارہ پلٹا دیا گیا۔ تو اب خود کو عمل خیر کے لیے وقف کردے قبل اس کے کہ پھر تجھے کبھی پلٹ کر دوبارہ آنا نصیب نہ ہو۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، نح على نفسک و کن کأنک أحضرت في القيامة، فلما حاسبتک رددتک إلى الدنيا و قلت لک: أعمل صالحاً أشكرک عليه .

يا داؤد، قل لبني إسرائيل، لو أمتكم ثم بعثتكم، ثم بعثتكم و اريتكم القيامة، ثم رددتكم إلى الدنيا ما ازددتم إلا خسارا .

یعنی اے داوٗد! اپنے نفس پر کڑی نگاہ رکھ، اور فکر ونظر میں یہ تصور جما لے کہ جیسے تو عرصہ محشر میں حاضر ہے۔ اور حساب کتاب لینے کے بعد تجھے یہ کہہ کر دوبارہ دنیا میں بھیج دیا گیا ہے کہ کچھ اور بھی اعمال کا ذخیرہ کر لے میں اس پر تمھیں بھر پور بدلہ عطا کروں گا۔

اے داوٗد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دے کہ اگر میں مار کر دوبارہ زندہ کر دوں، اور پھر بعث بعد الموت کے بعد تمھیں قیامت کے ہولناک مناظر دکھا کر پھر دنیا میں واپس بھیج دوں جب بھی تم سے گناہوں کی وہ پرانی عادت نہیں جائے گی، اور تم اپنے خسارہ ونقصان کا گراف بڑھاتے چلے جاؤ گے۔

یکے از صالحین سے حکایت ہے کہ انھوں نے اپنے استادِ گرامی کو خواب میں دیکھ کر پوچھا:

أي الحسرة أعظم عندكم؟ قال: حسرة الغافلين.

یعنی آپ کو کس حسرت کا اِحساس زیادہ ستا رہا ہے۔ فرمایا: غافل لوگوں کی حسرت کا۔

کسی مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں ساحلِ سمندر سے گزر رہا تھا کہ اچانک نظر ایک شکاری پر پڑ گئی جو مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا جس کے بازو میں اس کا بیٹا بیٹھا ہوا تھا۔ جب بھی کوئی مچھلی مارتا اسے اپنے جھولے میں رکھ لیتا، بچہ اسے نکالتا اور دوبارہ سمندر میں پھینک دیتا۔ (شام کو) جب شکاری نے جھولے کو دیکھا تو اس میں ایک بھی مچھلی نظر نہ آئی۔ اپنے بیٹے سے پوچھا: یہ تم نے کیا کیا، ساری مچھلیاں اُلٹی سمندر میں چھوڑ دی؟ تمھیں ایسا کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟؟ کس نے تمھیں یہ سبق سکھایا ہے؟؟؟

کہا: ابا جان! کیا میں نے آپ کے منہ سے یہ بات نہیں سنی کہ کوئی بھی مچھلی اس وقت تک شکاری کے جال میں نہیں پھنستی جب تک کہ وہ اللہ کے ذکر میں لگی رہتی ہے، تو ہمیں ایسی مچھلیوں سے کیا غرض جنھیں ذکر اللہ سے کوئی سروکار نہ ہو۔ چنانچہ وہ شخص اپنے چہرے پر ندامت برساتے ہوئے نکلا اور اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شب زندہ دارانِ بنی اسرائیل میں سے کسی عابد و زاہد نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں نے تیری نافرمانی تو کی ہے مگر مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اسے جا کر بتادو کہ اس کے اندر میری کتنی ایسی نعمتیں ہیں جن پر وہ مطلع نہیں۔ اس کے دل کی سختی اور آنکھوں کی بدنگاہی پر اسے میری طرف سے سزا ملنی ہے۔

کسی نے شعر کی زبان میں اسے یوں پیش کیا ہے ؎

أیها المعرض عنا ☆ إن أعراضک منا
لو أردناک جعلنا ☆ کلما فیک یردنا

یعنی اے ہم سے اعراض وانکار کا حجاب کرنے والے! ہم سے بے پرواہی تمہارے لیے کچھ بھی نفع رساں نہیں۔
اگر ہم تمھیں صحیح معنوں میں چاہ لیں تو اپنی چاہتوں کے سائبان تم پر سایہ فگن کردیں۔

محبوبِ بارگاہِ الٰہی ہونے کی پہچان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! تیرے محبوبانِ بارگاہ کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا:

یا موسیٰ، إذا أحببت عبدا من عبادي جعلت فیه علامتین، قال: یا رب وما هما؟ قال: ألهمته ذکري لکي أذکره في ملکوت السماوات والأرض، وأعصمه من محارمي و سخطي لئلا یحل علیه عذابي، و أحول بینه و بین نفسه لکیلا یقع في محارمي و سخطي فیحل علیه غضبي.

یعنی اے موسیٰ! جب میں اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہوں تو اس میں دو نشانیاں رکھ دیتا ہوں۔ عرض کیا: مولا! وہ دو نشانیاں ہیں کیا؟ فرمایا: اولاً اس کو اپنے ذکر وفکر میں مگن رہنے کی توفیق مرحمت فرما دیتا ہوں تا کہ میں زمین وآسمان کی بے کراں وسعتوں میں اسے خود بھی یاد رکھوں۔ اور ثانیاً اُسے حرام کاریوں اور ناپسندیدہ امور سے اپنی پناہ میں رکھتا ہوں تا کہ میرے عذاب کا وہ مورد نہ بن سکے۔ نیز میں اس کے اور اس کے نفس کے درمیان دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہوں تا کہ وہ (نفس کی دسیسہ کاریوں کے باعث) ناجائز اور غیظ وغضب کے کاموں میں خود کو اُلجھا کر میری پھٹکار کا سزاوار نہ بن جائے۔

کسی مردِ درویش کا قول ہے کہ میں نے طوافِ خانہ کعبہ کے دوران ایک لونڈی کو یہ دعا مانگتے ہوئے دیکھا:

یا کریم، عهدک القدیم، و إني علیٰ عهدک مقيمة.

یعنی اے کریم! تو نے بہت پہلے ہی عہد کر رکھا ہے، اور میں تا ہنوز تیرے وعدے پر قائم ہوں۔

میں نے پوچھا: اے لونڈی! تمہارے اور اس کے درمیان کیسا عہد ہے؟ کہا: میرے بھائی! وہ بڑا انوکھا عہد ہے۔ دراصل واقعہ یہ ہے کہ ہم سمندر میں تھے کہ اچانک ہوا اُٹھی جس نے سفینے میں سوار سارے مسافروں کو سمندر کی لہروں کی نذر کر دیا، پورا سفینہ غرق آب ہو گیا اور میرے اور اِس بچے کے سوا اور کوئی نہ بچا، چنانچہ ایک تختے پر میں اور دوسرے تختے پر ایک سیاہ فام سطحِ آب پر ٹکے رہے۔

صبح ہوئی تو وہ سیاہ فام اپنی کہنیوں سے پانی چیرتا ہوا میرے پاس آ پہنچا، اور ہمارے ہی تختے پر آ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا، اور پھر مجھے لبھانے کی کوشش کرنے لگا۔

میں نے کہا: اللہ کے بندے! کتنی مشکل گھڑی میں گھرے ہو محض طاعت وتقویٰ ہی اس آفت ناگہانی سے ہمیں نجات دلا سکتا ہے، اور تمھیں اس وقت گناہ کی سوجھی ہے؟۔

کہا: تبلیغ کرنا بند کرو، میں نے جو کہہ دیا وہ کر کے چھوڑوں گا۔ اتنا کہہ کر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور بچے کو مجھ سے چھین کر سمندر کی لہروں کی نذر کر دیا۔

میں نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب بلند کر کے عرض کیا :

يا من يحول بين المرء و قلبه، حل بيني و بين هٰذا الأسود
بحولک و قوتک إنک علىٰ كل شيئ قدير .

یعنی اے وہ ذات جو انسان اور اس کے دل کے درمیان گردش کرتی رہتی ہے، میرے اور اس سیاہ فام کے درمیان اپنی طاقت وقوت سے آ کر آڑ بن جا، اور بے شک تجھے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

اتنے میں کوئی سمندری جانور منہ پھاڑے ہوئے برآمد ہوا اور اس سیاہ فام کو نگل کر پھر سمندر میں غائب ہو گیا۔ اب میں موجوں کے درمیان دائیں بائیں ہچکولے کھاتی بلکہ جھولے جھولتی رہی، حتیٰ کہ میں جزیرۂ عرب کے کسی ساحل پر آ پہنچی۔

میں نے ساحل پر موجود لوگوں سے اپنا معجزاتی قصہ غم سنایا تو وہ ورطہ حیرت وتعجب میں آ گئے اور اپنا سر پیٹ کر کہنے لگے: تو نے تو ہمیں ایک عجیب وغریب بات بتائی۔ اب لو ہم تمہیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات بتا رہے ہیں۔

ہوا یہ کہ ہم خود بھی اسی سمندر کے اندر محو سفر تھے، اتنے میں ایک سمندری جانور ہویدا ہوا اور ہمارے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا جس کی پشت پر ایک بچہ سوار تھا، اور ہاتف غیب سے ایک آواز سنائی دے رہی تھی :

خذوا عني هٰذا الطفل من فوق ظهري و إلا أهلكتكم .

یعنی اس بچے کو جانور کی پشت سے اُٹھا لو ورنہ تمھیں ہلاک کر دیا جائے گا۔

تو ہم میں سے ایک نے ہمت کر کے اپنا ہاتھ بڑھایا اور بچے کو اس کی پشت سے اُٹھا لیا اور وہ جانور پھر سمندر کے اندر دم ہلاتا روپوش ہو گیا۔ پھر ہم سب نے اللہ سے یہ

عہد کیا کہ آج کے بعد کبھی بھی اس کی نافرمانی کے کام نہ کریں گے۔

(واقعہ کی نوعیت جاننے کے بعد) انھوں نے بچہ میرے حوالے کر دیا۔ یہ واقعہ اللہ جل مجدہ کی حیرت انگیز نشانیوں میں سے ایک ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اپنی قوم کی قحط سالی دور کرنے کے لیے اللہ سے بارش طلب کی، تو حکم ہوا کہ قوم کے اندر جتنے زیاں کار و گنہ گار ہیں وہ الگ کر دیے جائیں، لہٰذا اِس قسم کے لوگ الگ کر دیے گئے سوائے ایک شخص کے جس کی داہنی آنکھ جاتی رہی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تم الگ کیوں نہیں ہوتے؟ کہا: اے روح اللہ! میں نے محض پلک جھپکنے بھر گناہ کیا تھا کہ بلا ارادہ ایک غیر محرم عورت کے پاؤں پر میری دائیں نظر پڑ گئی تھی تو میں نے اسے پھوڑ دیا تھا۔ اور اگر بائیں نظر سے بھی یہی گناہ سرزد ہو جائے تو اسے بھی پھوڑ ڈالوں گا۔

اس کی داستانِ الم سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا:

ادع اللّٰه لنا، فأنت أحق بالدعاء مني، فرفع يده إلى السماء، و قال: اللّٰهم إنک خلقتنا و تکلفت لنا بأرزاقنا فأرسل علينا مدرارا، فأنزل اللّٰه الغيث، تسقوا حتىٰ رووا .

یعنی تم اللہ سے دعا کرو، کیوں کہ مجھ سے زیادہ تمھیں دعا کرنے کا حق ہے۔

اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! تو نے ہمیں پیدا کیا اور رزق کی کفالت خود اپنے ذمہ کرم پر رکھی ہے، لہٰذا ہم پر موسلا دھار بارش برسا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت کا نزول فرمایا لوگوں نے اپنی خشک حلق تر کی اور خوب سیرابی حاصل کی۔

غیبت وچغلی اور اُن کی تباہ کاریاں

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی خاطر بارش طلب کیا مگر نزولِ باراں نہیں ہوا۔ تو عرض کیا: مولا! سلسلہ بارش رُک جانے کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: اے موسیٰ! تم میں ایک ایسا گنہ گار شخص موجود ہے جو چالیس سال سے معصیت کیشیوں میں مبتلا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر چڑھے اور بلند آواز سے کہا کہ اے منحوس گنہ گار! ہمارے درمیان سے اپنے ناپاک وجود کو نکال دے کیوں کہ تیری وجہ سے ہم پر ابرکرم برسنا بند ہوگیا ہے۔ چنانچہ گناہ گار نے اپنے دائیں اور بائیں دیکھا جب کوئی نہ ملا تو کہنے لگا شاید ان کی مراد مجھی سے ہے۔

اب اپنے جی میں کہنے لگا: اگر یہاں سے نکل گیا پھر تو میری عزت پہ بن آئے گی، اور اگر ان کی معیت میں بیٹھا رہا تو یہ لوگ میری وجہ سے بارش سے محروم رہیں گے۔ چنانچہ اس نے (دل ہی دل میں) سچی توبہ کی کہ مولا! میرے گناہوں کو معاف فرمادے۔ دیکھتے ہی دیکھتے بارش ہونا شروع ہوگئی، لوگوں نے پانی پیا اور ہر طرح سے سیرابی حاصل کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے سخت حیرت لاحق ہوئی اور عرض کیا: اے پروردگار! تو نے ابر باراں کیسے بھیج دیا جب کہ وہ گناہ گار ابھی ہمارے اندر ہی ہے۔ فرمایا:

یا موسیٰ، الذي منعتم به قد تاب إلي و رجع، فقال: يا رب دلني عليه، فقال: يا موسیٰ، أنهاكم عن النميمة و أكون نماما.

یعنی اے موسیٰ! جس کے باعث تم پر بارش رک گئی تھی اس نے سچی توبہ کرلی اور میری بارگاہ میں رجوع کرلیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا: مولا! مجھے بتا کہ وہ شخص ہے کون؟ فرمایا: اے موسیٰ! میں تم لوگوں کو تو چغلی سے منع کرتا ہوں تو کیا خود وہی کام کروں!۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، لا تجالسوا المغتابين، و لا تصحبوا الأمين، و لا تحلفوا باسمي كاذبين و لا صادقين، فمن حلف باسمي صادقا أورثته الفقر؟ ومن حلف باسمي كاذبا أورثته العمى.

یعنی اے داؤد! چغل خوروں کی مجلس میں نہ بیٹھا کرو، نیز رازداروں کی صحبت سے دور رہا کر۔ اور میرے نام کی جھوٹی سچی کوئی قسم نہ کھا؛ کیوں کہ جو میرے نام کی سچی قسم کھاتا ہے میں اس پر فقر ومحتاجی مسلط کردیتا ہوں، اور جو میرے نام کی جھوٹی قسمیں کھاتا ہے میں اسے بینائی سے محروم کردیتا ہوں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے فرشتے کی تخلیق فرمائی ہے جس کی کان پٹی کا عرض پانچ سو سال کی مسافت اِتنا ہے، وہ فرشتہ اپنی تسبیح میں کہتا ہے :

سبحانک من عظیم، ما أعظمک، فیقول اللّٰہ سبحانه و تعالیٰ: قل ذلک لمن یحلف بي کذبا .

یعنی پاکی ہے ایسی عظیم ذات کے لیے، جس کی عظمت وجلالت کا کیا کہنا!۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اپنی یہ تسبیح جاکر اس کے گوش گزار کر جو میری نام کی جھوٹی قسمیں کھایا کرتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے :

من مات تائباً من الغيبة فهو أول من يدخل الجنة، و من مات و هو مصر عليها فهو أول من يدخل النار و هو يبكي .

یعنی جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص وہ ہوگا جو کہ غیبت سے توبہ کرلینے کے بعد مرا ہوگا۔ یوں ہی جہنم میں سب سے پہلے روتے ہوئے گھسنے والا شخص وہ ہوگا جو کہ غیبت کے کام کرتا ہوا اس دنیا سے اُٹھا ہوگا۔

نیز ارشادِ رسالت مآب ہے :

من أذنب ذنبا و هو يضحک دخل النار و هو يبكي .(۱)

یعنی جو شخص ہنستے اور چہکتے ہوئے کسی گناہ کا ارتکاب کرے وہ روتا بلکتا ہوا آتش جہنم میں ڈالا جائے گا۔

یکے از صالحین سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ انھوں نے کسی شخص کو دیکھا جو بہت زیادہ ہنسا کرتا تھا۔ پوچھا: اے شخص! کیا تو نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: ناپسندیدہ چیزوں سے بچتے رہتے ہو؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تمہارے اعمال کا ترازو جھک گیا ہے؟ کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا پل صراط پار کرلیا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: پھر کس بات پر اتنا خوش ہو اور ہنسے جارہے ہو؟ کہتے ہیں: اتنا سن کر وہ شخص رو پڑا اور کہنے لگا: اللہ واسطے اب یہ نذر مانتا ہوں کہ آئندہ کبھی نہیں ہنسوں گا!۔

لقمہ حرام کی نحوست

کسی مردِ صالح سے حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کوئی سات سالہ بچہ گریہ وبکا اور حزن وملال کی مجسم تصویر بنا اپنی ماں کے پاس پہنچا، اور کہا: امی جان! میں وعظ وبیان کی ایک مجلس میں شریک ہوا جہاں واعظ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا تھا: جس نے حرام کا کوئی ایک لقمہ بھی کھالیا تو اس کے دل میں سختی آجائے گی، اور آج میں اپنے دل میں کچھ عجیب طرح کی سختی محسوس کررہا ہوں۔ تو یہ بتائیں کہ آج آپ نے مجھے کیا کھلایا ہے؟۔

کہا: پیارے بیٹے! قسم بخدا! میں نے کبھی بھی حرام کا کوئی لقمہ تیرے شکم میں نہیں جانے دیا؛ تاہم مجھے یاد آتا ہے کہ آج میں پڑوس میں گئی تھی جہاں سے کچھ سرمہ لیتی آئی تھی اور وہی میں نے تمہاری آنکھوں میں لگا دیا ہے۔ کہا: امی جان! لگتا ہے اسی باعث مجھے قساوتِ قلبی محسوس ہورہی ہے۔

---

(۱) کنز العمال: ۴/۲۱۸ حدیث: ۱۰۲۳۷۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من أكل لقمة من حرام لم يقبل الله منه صرفا و لا عدلا أربعين يوما . (۱)

یعنی جس کے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ بھی چلا گیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ چالیس دن تک اس کی عبادت وخیرات میں سے کچھ نہ قبول فرمائے گا۔

مظلوم کی آہ سے بچو

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص امن وسلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہے اسے چاہیے کہ کسی پر ناحق ظلم نہ کرے۔ آپ سے جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا: ایک بار میں کسی سمندر کے ساحل پر چلا جارہا تھا کہ اچانک میری نگاہ ایک شکاری پر پڑگئی جس کے پاس سات مچھلیاں موجود تھیں۔ میں نے اس کے سر پر مار کر ایک مچھلی اس سے زبردستی چھین لی۔ پھر کیا ہوا کہ اس مچھلی نے میرے انگوٹھے میں ڈنک ماردیا۔

اطبا باہم مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ انگوٹھا کاٹے بغیر کوئی چارہ نہیں، پھر وہ زہر رستا ہوا میری ہتھیلی بلکہ بازو تک چڑھ آیا، اب میں نے زمین سے ایک اسیخ نکالا اور اپنا ہاتھ کاٹنے کی نیت سے میں نے ایک درخت کی آڑ لی ہی تھی کہ مجھ پر نیند طاری ہوگئی، اور سایۂ شجر تلے میں سوگیا۔ پھر مجھے خواب میں بتلایا گیا: کیوں تم اپنا ہاتھ کاٹنے پر تلے ہو؟ حق کو صاحبِ حق کے پاس کیوں نہیں پہنچادیتے!۔

---

(۱) کنزالعمال وغیرہ کے الفاظ یوں ہیں :

من أكل لقمة من حرام لم تقبل له سلاة أربعين ليلة، و لم تستحب له دعوة أربعين صباحا . و كل لحم نبت من الحرام فالنار أولىٰ به، و إن اللقمة الواحدة من الحرام لتنبت اللحم . (کنزالعمال:۱۵/۴ حدیث:۹۲۶۶......تذکرۃ الموضوعات:۱۳۴/۱)

جب میں نیند سے بیدار ہوا تو دوڑتا ہوا اس شکاری کے پاس آیا اور عرض کی: مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجیے آئندہ پھر کبھی ایسا نہ ہوگا۔ اس نے کہا: تم ہو کون میں تو تمہیں پہچانتا بھی نہیں۔ پھر میں نے وہ سارا قصہ ماضی اسے کہہ سنایا اور اس سے خوب الحاح وزاری اور خوشامد کی بالآخر اس نے میرے حال پر رحم کردیا۔

پھر میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا تاہم بازو میں تاہنوز حرارت موجود تھی لیکن اللہ کے فضل سے درد کافور ہوگیا تھا۔ میں نے کہا: میرے بھائی! تو نے مجھے کیسی بددعا دے دی تھی ؟ کہا: جب آپ نے مجھے مارا اور مچھلی لے کر چلے تو میں آسمان کی طرف منہ کرکے بہت رویا اور اس طرح فریاد کی :

یا رب أسألک أن تجعله عبرة لخلقک .

یعنی اے پروردگار! اسے تو اپنی مخلوق کے لیے عبرت کا سامان بنادے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، کم تنادي أن لا أجمع بینک و بین خصمک یوم القیامة، و عزتي و جلالي لأوقفنک مع خصمک و لأوردنک مقاما ترعد منه الأرض، و تنکس الملائکة أجنحتها، لا یجاوزني ظلم ظالم .

یعنی اے داؤد! تم نے کتنی بار مجھ سے یہ التجا کی کہ مجھے اور میرے مدمقابل کو بروزِ قیامت اکٹھے نہ کرنا۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں تمھیں تیرے مدمقابل کے ساتھ ضرور کھڑا کروں گا، اور ایسی جگہ تمھیں اتاروں گا جس سے زمین بھی لرز جائے گی اور فرشتوں کے پر بھی ٹوٹ جائیں گے۔ مجھ سے کسی ظالم کا ظلم برداشت نہیں ہوتا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک چیونٹی حضرت سلیمان علیہ السلام کے دامن پر رینگنے لگی جسے دیکھ کر آپ سخت غصہ ہوئے، اسے چٹکیوں سے پکڑا اور دور ڈال دیا۔ چیونٹی فرطِ اَلَم میں

پکار کر کہنے لگی: اے اللہ کے نبی! یہ کیا سطوت و قہر ہے! ایک کمزور مخلوق پر اپنی قوتِ بازو دِکھا رہے ہیں؟ وہ آسمان والا آپ کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے؛ لہٰذا اپنے آپ کو جواب کے لیے تیار کر لیجیے جب وہ میرے ظلم کے تعلق سے آپ سے سوال کرے گا، بلاشبہہ آپ نے میری عزت کی توہین کی ہے۔ اتنے میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

> يا نبي اللّٰه، الحق يقرؤک السلام و يقول لک: وعزتي وجلالي لئن لم تطلب العفو من النملة لأطلبتک بذنبها يوم القيامة .

> یعنی اے اللہ کے نبی! حق سبحانہ وتعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر آج آپ اس چیونٹی سے معافی نہیں مانگیں گے تو کل میں بازارِ قیامت میں اس کے گناہ کے متعلق آپ سے باز پرس کروں گا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی بادشاہ نے ایک وسیع وعریض پرشکوہ محل تعمیر کرایا۔ ایک دن باہر نکل کر وہ اس کی سرحدوں کا گھوم گھوم کر معائنہ کرنے لگا، وہیں دروازۂ شاہی سے لگے ایک بوڑھیا کی جھوپڑی بھی تھی، بادشاہ نے اس کو خریدنا چاہا مگر بڑھیا اس کے لیے تیار نہ ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟ کہا گیا کہ وہ اپنی کٹیا میں موجود نہیں ہے۔ بادشاہ نے اس کی جھوپڑی کو ڈھادینے کا حکم دے دیا، لوگوں نے جلدی جلدی اس کی کٹیا اُجاڑ دی۔ جب بڑھیا آئی تو اس نے اپنا خانہ خراب پا کر اپنے سر کو آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کیا:

> اللّٰهم إني كنت أينما كنت، إلٰهي أما كنت أين كنت، هدموا بيتي و استضعفوني، ثم بكت بكاء شديداً، فبكت ملائكة السماء، فأمر اللّٰه تعالىٰ أن يهدم القصر على من فيه، إن في ذلک لعبرة لمن يخشى .

> یعنی اے اللہ! میں تو جہاں تھی وہاں تھی ہی، مولا! مگر تو کہاں تھا کہ انھوں نے

میرا گھر ڈھا دیا اور میری کمر توڑ کے رکھ دی، اتنا کہا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کا رونا دیکھ کر آسمانی فرشتے بھی رو پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جاؤ اور محل کو محل نشیں سمیت تباہ و برباد کر ڈالو۔ یقیناً اس میں خوفِ الٰہی رکھنے والوں کے لیے بڑا سبق ہے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، قل لبني إسرائيل: من ظلم امرأة أو صبية، أو من لا يعقل كحبة في الميزان، كويته بمقدارها في النار .

يا داؤد، و عزتي و جلالي لأوقفن الخصماء موقف الخصماء، و لأحفرنهم يوم القيامة، ولأسألنهم عن القليل والكثير، والفتيل و النقير، والقطمير و الأعمىٰ من عمي عن حجته (ما فرطنا في الكتاب)، و لا قصرت رسلي و قد أتت بما أوحيت إليها، و أنا الشاهد و كفى بي أعظم الشاهدين .

یعنی اے داؤد! بنی اسرائیلیوں سے کہہ دو کہ جس نے کسی عورت یا بچے یا کسی بے زبان پر ترازو کے ایک دانے کے برابر بھی ظلم کیا اسی کے مطابق میں آتش جہنم میں اسے تپاؤں گا۔

اے داؤد! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں مظلوموں کو ظالموں کے مدمقابل کھڑا کروں گا۔ بازارِ محشر میں سب کچھ کھول کے سامنے کر دوں گا، پھر ان سے قلیل وکثیر، کمی و زیادتی اور باریک سے باریک چیز کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ نابینا سے حجت قائم کرنے کے لیے اس کے اندھے پن کی بابت سوال ہوگا (کیوں کہ ہم نے کتاب میں ہر چیز کھول کھول کر بیان کر دی ہے)، اپنے رسولوں کے پاس جو کچھ میں نے بھیجا تھا اگر اس کی تبلیغ میں کچھ کوتاہی ہوئی تو اس کے متعلق بھی پوچھا جائے گا، اور سب کا شاہد میں ہوں گا اور پھر مجھ سے بڑا گواہ ہو ہی کون سکتا ہے؟۔

امانتیں اَدا کرو اُن میں خیانت نہ کرو

حضرت حسن بن کہموس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوگیا جس کے غم میں میں رورہا تھا۔ تو مجھ سے پوچھا گیا کہ وہ کیا گناہ تھا؟ میں نے کہا: میرا ایک بھائی مچھلی کی خواہش لیے میرے پاس آیا، میں نے مچھلی اسے پیش کردی۔ جب وہ کھا کر فارغ ہوگیا تو میں نے اپنے ہمسائے کی دیوار سے مٹی کا ایک ٹکڑا اُکھاڑا اور اسے ہاتھ دھونے کے لیے پیش کردیا، اس نے ہاتھ تو دھل لیا مگر میں اپنی اس غلطی پر چالیس سال تک اَشک ریزی کرتا رہا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی مقبرہ سے گزر رہے تھے کہ ایک شخص نے انھیں آواز دی، اوراللہ نے اسے زندہ فرمادیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا: دنیا کے اندر تم کیا کیا کرتے تھے؟ کہا: میں قلی تھا، سر پر بوجھ ڈھوتا اور اسی سے روزی کماتا تھا۔ ایک دن کسی آدمی کی لکڑی میں نے اپنے سر پر لادرکھی تھی، غلطی سے اس میں سے ایک تنکا نکال کر میں نے اپنے دانتوں کا خلال کرلیا تھا۔ جب میرا انتقال ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور کہا :

یا عبدي، أما علمت اني موقفک بین یدي وفلان اشتری حطباً بماله و دفع لک الأجرة لتعود به إلی منزله، فأخذت منه شظية لا تملكها، استونت بأمري، فسألتک باللّٰه ألا ما شفعت لي عند اللّٰه فإنني في الحساب منذ أربعين سنة .

یعنی میرے بندے! کیا تمھیں اس وقت پتا نہ تھا کہ میں تمھیں ایک دن اپنے روبرو کھڑا کرنے والا ہوں جب فلاں شخص نے اپنے مال سے لکڑی خریدی اور تمھیں گھر تک پہنچانے کی اُجرت ادا کردی تھی، پھر تم نے اس میں سے ایک تنکا کیوں نکال لیا تھا جو کہ تمہاری ملکیت نہ تھا۔ تو نے میرے حکم کی صریح خلاف

ورزی کی ہے۔ لٰہذا اب میں آپ سے اللہ کا واسطہ دے کر التجا کرتا ہوں کہ بارگاہِ الٰہی میں میرے لیے سفارش کر دیجیے کیوں کہ میں چالیس سال سے محض اس ایک جرم کے حساب میں گھرا ہوا ہوں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بروزِ قیامت ایک شخص دوسرے کے گلے لٹک کر یوں عرض کرے گا: اللہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے۔ ایک کہے گا: قسم بخدا! میں تو تمہیں جانتا بھی نہیں۔ دوسرا کہے گا: کیا تو وہ نہیں جس نے میری دیوار سے مٹی نکالی تھی۔ کوئی اور کہے گا: تو نے تو میرے کپڑے سے ایک دھاگا نکال لیا تھا۔ تو یہ اور اس طرح کی بہت سی ایسی مثالیں ہیں جنھیں سن کر اور پڑھ کر خوفِ خدا رکھنے والوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت حسان بن ابوسفیان شب بیداری کے عادی تھے۔ نہ تو چربی دار گوشت کھاتے اور نہ ٹھنڈا پانی پیتے۔ پس انتقال کسی نے انھیں خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰه بک؟ فقال: أنا محبوس عن الجنة بإبرة استعرتها فلم أردها لصاحبها .

یعنی اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: میں جنت سے صرف اس جرم کی پاداش میں دور رکھا گیا ہوں کہ ایک بار میں نے کسی سے سوئی ادھار لی تھی مگر پھر اسے اس کے مالک کو لوٹانے کی توفیق نہ ہوئی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ صائم النہار اور قائم اللیل تھے (یعنی دن میں روزہ رکھتے اور رات میں قیام فرماتے)، ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے نے انھیں خواب میں دیکھا۔ آپ نے پوچھا :

يا بني، منذ كم فارقتكم؟ قال: يا أبت منذ عشرين سنة، فقال: الآن لجا خرجت من الحساب كأن عرشي يهوي لو لا أني لقيت

ربا كريما .

یعنی اے بیٹے! ذرا بتاؤ تم لوگوں سے بچھڑے ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا ہے؟ کہا: بابا جان! کوئی بیس سال۔ فرمایا: اب جب کہ میں حساب کے جھمیلوں سے فارغ ہوگیا ہوں تاہنوز ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے قبر کی چھت خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہے، حالاں کہ رب کریم نے اپنی بے کراں مہربانیوں کے ساتھ مجھ سے ملاقات فرمائی تھی۔ (پھر اگر وہ ذراسی سختی فرماتا تو کیا ہوتا تم خود ہی اندازہ کرلو)

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ میں نے حضرت بہلول دانا کو ایک اونٹنی پر سوار گریہ کناں قبرستان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا :

إلى أين؟ فقال: إلى العرض على الله تعالىٰ، فمضى ساعة، ثم عاد و هو يبكي، فقلت له: و ما يبكيك؟ قال: من عظم ما أصابني، عرضت بين يديه، فلما عرفني طردني .

یعنی کہاں جارہے ہیں؟ فرمایا: اللہ کی بارگاہ میں پیشی کے لیے۔ ابھی کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی کہ پھر وہ روتے ہوئے واپس آتے دکھائی دیے۔ میں نے پوچھا: کیوں رورہے ہیں؟ فرمایا: اس حادثے کی وجہ سے جو میرے ساتھ پیش آیا کہ جب میں اس کے روبرو حاضر ہوا تو اس نے پہچان تو لیا مگر دھتکار کر بھگا دیا۔

کسی نے اس موقع کے لیے کتنے اچھے اشعار قلم بند کیے ہیں :

قد سودت وجهي المعاصي
و أثقلت ظهري الذنوب

و أورثني ذكرها سقاما ☆ وليس لي في الورىٰ طبيب
يا شؤم نفسي غداة عرضي ☆ إذا أحاطت بي الكروب

والداعي لما دعاني باسمي ☆ أنت تقرأ و ما يجيب
هٰذا كتاب الذنوب فاقرأ
فعندها تظهر العيوب

یعنی گناہوں نے میرے چہرے کے غازۂ حسن پر سیاہی مل دی ہے۔ اور گناہوں کے بوجھ نے میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔

اس کے ذکر و فکر کی رٹ لگاتے لگاتے میں مریض نیم جاں ہو چکا ہوں اب میرے مرض کی تشخیص اُس طبیب حاذق کے سوا بھری کائنات میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

اے نفس! تیرا خانہ خراب ہو، ذرا سوچ و خیال کو پردے اور سوچ اگر تو کرب والم میں یوں ہی ڈوبا رہا تو کل کس منہ سے اس کے روبرو ہوگا۔

بلانے والے نے جب میرا نام لے کر مجھے دعوت دی تو تو نے دعوت نامہ تو پڑھا مگر جواب دینے کی تجھے توفیق نہ ہوئی۔

دیکھ یہ ہے تیرے گناہوں کا نوشتہ۔ جس طرح اور جتنی بار بھی پڑھنا ہو پڑھ لے اور یقین رکھ کہ تیرے سارے عیوب و نقائص اس میں مرقوم ہیں۔

کسی مردِ صالح کا بیان ہے کہ میں نے جمعرات کی شب کسی بچے کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ کہنے لگا: اے چچا جان! دیکھئے کہ جمعرات آ گئی اور یہی دن پیشی کا ہوتا ہے، آج میں معلم کے روبرو کیا جاؤں گا، اب مجھے اپنی لغزشوں اور غلطیوں کا اِحساس کھائے جا رہا ہے۔ تو میں نے اپنے جی میں سوچا کہ ذرا دیکھو یہ بچہ کتنا چھوٹا ہے مگر اس پر اپنے معلم کے پاس حاضر ہونے کا کیسا خوف طاری ہے حالاں کہ خود معلم بھی ایک انسان ہی ہے۔ پھر اس بندے کا کیا حال ہوگا جو عیوب و نقائص اور لغزشوں کے بوجھ لے کر اپنے حقیقی آقا و مولا کے روبرو حاضر ہوگا۔

کسی نے اسے منظوم طور پر یوں پیش کیا ہے :

سوف تأتي عليک ساعة هول ☆ حين تعطى صحائف الأعمال
فكأني أرى فضائح قوم ☆ قد تجلى لعرضها ذو الجلال
ليت شعري إذا قرأت كتابي ☆ بيميني أعطاه أم بشمالي

یعنی عنقریب تجھ پر ہولناک گھڑیاں بسیرا کرنے والی ہیں، جس وقت کہ تجھے تیرا نامہ اعمال پکڑایا جائے گا۔

ایسے لوگوں کی فضیحت و رسوائی کا سماں گویا میں آج ہی کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں جنھیں اللہ کے حضور پیش ہونے کا آرڈر جاری ہوگیا۔

کاش! مجھ میں آج ہی اس بات کا شعور پیدا ہو جاتا کہ جس وقت میں اپنا نامہ اعمال پڑھوں گا تو وہ میرے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔

حضرت ذو النون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ایک نو جوان کو غلافِ کعبہ سے چمٹا ہوا دیکھا، جس کے لبوں سے یہ الفاظ نکل رہے تھے :

يا رب، اعف عني عما فعلته في أيام غفلتي، فقد فنى جسمي، فهتف به هاتف و هو يقول: إنا لا نؤاخذ العبد بما فعله في أيام غفلته .

یعنی اے پروردگار! اپنے غفلت کے دنوں میں جو کچھ برائیاں میں نے کیں انھیں معاف فرما دے؛ کیوں کہ میرا جسم اسی غم میں گھلا جا رہا ہے۔ اتنے میں ہاتف غیب سے آواز آئی: ایام غفلت میں سرزد ہوئے گناہوں پر ہم بندوں سے مواخذہ نہیں کرتے۔

برائیوں سے بچنے کی تدبیریں

حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

حرام علی کل قلب أن یشم رائحة الیقین، و فیه سکون إلی عمله إلی غیره .

یعنی ایسا دل یقین کی خوشبو سونگھنے سے ہمیشہ محروم رہے گا جو رضائے مولا کے علاوہ دوسرے کام کرنے میں سکون محسوس کرے!۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

المومن أسیر، فیجب علیه أن یسعی في فکاک نفسه، لا یأمن شیئا حتی یلقی اللّٰه تعالیٰ، و یعلم أنه مؤاخذ علیه في سمعه، و بصره، و لسانه، و جمیع جوارحه .

یعنی مومن (اس قیدخانہ دنیا میں) ایک قیدی کی مانند ہے؛ لہٰذا خود کو بیڑیوں سے آزاد کرنے کی اسے ہمہ وقت کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ جب تک اللہ سے شوقِ ملاقات کی آرزو پوری نہ ہوجائے کسی چیز سے مطمئن ہوکر بیٹھ نہ رہے بلکہ ہر وقت احساس کی اس شمع کو اپنے اندر فروزاں کیے رکھے کہ اس کے کان، آنکھ، زبان بلکہ جملہ اعضا و جوارح کی بابت اس سے بازپرس ہوگی۔

کسی حکیم کا قول ہے :

احفظ أربع خصال تنج بها من کل سوء: عینک، ولسانک، و قلبک، و هواک . و لسانک لا تقل به شیئا من الشر تعلم أن الحق خلافه، و قلبک لا یکن فیه غل و لا عداوة لأحد من المسلمین، و هواک لا یکن فیه شبه، فإن کان فیک هٰذه الخصال، و إلا فاجعل الرماد علی رأسک، و اعلم بأنک قد

ھلک .

یعنی اگر تونے آنکھ، زبان، دل اور خواہش ان چار چیزوں پر حفاظت کا پہرہ بٹھا دیا تو سمجھ لے کہ تجھے ہر برائی سے چھٹکارے کی ضمانت مل گئی۔ زبان کی حفاظت یوں کر کہ اس سے کوئی ایسی بری چیز نہ ادا کر جس کے بارے میں تجھے یقین سے معلوم ہو کہ حق اس کے برعکس ہے۔ دل کی حفاظت یوں کر کہ اس میں کسی بھی مسلمان کے لیے عداوت وحسد کا گھونسلا نہ بنا۔ اور خواہش کی حفاظت یوں کر کہ اس میں کسی شبہہ کی بھی گنجائش نہ رہ جائے۔ اگر تم ان چار خصلتوں کو من کے کھیت کے اندر اُگانے میں کامیاب ہوگئے، (پھر تو دارین کی سعادتیں تمہارا نصیب ہیں)، ورنہ اپنے سر کو خاک آلود کر کے اس بات کا یقین کر لے کہ ہلاکت تمہارا مقدر بن چکی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

إذا نظرت إلی یمینک فانظر إلی جناتي و نعمائي، و إذا نظرت عن شمالک فاذکر ناري وعقابي، و إذا نظرت من فوقک فاذکر جلالي و عظمتي، و إذا نظرت من تحتک فانظر قدرتي و عجائبي، و إذا نظرت أمامک فاذکر الحساب و دقائقه، و إذا نظرت وراءک فاذکر الموت و أعوانه و شدائده و أهواله و سکراته، و اعلم أنک مطلوب بأعمالک رهین .

یعنی جب تم اپنی داہنی طرف نگاہ کرو تو میری جنت ونعمت کا تصور کیا کرو، اور جب اپنے بائیں نظر کرو تو جہنم وسزا کا خیال باندھا کرو۔ جب اپنے اوپر کی سمت تکا کرو تو میری عظمت وجلالت کو یاد کیا کرو، اور جب اپنے نیچے دیکھا کرو تو میرے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا کرو۔ جب اپنے آگے نظر کرو تو حساب اور اس کی باریکیوں کو یاد کیا کرو، اور جب تم اپنے پیچھے نگاہ دوڑاؤ تو موت، مددگاران،

کلفتوں، ہولنا کیوں اوراس کے سکرات کا تصور کیا کرو۔ اور یہ بات ذہن نشیں کرلو کہ تم سے تمہارے گروی رکھے ہوئے اعمال کی بابت مطالبہ ومواخذہ ہوگا۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ثق بالله و أرض من الله، فكل شيء بقضاء الله، و لو علم الإنسان قرب الله منه ما عصى الله .

یعنی اللہ تعالیٰ (کی ذات سے بخشش کی) امید واثق رکھ، اور خود کو اللہ سے راضی رکھنے کی کوشش کرتا رہ، کیوں کہ ہر چیز اللہ کے قضا وقدر ہی سے ہوتی ہے، اور اگر انسان کو صحیح معنوں میں اندازہ ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کتنا قریب ہے تو پھر وہ کبھی اس کی نافرمانی نہ کرے (اور گناہوں کے قریب بھٹکنے نہ پائے)

کسی نے شعر کی زبان میں کہا ہے:

إن كنت صوفي فعجل ☆ إن وقتك سيف
و إن تهاونت ضيعت ☆ الشتاء و الصيف
و اعلم بأن ابن آدم ☆ من أهله كالضيف
دنا الرحيل فقل ☆ كيف حالي كيف

یعنی اگر تو صحیح معنوں میں صوفی ہے تو (زادِراہ کی فراہمی میں) جلدی سے کام لے، کیوں کہ وقت تلوار کی مانند تیز ہے۔

اگر تم نے ذرا بھی غفلت برتی تو موسم سرما و گرما دونوں سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

اور یہ بات دل کی تختی پر نقش کرلے کہ جملہ بنی نوعِ انساں ایک دوسرے کے گھر میں مہمان کی طرح ہیں۔

کوچ کا نقارہ بجنے کا وقت بہت ہی قریب آ گیا تو اب کہتا پھر کہ میرا کیسا برا حال ہے۔

محاسبہ نفس کا عمل سدا جاری رکھیے

کسی مردِ درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک راہب سے پوچھا: کیا تمہاری کوئی عید بھی ہوتی ہے؟۔

کہا: ہاں! وہ دن ہمارے لیے عید ہے جس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام نہ کریں۔

میں نے پوچھا: پھر تم سیاہ لباس کیوں پہنتے ہو؟۔

کہا: یہ مصیبت زدگان کا لباس ہے۔

میں نے پوچھا: تمہارے نزدیک سب سے بڑی مصیبت کیا ہے؟۔

کہا: گناہوں کا ارتکاب کرنے سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے!۔

پھر میں نے غور سے دیکھا تو اس کی داہنی آستین میں سفید اور بائیں میں سیاہ کنکری نظر آئی۔

میں نے پوچھا: یہ سفید و سیاہ کنکریوں کا کیا معاملہ ہے؟۔

کہا: جب بھی میں کوئی نیکی کرتا ہوں سفید کنکری اُٹھا کر سیاہ کنکریوں کے کھاتے میں ڈال دیتا ہوں، اور جب کوئی برائی کر بیٹھتا ہوں تو سیاہ کنکری اُٹھا کر سفید کنکریوں کے کھاتے میں ڈال دیتا ہوں، پھر رات میں اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا ہوں، جب سیاہ کنکریاں سفید کنکریوں پر غالب آجاتی ہیں تو سمجھ جاتا ہوں آج نفس نے کچھ زیادہ ہی گناہ کرلیے ہیں، تو اب قاعدے سے نفس کی خبر لیتا ہوں اور سزا کے طور پر کھانا پینا تک اس پر بند کردیتا ہوں۔ اور جب سفید کنکریاں سیاہ کنکریوں سے زیادہ ہوجاتی ہیں تو سمجھ جاتا ہوں کہ آج نیکیوں کی کثرت رہی تو انعام کے طور پر پھر اسے کچھ کھلا پلا دیتا ہوں۔ اور نفس کے ساتھ میرا یہ معاملہ زمانے سے ہے اور یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ اس سے جدا نہ ہوجاؤں اور میرا طائر روح اس قفس عنصری سے پرواز نہ کرجائے۔

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ جب بھی وہ کوئی عمل سرانجام دیتے کسی تختی پر اسے لکھ لیتے۔ پھر جب رات آتی تو وہ تختی اپنے سامنے رکھ کر اپنے نفس کا حساب لیتے اور پھر تا دم سحر ندامت وخجالت کے آنسو بہاتے رہتے۔ اور ان کا یہ عمل پوری زندگی یوں ہی جاری وساری رہا۔ جب ان کا انتقال ہوا، کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا :

ما فعل اللّٰه بک؟ قال: أوقفني بين يديه، و قال: يا عبدي، قد جعلت حسابک في الدنيا لنفسک بدلاً عن حسابک في الآخرة .

یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا: مجھے اپنے روبرو کھڑا کرکے فرمایا: میرے بندے! (اب ہم تمہارا اور کیا حساب لیں جب کہ) آخرت میں جو حساب ہونا تھا وہ تم نے اپنے نفس سے دنیا ہی میں لے لیا ہے۔

کسی نے اس موقع کے لیے بہت اچھے اشعار نظم کیے ہیں ؎

كم ذا التشاغل و الأمل ☆ كم ذا التواني و الكسل
حتى متى و إلى متى ☆ يحصى عليک فلا تمل
هل بعد شيب العارضين ☆ سوى التوقع للأجل
يا من يغر بنفسه ☆ وعن الصلاح قد امتهل
فالموت أقرب نازل ☆ و القبر صندوق العمل
سخط الإلٰه بما جنيت ☆ من المعاصي و الزلل
يا رب عبد مذنب ☆ قد شقه طول الأمل
منک الشفاء لعلتي ☆ و عليک نعم المتكل

یعنی تم کب تک امید وآرزو اور بے جا مصروفیات کے ریشمی جالوں میں الجھے رہوگے، اور غفلت وسستی کا یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہوگا۔

کب تک اور کہاں تک تمھیں ان کا شمار کر کے بتایا جائے کہ تم ان سے بیزار ہو جاؤ (اور خود کو عمل خیر کی راہ پر جادہ پیما کرلو)

کیا بڑھاپے کا موسم خزاں اُتر آنے کے بعد موت کی توقع کے علاوہ بھی کوئی اور امید باقی رہ جاتی ہے۔

اے نادان! ذرا سوچ کہ نفس کے دام ہمرنگ زمیں میں تو کیسا الجھا ہوا ہے، اور صلاح وتقویٰ کی پونجی اکٹھا کرنے میں تو کتنی سستی برت رہا ہے۔

ذرا سوچ کہ موت کا کیا ہے، وہ بس آئی کہ آئی، اور قبر ہی سے تیرے اعمال کا صندوق کھول دیا جائے گا۔

معصیت کیشی اور گناہ اندوختی کرتے وقت کیا کبھی ایسا ہوا کہ مولا کے احساسِ غیظ وغضب نے تجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔

اے پروردگار! یہ بندۂ حقیر بڑا خاطی وعاصی ہے، اور بے پایاں امیدوں نے اس کا شیرازۂ حیات بکھیر کر رکھ دیا ہے۔

ایسے کس مپرسی کے عالم میں میرے روگ کو اگر کہیں سے شفا کی امید ہے تو وہ بس تیری اور تیری بارگاہ ہے۔ اور بس تیری ہی ذات پر بھروسہ بھی رکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان من عرف اللّٰه لقيه سالماً، والويل كل الويل لمن ذهب عمره في الدنيا باطلاً.

یعنی جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے یسر وسلامتی کی حالت میں ملاقات کرے اور پھر بھی وہ اپنی زندگی کو باطل وعبث چیزوں میں بسر کر رہا ہو تو ایسا شخص صحیح معنوں میں ہلاک کر دیے جانے ہی کے قابل ہے۔

موت کی یاد کو اپنا وظیفہ حیات بنالو

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: اے ابوسعید! ابھی آپ خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟ فرمایا :

حال من ينتظر الموت إذا أمسى، و إذا أصبح لا يدري هل يمسي، و كيف يمسي؟ .

یعنی اس کا حال پوچھ کر کیا کروگے جو سر شام تو موت کا انتظار کرتا ہے، لیکن پھر جب صبح ہوتی ہے تو اسے پتا ہی نہیں ہوتا کہ شام پھر لوٹ کر آئے گی۔ اور آئے گی بھی تو کیسی ہوگی!۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی دوست سے کہا :

يا أخي، إذا نمت فاذكر الموت و اجعله أمامك، و إذا قمت فلا تنظر لصغر ذنبك، و لكن أنظر إلى من عصيت .

یعنی میرے بھائی! تم موت کا تصور کرکے سویا کرو اور موت کو ہمیشہ اپنے سامنے گمان کیا کرو۔ اور جب بیدار ہو تو اپنے معمولی سے معمولی گناہوں کو دیکھنے کی بجائے یہ دیکھا کرو کہ تم نے نافرمانی کی کس کی ہے!۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے ایک روز اپنی ماں سے پوچھا :

يا أماه، أ تحبين أن تلقي اللّٰه تعالىٰ، قالت : لا و قد عصيته.

یعنی اے امی جان! کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے کی آرزو ہے؟ کہا: نہیں۔ گناہوں میں اَٹا ہوا یہ منہ اُس کے روبرو ہونے کے کہاں قابل ہے!۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما من أحد يموت إلا و يندم، إن كان محسنا ندم ان لا يكون

قد زاد فيه، و إن كان مسيئا ندم ان لا كان أقلع منه .

یعنی کوئی شخص ایسا نہیں جسے مرنے کے بعد ندامت لاحق نہ ہو۔ اگر نیکوکار رہوگا تو اسے اس بات پر ندامت ہوگی کہ اس نے مزید نیکیاں کیوں نہ کمائیں۔ اور اگر گنہ گار ہوگا تو اس لیے شرمندہ ہوگا کہ اس نے سلسلہ گناہ کو ترک کیوں نہیں کیا!۔

ایک مردِ صالح نے فرمایا کہ میں نے جانکنی کے عالم میں پڑے ایک شخص کے پاس جا کر کہا :

قل لا إله إلا اللّٰه ، فقال : كلمة كنت أقولها منذ سبعين سنة، و الآن قد بدا لي أن لا أقولها .

یعنی لا الہ الا اللہ پڑھو۔ تو اس نے کہا: یہ تو وہی کلمہ ہے جسے میں اپنی ستر سالہ زندگی کے دوران پڑھتا رہا ہوں۔ لیکن اس وقت میں ایسے مرحلے سے گزر رہا ہوں کہ شاید اس کو پڑھنے کی توفیق نصیب نہ ہو۔

ساداتِ صالحین سے مروی ہے کہ ایک رات حضرت عمر جوینی رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر روئے۔ ان کی ماں نے پوچھا :

ما يبكيك؟ أ لا تشكر صلاتك وصيامك؟ قال: دعيني يا أمي، فواللّٰه ما أدري ما يختم لي به .

یعنی بیٹے! اس قدر کیوں رو رہے ہو؟ تمھیں تو اپنے صوم وصلوٰۃ کی کثرت کے باعث شکر گزار ہونا چاہیے؟ فرمایا: امی جان، کیا باتیں کر رہی ہیں! قسم بخدا مجھے تو محض اپنے خاتمے کی پڑی ہوئی ہے۔ نہیں معلوم میرے روزہ ونماز میرے لیے کہاں تک نفع رساں ہوں گے!۔

حضرت ابن عجلان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک بڑے مشہور عالم کی دم نزع میں پہنچے، میں نے اس سے زیادہ خشیت خداوندی رکھنے والا شخص آج تک نہ دیکھا تھا۔ ہم نے انھیں کلمہ شہادت کی تلقین کی، وہ زبان سے اَدا تو کرنا چاہ رہے تھے؛ مگر کہنے پر قدرت

نہیں تھی۔ ہم نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا :

حبـلي بيني و بينها، و ذلک اني قتلت نفسا في شبابي، فنعوذ بالله من مكره .

یعنی اس وقت میرے اور اس کے درمیان ایک رسی حائل ہو چکی ہے۔ اور ایسا اس وجہ سے ہوا ہے کہ میں نے اپنی جوانی کے دنوں میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔ پس ایسی ہولنا کی سے اللہ کی پناہ۔

راندگانِ بارگاہِ الٰہی

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی بیابان میں ایک ہٹے کٹے شخص کو بلند ٹیلے پر پڑا دیکھا۔ جب اس سے قریب ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری تھے۔ میں نے پوچھا :

مـن أنـت؟ فقال: أنا طريد الله، فقلت له: مم بكاؤک؟ فقال: إنما بكائي على الوصال الذي كان بيني و بين الله .

یعنی تم ہو کون؟ کہنے لگا: اللہ کا ایک دھتکارا ہوا بندہ۔ پوچھا: اور یہ رووَن دھووَن کیوں کر رہے؟ کہا: اپنے قرب ووصال کی ان گھڑیوں کو یاد کر کر کے رو رہا ہوں جو میرے اور مالک حقیقی کے درمیان تھیں۔

کسی نے اس موقع کے لیے بڑے پتے کے اشعار قلم بند کیے ہیں ؂

ليس لي فيک مرتجى ☆ غير صبري على القضا

و بكى على الوصـــال ☆ الذي كان و انقـضى

یعنی اَب میرے لیے تمھارے اندر کوئی شمع اُمید باقی نہیں رہی؛ مگر ہاں قضا و قدر کے اوپر تو مجھے صبر کرنا ہی ہے۔

اب اگر رونا آرہا ہے تو صرف اس بات پر کہ تیرے ساتھ وصال وقربت کے جو لمحات میسر تھے وہ اب جاتے رہے۔

حضرت ذوالنون مصری نے اللہ کے اس قول :

وَ يَومَ القِيٰمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللّٰهِ وُجُوهُهُم مُسوَدَّةٌ o

(سورۂ زمر:٣٩/٦٠)

اور آپ قیامت کے دن ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ پر جھوٹ بولا ہے دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ دعویٔ عشق ومستی کرنے والے ہیں جنھیں دعویٰ تو محبت الٰہی کا تھا مگر سچائی کچھ اور تھی!۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

ليست الأعمال كلها ترضيه و لا بالذي تسخطه، لكنه رضي عن قوم فاستعملهم بعمل الرضى، و سخط على كل قوم آخرين فاستعملهم بعمل السخط .

یعنی اعمال کا سارا ذخیرہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس سے رضاے مولا کو خریدا جاسکے، اور نہ ہی اس سے غضب خداوندی مول لیا جاسکتا ہے۔ ہاں! دستورِ الٰہی یہ ہے کہ جب وہ کسی سے خوش ہوتا ہے تو اسے اپنی رِضا کے کام کرنے کی توفیق مرحمت فرما دیتا ہے، اور جب کسی سے ناخوش ہوتا ہے تو اسے اپنے غیظ وغضب کو اُبھارنے والے کام میں لگا دیتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی نماز کو طول دی اور اس کے پیچھے کھڑا دوسرا شخص سراپا اِنتظار بنا ہوا ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس شخص نے کہا :

يا أخي، لا يعجبک ما رأيته مني، و ذلک لأن إبليس –لعنه

اللّٰه– عبد اللّٰه دهرا طويلا ثم صار إلى ما صار إليه .

یعنی اے بھائی! برا نہ مانیں تو ایک بات عرض کروں، اور وہ یہ کہ ابلیس –لعنہ اللہ– نے مدتوں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا دم بھرا تھا، مگر پھر اس کا انجام کیا ہوا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں!۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام خوف وخشیت سے لبریز کانپتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا :

ما هٰذا الخوف؟ فقال، يا حبيبي يا محمد، إن إبليس –لعنه اللّٰه– عبد اللّٰه تعالىٰ ثمانين ألف سنة، ثم صار إلى ما صار إليه، ثم هاروت و ماروت و قد كانا لهما فضل كثير، فلا نأمن من ان يبتلينا بمعصية فنعذب عليها ، فقعدا يبكيان حتى ناداهما منادٍ من السماء: ان اللّٰه تعالىٰ أمنكما من أن يبتليكما بمعصية فيعذبكما عليها، ففرحا فرحاً شديداً و قالا الحمد اللّٰه .

یعنی اے جبریل! یہ کپکپاہٹ کیسی؟ کہا: اے میرے محبوب محمد! آپ کو معلوم ہے کہ ابلیس –لعنہ اللہ– نے کوئی اَسی ہزار برس تک اللہ کی عبادت کیا تھا۔ پھر اس کا کیا حشر ہوا آپ کو معلوم ہے۔ پھر ہاروت و ماروت کو دیکھ لیں، یہ بڑے فضل و کمال والے فرشتے تھے۔ تو یوں ہی ہمیں بھی ہمہ وقت یہی خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور نتیجے میں ہم بھی عذاب خداوندی کے شکار ہو جائیں۔

دیکھیں کہ وہ (ہاروت و ماروت) بیٹھ کر گریہ وبکا کر رہے تھے تو آسمان سے ایک روز ہاتف غیبی نے آواز دی: اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو آئندہ کے لیے اس بات سے محفوظ کر دیا ہے کہ تم سے کوئی گناہ سرزد ہو اور پھر اس پر تمھیں کوئی عذاب

دیا جائے۔ یہ سن کر وہ بے پناہ خوش ہوئے اور شکرانے میں کہا: الحمد للہ۔

ایک دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل و میکائیل سے پوچھا :

ما هذا الخوف الذي دخلكما و قد علمتما مكانكما مني، و إني لا أظلم أحدا شيئاً، فقالا: أجل يا ربنا، و لكنا لا نأمن من مكرك، فقال: صدقا لا تأمنا مكري أبدا .

یعنی یہ بتاؤ کہ تم پر اس قدر خوف کا غلبہ کیوں رہتا ہے، حالاں کہ تمھیں معلوم ہے کہ میری نگاہ میں تمہارا مقام و مرتبہ کتنا بلند ہے، نیز یہ کہ میں رتی بھر کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ دونوں نے عرض کیا: بات تو ٹھیک ہے پروردگار؛ لیکن ہم تیری تدبیر سے خود کو محفوظ تصور نہیں کرتے۔ فرمایا: تم نے سچ کہا۔ کبھی بھی میری تدبیر سے مطمئن (ہو کر غافل) نہ ہو جانا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

عباد اللّٰه ، لا تغتروا بطول حلم اللّٰه ، و اتقوا السفه ، فقد سمعتم قوله عزوجل في كتابه : (فلما آسفونا انتقمنا منهم فأغرقناهم أجمعين) .

یعنی اے اللہ کے بندو! اللہ کے بے کراں حلم و بردباری پر بھروسہ کر کے کہیں تم دھوکہ میں مت پڑ جانا، جہالت و عدم بردباری سے اپنا دامن بچاؤ؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول تم نے اس کی کتاب مقدس میں سن رکھا ہے: (پھر جب انھوں نے ہمیں شدید غضب ناک کر دیا تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا)

ہوا و ہوس کی آفتیں

ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر

ہوئے اورعرض کیا :

یا محمد، من عمل من أمتک عملاً یرید به الدنیا، لم یجعل اللّٰه منه نصیبا یوم القیامة، فقال النبي صلی اللّٰه علیه وسلم : إنا للّٰه و إنا إلیه راجعون .

یعنی اے محمد! آپ کی امت میں جوشخص محض دنیا کمانے کے لیےکوئی عمل کرے ،(تواس سے بتادیں کہ) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس عمل کے صلے میں اسے کچھ بھی عطانہ کرے گا۔ یہ سن کر آقاے رحمت علیہ السلام نے پڑھا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کسی اہل دل نے ارشادِ باری تعالیٰ:(وَ اِنْ یَاْتُوْھُم اُسَارٰیٰ تُفَادُوْھُم) کی بڑی نفیس توجیہ وتشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ یعنی اگر وہ شہوتوں کے جرم میں قیدی بنا کرلائے جائیں توانھیں فدیہ دے کرچھڑالو،یعنی انھیں مجاہدات وریاضات کی چکی میں پیس دو؛ کیوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انوار وتجلیات شہوتوں میں گھرے ہوئے دلوں پرنہیں اُترا کرتے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

یا داؤد، حذر أصحابک من أکل الشهوات، فإن القلوب المتعلقة بشهوات الدنیا معقولة محجوبة مني .

یعنی اے داؤد! اپنے ساتھیوں کو ہواوہوس کی ٹامک ٹوہیوں میں بھٹکنے سے روکو؛ کیوں کہ جودل دنیا کی شہوتوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں وہ مجھ سے آڑ میں رہیں گے۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشادِ پاک ہے :

إذا رأیتم مبتلی فسلوه العافیة فأهل البلاء هم أهل الغفلة عن

ذکر اللّٰہ تعالیٰ .

یعنی جب تم کسی مبتلاے اَلم کو دیکھو تو اس کے لیے امن وعافیت کی دعا کرو؛ کیوں کہ یہ مصیبت زدگان، دراصل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غفلت برتنے والے ہی ہوتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت جبرئیل، حضرت یوسف علیہما السلام کے پاس آئے اور کہا :

یا یوسف، الحق سبحانه وتعالیٰ یقرؤک السلام، و یقول لک: أما تستحیي مني اشتغلت بغیري، و عزتي و جلالي لأبتلیک بالسجن بضع سنین، فقال یوسف: یا جبریل، هو راضٍ عني؟ قال: نعم، قال، إذاً لا أبالي .

یعنی اے یوسف! حق سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ کسی اور کی یاد میں مشغول ہوتے وقت کیا تمھیں مجھ سے حیا نہیں آئی۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں اس کی پاداش میں چند سال کے لیے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالنے والا ہوں۔ یوسف نے عرض کیا: اے جبرئیل! کیا ایسا کرنے کے بعد وہ مجھ سے خوش ہوجائے گا؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: پھر تو کوئی غم نہیں۔ (میں اس کے لیے بہ دل وجاں تیار ہوں)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا :

یومان و لیلتان لم تسمع الخلائق بمثلهما، یوم مجيء البشیر من اللّٰه تعالیٰ إما یرضاه و إما یسخطه، و یوم الموقف بین یدي اللّٰه تعالیٰ ، فمنهم من یأخذ کتابه بیمینه، ومنهم من یأخذ کتابه بشماله، و لیلتان لیلة مبیت المیت في قبره مع أهل القبور، فلم یبت لیلة مثلها و لیلة صبیحتها القیامة لیس بعدها لیلة .

یعنی دو شب وروز ایسے ہوں گے کہ خلقِ خدا جن کا تصور بھی نہیں کرسکتی: ایک تو

> وہ دن جب اللہ کی طرف سے خوشخبری لے کر آنے والا آئے گا، اب نہیں معلوم وہ کیا خبر لائے گا کہ چل! رب تجھ سے راضی ہے، یا یہ کہ اُٹھ! رب تجھ سے غضب ناک ہے۔ اور دوسرا وہ دن جب کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی ہوگی، تو اس دن کچھ لوگوں کے نامہ اَعمال تو داہنے ہاتھ میں ہوں گے اور کچھ کے بائیں ہاتھ میں پڑے ہوں گے۔ اور دو راتوں میں پہلی وہ جب مردہ اپنی قبر کی کوٹھری میں قبر والوں کے ساتھ رات بسر کرتا ہے، کیوں کہ ایسی رات اس نے کبھی نہیں گزاری ہوگی۔ اور دوسری وہ رات جس کی صبح قیامت برپا ہوگی کیوں کہ اس کے بعد پھر کبھی رات کو نہیں آنا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پھوٹ پھوٹ کر خوب روئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بزم قدس سے اُتر کر پوچھتے ہیں:

> **یا إبراهیم الخلیل، إن اللّٰه یقرؤک السلام و یقول: هل رأیت خلیلاً یعذب خلیله؟ فقال إبراهیم علیه السلام: إذا تذکرت خطیئتي نسیت خلتي .**

> یعنی اے ابراہیم خلیل! اللہ نے آپ کو سلام پیش کیا ہے اور کہلا بھیجا ہے کہ کیا کبھی کوئی دوست بھی کسی دوست کو سزا دیتا ہے!۔ حضرت ابراہیم نے عرض کیا: (جبرئیل! بات یہ ہے کہ) جب مجھے اپنی خطائیں یاد آتی ہیں تو خلت و رِفاقت کا سارا نشہ ہرن ہوجاتا ہے۔

قارئین کرام! اندازہ فرمائیں کہ جب نبوت وخلت کے تاجِ زرّیں سے آراستہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ حال ہے تو خطا وعصیان میں ڈوبے ہوئے گنہ کاروں کا کیا حال ہونا چاہیے۔ لہٰذا میرے دوست! آج ہی اپنے نفس کا محاسبہ کرلے قبل اس کے کہ کل سرِمحشر اس سے حساب کتاب لیا جائے، اور اسے سمجھا بجھا کر راہِ راست پر لے آ یا قبل اس کے کہ عذاب کے کوڑے اس کی کمر توڑ کر رکھ دیں۔ اور ہوسکے تو اس سے جہادِ اکبر کر اور اسے تہ تیغ کرتے وقت یہ دعا پڑھ لینا: بسم اللّٰه و اللّٰه أکبر۔

غضب اِلٰہی سے لرز لرز جاؤ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت حاتم رضی اللہ عنہ، شیخ حامد سے ملاقات کر کے فرماتے ہیں :

یـا أخي، کیف أنت في نفسک؟ فقال: سالم معافی، فقال:
یا أخي، إنمَا السَّلامة من وراء الصراط، والعافیة في الجنة.

یعنی اے میرے بھائی! نفس کے ساتھ تیرا برتاؤ کیسا ہے؟ کہا: سلامت وعافیت سے ہے۔ فرمایا: میرے بھائی! سلامتی تو وہ ہے جو پل صراط پار کرنے کے بعد ملتی ہے۔ اور عافیت صرف جنت میں ہوگی۔

کسی نے اس مفہوم کو شعری قالب میں یوں پیش کیا ہے ؎

دعـوه لا تلـومـوه دعـوه ☆ فقد علم الذي لا تعلموه
رأی علم الهدی فسما إليه ☆ و طالب مطلباً لا تطلبوه
أجـاب دعـاء ه لما دعـاه ☆ فقـال بحقه و اخلفتموه

یعنی اسے چھوڑ دو، ملامت نہ کرو، چھوڑ دو؛ کیوں کہ اسے وہ کچھ معلوم ہے جس کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔

ہدایت کا پرچم دیکھ کر وہ اس کی طرف لپک پڑا، اور اس نے ایسے ایسے مطلب ومقصد طلب کیے جن کا اس سے مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

جب بھی اس کے لبوں سے دعائیں نکلیں اجابت نے دوڑ کر اسے اپنے گلے سے لگایا؛ بات کتنی حق لگتی ہے؛ مگر (افسوس کہ) تم اس کی مخالفت پر کمر بستہ ہو!۔

عذابِ الٰہی سے بچنے کی تدبیریں

حکایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک شخص کسی گرجا گھر سے گزرا، پادری اندر موجود تھا۔ اس نے راہب کو آواز دی مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا۔ پھر دوبارہ آواز دی تو راہب باہر آ کر کہنے لگا: اے شخص! میں کوئی راہب نہیں ہوں، راہب تو وہ ہوا کرتا ہے جو اللہ کی جلالت وبزرگی اور عظمت وکبریائی کا تصور کر کے کانپ جائے، گریہ وبکا کا عادی ہو، قضاے مولا پہ راضی ہو، اس کی نعمتوں کا شکر گزار رہو، اس کی عظمتوں کے حضور خمیدہ سر ہو جائے، اس کی ہیبتوں کے آگے جھک جھک جائے، اس کے حساب وکتاب اور دردناک عذاب کی فکر میں غلطاں وپیچاں رہے، دن روزے میں گزرے تو رات (محبوب کو منانے کے لیے) کھڑے کھڑے گزار دے، دوزخ کی یاد اور جبار وقہار کے معاملے کو سوچ کر آنکھوں سے نیند روٹھ جائے، تو راہب دراصل ایسا ہوتا ہے، اور میری حیثیت تو محض ایک دہشت خیز کتا کی سی ہے، میں نے خود کو اس گرجا گھر میں صرف اس لیے قید کر رکھا ہے تاکہ میری وجہ سے کسی کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ ہمارے لیے دعا فرمادیں۔ تو اس نے اس طرح دعا مانگی:

اللّٰھم یا من علمه لا یحس، و نوره لا یطفأ و أمره لا یخفی، یا من فرق البحر لموسی و نجاه مما یخاف ویخشی، نجنا مما نخاف و نخشی .

یعنی اے اللہ! تو وہ ہے جس کا علم محسوس نہیں کیا جاسکتا، اور جس کا نور بجھایا نہیں جاسکتا۔ اے وہ ذات جس نے موسیٰ کے لیے سمندر کا سینہ چیر دیا اور انھیں اس چیز سے نجات بخشی جس کا انھیں خوف وخطرہ لاحق تھا؛ لٰہذا ہمیں بھی ان چیزوں سے نجات عطا فرما جن کے خوف وہراس سے ہم دوچار ہیں۔

پھر اس کے بعد وہ پادری گرجا گھر میں ایسا گھسا کہ کبھی باہر نہ دیکھا گیا۔

دنیا دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں

حکایتوں میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داوٗد علیہ السلام کسی پہاڑ سے تسبیح کرتے ہوئے گزر رہے تھے کہ آپ کی نظر ایک ازحد قدیم غار پر پڑی جس کے اندر بنی نوعِ انساں سے کوئی عظیم الخلقت انسان پڑا ہوا تھا، اور اس کے سرہانے ایک پتھر نصب تھا جس کے اوپر یہ تحریر رقم تھی :

> أنا وسيم، ملك الصنع، ملكت الدنيا ألف عام، و فتحت ألف مدينة، وهزمت ألف جيش، و بكرت ألف بكر من بنات الملوك، و قتلت ألف جبار، فمن رآني لا يغتر بالدنيا، فما كانت إلا كحلمة نائم، ثم صار أمري إلى ما ترى، صار التراب فراشي، و الحجارة وسادتي، فمن رآني فلا تغره الدنيا كما غرتني .

یعنی میں وسیم' ملک صنع کا بادشاہ ہوں۔ ہزار سال تک میں نے دنیا پر حکومت کی، ہزار شہروں کو فتح کیا، ہزار لشکروں کو شکست و ریخت سے دوچار کیا، ہزار شہزادیوں کے پردہاے بکارت کو تار تار کیا، اور ہزار جابر و قاہر بادشاہوں کو تہ تیغ کیا، تو اے مجھے دیکھنے والے! دنیا پا کر اِترانا نہیں؛ کیوں کہ دنیا کی حقیقت' جھوٹی آرزوٗ سے زیادہ نہیں ہے۔ پھر تم بھی ایسے ہی ہو جاوٗ گے جیسے آج مجھے کس مپرسی کے عالم میں دیکھ رہے ہو۔ ذرا سوچو کہ آج مٹی میرا بستر ا ہے، اور پتھر میرا تکیہ۔ لہٰذا مجھے آج اس بے کسی کے عالم میں دیکھنے والو! درسِ عبرت حاصل کرو۔ دنیا کا وار کہیں تم پر بھی نہ کامیاب ہو جائے جس طرح اس نے مجھے اپنا شکار بنایا تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کسی بستی سے گزرتے بستی والوں کو آواز دی، مگر اپنے پروں پر کھڑے ایک گدھ کے علاوہ کوئی اور نظر نہ آیا۔ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام نے اس سے پوچھا: یہ بتاؤ اس بستی میں رہتے ہوئے تمھیں کتنا عرصہ ہوا ہے؟ کہنے لگا: کوئی پانچ سو سال۔ پوچھا: کیا اپنے علاوہ کسی اور کو بھی یہاں دیکھا ہے؟ کہا: نہیں اے روح اللہ۔

یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے زوردار ندا کی: اے زمین! تیرے اہالیان، اصحاب واعوان اور باشندگان کہاں چلے گئے؟ تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو قوت گویائی بخش دی، جس نے جواب دیتے ہوئے کہا:

لقطعتهم من منازلهم آجالهم، و أحاطت بهم أعمالهم، و صارت ذنوبهم قلائد في أعناقهم، و وقفت أرواحهم بين يدي الخلاق، فلحومهم فانية، وعظامهم بالية، فإماإلى جنة عالية، و إما إلى نار حامية، فبكى عيسىٰ عليه السلام و بكى أصحابه و قال: هٰذا عاقبة الدنيا، فالويل لمن ركن إليها .

یعنی عقابِ موت انھیں اُن کے گھروں سے اُچک لے گیا۔ افکارِ اعمال کی بھنور نے ان کا ہر طرف سے گھیراؤ کرلیا۔ ان کے گناہ ان کی گردنوں کا ہار بن کر رہ گئے، ان کی روحیں تو خلاقِ کائنات کے روبرو کھڑی ہیں مگر ان کے گوشت پوست فنا کے گھاٹ اُتر گئے، ان کی ہڈیاں کھوکھلی اور بوسیدہ ہوگئیں، ان میں سے کچھ تو بہشت بریں کی سیر میں لگے ہیں، اور کچھ آتش جہنم میں پڑے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی رونے لگے۔ پھر آپ نے فرمایا: دنیا کا انجام ایسا ہی ہے۔ یقیناً وہ گھاٹے میں ہے جو دنیا پر تکیہ واعتماد کیے ہوئے ہے۔

اسی مفہوم کی مناسبت سے کسی نے شعر نظم کیا ہے ؎

لا تأسفن على الدنيا و ما فيها   فالموت لاشك يفنينا و يفنيها
واعمل لدار البقاء رضوان خازنها   و الجار أحمد و الجبار بانيها

یعنی دنیا اور جو کچھ دنیا کے اندر موجود ہے اس پر کبھی افسوس نہیں کرنا چاہیے

کیوں کہ جب موت آ جائے گی تو وہ ہمیں بھی اُٹھا لے جائے گی اور (ایک وقت آئے گا کہ وہ موت) دنیا کو بھی فنا کے گھاٹ اُتار دے گی۔

اور ہو سکے تو ہمیشہ باقی رہنے والے گھر (دار القرار) کے لیے جد و جہد اور اعمال کا ذخیرہ کر؛ کیوں کہ اس کا خازِن رضوان ہوگا، پڑوسی احمد مختار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوں گے، اور اس کا مونس اعلیٰ حق سبحانہ وتعالیٰ ہوگا۔

حضرت ابوالحسن ثوری کا رنگ عبادت

یکے از صالحین کا بیان ہے کہ حضرت ابوالحسن ثوری رضی اللہ عنہ کے اندر کچی عمر ہی میں عبادتوں کی للک پیدا ہوگئی تھی۔ جب آپ زندگی کی پندرہویں بہار میں پہنچے، تو اپنی ماں سے کہا: مجھے اللہ واسطے آزاد کر دیجیے۔ فرمایا: بیٹا! بادشاہوں کو ایسے غلام ہدیۃً دیے جاتے ہیں جو اُن کے شایانِ شاں ہوں اور ان کے پاس انکسار و شائستگی کے ساتھ رہ سکیں، مگر تمہارے اندر ابھی ایسی کوئی چیز تو نہیں جو اللہ عز و جل کو بھائے۔

یہ سن کر آپ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، گھر میں گھسے اور کوئی پانچ سال تک مسلسل عبادت و ریاضت میں لگے رہے۔ جب ان پر خلوت کے انوار چھن چھن کر اُترنے لگے، تو ایک دن ان کی ماں ان کے پاس گئیں اور نگاہِ شفقت پھیرتے ہوئے پلکوں کے درمیان انھیں بوسہ دیا، اور فرمایا: بیٹے! اب میں نے تمہیں اللہ کے لیے آزاد کیا۔ تو آپ خوشیوں کے احساس میں ڈوب کر گھر سے باہر نکلے، اور کوئی تیس سال تک ماں کی نگاہوں سے اوجھل رہے۔

ماں کے اندر آپ کو دیکھنے کی آتش اشتیاق بھڑک اُٹھی، چنانچہ ایک بار آپ ماں کی زیارت کے لیے گھر تشریف لے آئے، دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں نے پوچھا: کون ہے؟ کہا: آپ کا بیٹا سلام و نیاز کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔ فرمایا: میرے بیٹے! میں نے تمھیں اللہ واسطے آزاد کیا تھا۔ قسم بخدا! اب مجھے اس کے سامنے ہی تجھ سے ملنے کی اُمید تھی۔

بحب اللّٰہ لا تأویه دار ☆ و لا یأوي مکانا فیه جار
ولا یهتم في الدنیا بقوت ☆ و یکره أن یکون له عقار
یفر من العقار إلی قفار ☆ فیبکي حتیٰ تفقده القفار
یقول لنفسه کدي و جدي ☆ فما في خدمة الرحمن عار

یعنی اللہ کے عشق و مستی میں مگن رہنے والوں کو کوئی پناہ گاہ اپنے اندر مقید نہیں کرسکتی۔ اور وہ ایسے مکان میں رہنا تک پسند نہیں کرتے جہاں کہ ہمسائے رہتے ہوں۔

دنیا میں رہتے ہوئے بھی وہ کسی رزق کا اہتمام نہیں کرتے، اور انھیں یہ بات بھی ناپسند ہوتی ہے کہ وہ کچھ گھاس پھونس ہی جمع کرلیں۔

وہ تو گھاس پھونس سے بھی راہِ فرار اختیار کر کے کسی بے آب وگیاہ جگہ منتقل ہوجاتے ہیں پھر جب رونا شروع کرتے ہیں تو وہ بیابان بھی گم ہوجاتا ہے۔

اپنے نفس سے کہتے رہتے ہیں کہ کدو کاوش کر اور جد و جہد سے کام لے کیوں کہ 'خدمت رحمٰن' میں عار کس بات کی!۔

چشمانِ نبوت کی اشک ریزی بوقت قبض روح

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب ملک الموت آپ کی روحِ مبارک قبض کرنے آئے، تو چشمانِ نبوت بھیگ گئیں۔ ملک الموت نے پوچھا:

أ تبکي و أنت راجع إلی ربک، فقال: أبکي علی لیالي الشتاء و أیام الصیف الأخیار یقومون و یصومون، و یتلذذون بوصاله و مناجاته و أنا في القبر میت .فأوحی اللّٰہ تعالیٰ إلیه: أنت عندي

بهٰذه المنزلة . و خيره بين الحياة و الممات فاختار الرفيق الأعلىٰ . صلى الله عليه و سلم .

یعنی حیرت ہے کہ آپ رو رہے ہیں حالاں کہ آپ کو آپ کے رب کے پاس لے جایا جارہا ہے۔ فرمایا: میری آنکھیں موسم سرما کی راتوں اور موسم گرما کے دنوں کا سوچ کر بھیگ رہی ہیں کہ برگزیدانِ بارگاہ تو اُٹھ کر اِن میں اپنی بے تاب جبینوں کی حسرتیں مٹائیں گے، اور روزے رکھیں گے، ساتھ ہی وصال ومناجات کی لذتوں سے شادکام ہوں گے، مگر میں عالم برزخ میں پڑا ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے تسکین قلب مصطفٰے کی خاطر وحی بھیجی کہ (پیارے حبیب! آپ ایک ذرا) فکر نہ فرمائیں، ان ساری لذتوں کا احساس میرے پاس بھی موجود ہوگا۔ پھر آپ کو موت وحیات میں سے ایک کو چن لینے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے رفیق اعلیٰ کی ملاقات کو ترجیح دی۔ اللہ آپ پر رحمت ونور کے مینہ برسائے۔

عذاب سے ڈر اور تقویٰ کی راہ اختیار کر

حضرت اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میرا بغداد کے شہر مارستان میں جانے کا اتفاق ہوا، جہاں عامود میں لپٹے ہوئے ایک شکیل و وجیہ نوجوان پر میرا گزر ہوتا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کردیے ۔

همومک بالفکر مقطوعة ☆ و هل تقطع الیوم إلا بهم
مصائب دنیاک ممزوجة ☆ وهل یؤکل الشهد إلا بسم

یعنی جن اَفکار وخیالات میں تو غلطاں و پیچاں ہے وہ سب کے سب تتر بتر ہوجائیں گے، اور پھر ان کے بغیر دن گزارا بھی تو نہیں جاسکتا!۔

دنیا جہان کے مصائب ومشکلات یہ سب ساتھ ساتھ لگے رہیں گے۔ (مگر دانا کبھی) شہد کو زہر میں ملا کر نہیں کھاتا!۔

میں نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ تو وہ مجھ سے روپوش ہو کر یہ شعر پڑھنے لگا ؂

غدي اسمي و كنيتي و فؤادي
ضل عقلي من هول يوم المعاد

یعنی لوگوں کو مجھ سے میرا نام و کنیت پوچھنے کی پڑی ہے۔ اور میرا حال یہ ہے کہ
عرصۂ محشر کی ہولناکیاں سوچ سوچ کر دل و دماغ کی نسیں پھٹی جا رہی ہیں۔

میں نے پوچھا: تیری نشست کہاں ہوا کرتی ہے؟ کہا: درسگاہِ عشق میں۔ میں نے پوچھا: تم کس عشق کی بات کر رہے ہو؟ کہا: دراصل عشق میں دو راز ہوتے ہیں، وہ آتش سنگ سے نکلنے والی آگ کے رنگ کی مانند بڑا دقیق ہوتا ہے۔ جب تم اسے کبھی کھولنا چاہو تو کھول کر اُبل آئے گا اور اگر چھوڑ دو تو تہ میں پڑا رہے گا۔

اسی مفہوم کی منظر کشی کرتے ہوئے کسی نے کہا ہے ؂

باتوا فأضحى الجسم من بعدهم ☆ ما تبصر العين له قباء
و أخجلتني منهم و من قولهم ☆ ما ترك الفقر لهم شياء
بأي شيىء ألقاهم في غد ☆ إن وجدي من بعدهم خباء

یعنی انھوں نے اس حال میں رات بسر کی کہ ان سے بچھڑنے کے بعد اُن کے
جسموں پر جب چاشت کی روشنی پڑی تو آنکھوں کو اُن پر کوئی جوڑا نظر نہیں آیا۔

مجھے ان سے اور ان کی باتوں سے بڑی شرمندگی محسوس ہو رہی ہے، فقر و محتاجی
نے ان کے لیے چھوڑا ہی کیا ہے۔

کل میں اس کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا، اگر ان کے بعد میں کہیں خیمہ
نشین پایا گیا۔

حضرت اصمعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے ان کے احوال سناؤ، اور بتاؤ کہ ان سے ملنے کی کیا صورت ہوگی؟ کہا: وہ تو خشیت کی کشتی پر سوار ہیں، طاعت کی صراحیاں

استعمال کرتے ہیں، توکل کے قلاع کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ شوق کی ایسی پروائیاں ان پر چلتی رہتی ہیں جو انھیں اُڑا کر معرفت کے سمندروں میں لے جاتی ہیں، پھر رضا کی موجیں انھیں جھولا جھلاتی ہیں، وہ یقین کی لہروں پر سوار ہوکر مسلسل چلتے رہتے ہیں حتیٰ کہ تماشابیں نگاہوں سے اوجھل ہوجاتے ہیں، اور میں گویا ان کی کشتیوں پر سوار ہوکر ان کے لیے راستہ ہموار کررہا ہوں، فرشتے رَوح و ریحان کی بشارتیں لے کر ان کے پاس اُتر رہے ہیں، جن سے وہ لوگ کہہ رہے ہیں :

يا ملائكة اللّٰه، أين يكون الصراط؟ فتقول لهم الملائكة: أبشروا يا أولياء اللّٰه، فقد جاوزتم الصراط بخمس مائة عام، ثم شهق شهقة فمات رحمه اللّٰه تعالیٰ .

یعنی اے اللہ کے فرشتوں! پل صراط کہاں قائم ہوگا؟ فرشتے ان سے کہیں گے: اللہ کے دوستوں تمھیں مژدہ ہو، پل صراط کی راہ تو تم نے پانچ سو سال پہلے ہی پار کرلیا ہے۔ (حضرت اصمعی فرماتے ہیں کہ) یہ سن کر اس نوجوان نے ایک ٹھنڈی آہ لی اور اللہ کو پیارا ہوگیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

کسی نے اس کا مفہوم یوں نظم کیا ہے ؎

من عامل اللّٰه بتقواه ☆ وكان في الخلوات يخشاه
سقاه كأس من لذيذ المنى ☆ يغنيه عن لذة دنياه

یعنی جو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے تقویٰ کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیتا ہے،
اور جلوت وخلوت ہر جگہ اس کی خشیت کا پہرہ اپنے اوپر بٹھا لیتا ہے۔

تو پھر احسان و امتنان کے ایسے جامہائے شیریں اسے پلائے جاتے ہیں جس کے سامنے دنیا کی ساری لذتیں اس کو پھیکی محسوس ہونے لگتی ہیں۔

ساداتِ کرام کا قول ہے :

من كان الذكر في الخلوة جليسه، كان المذكور في الوحدة أنيسه .

یعنی خلوت کی گھڑیوں میں ذکر الٰہی جس کا رفیق و راز دار بن جائے، تو تنہائی میں یاد کیا جانے والا اس کا مونس و غمخوار بن جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے :

من مقت نفسه في ذات اللّٰه، أمنه اللّٰه من مقته يوم القيامة.

یعنی جو شخص ذاتِ الٰہی کی خاطر اپنے نفس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ بروزِ محشر اسے اپنی ناراضگی سے محفوظ و مامون رکھے گا۔

صالحین کے اَذکار و مناجات

کچھ صالحین کو اپنے مناجات میں یہ کہتے سنا گیا :

وعزتک و جلالک ما أردت بمعصيتک مخالفتک، و ما عصيت إذ عصيت و أنا بمكانک جاهل، و لا لعقوبتک متعرض، و لا مستخف بأمرک، و لكن سولت لي نفسي و أعانني عليها شقاوتي، و غرني سترک المرخى علي، عصيتک بجهلي، و خالفتک بسفهي، فالآن من ينقذني من عذابک، و اعتصم بحبل من أقطعت حبلک عني.

فوا أسفاه ، و وا أسفاه من الذنوب، غدا بين يديک إذا قبل للمخفين جوزوا مع المخفين، و للمثقلين حطوا، أ مع المثقلين أحط، أم مع المخفين أجوز، و كلما كبر سني كثرت ذنوبي، و كلما طال عمري عظمت المعاصة، فكم أثوب و كم أعود؟ أما آن لي أن استحيي من ربي؟!.

یعنی مولا! مجھے تیری عزت وجلال کی قسم! ارتکاب گناہ کرنے سے مقصود تیرے حکم کی مخالفت کرنا نہ تھا، اور جس وقت میں نے تیری نافرمانی کی تو ایسا نہیں کہ میں تیری عظمت وسطوت سے بے خبر تھا، تیری عقوبت وسزا سے بے خوف تھا اور تیرے حکم کو نہایت ہلکا سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کر بیٹھا تھا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ میرے نفس نے اس پر مجھے ورغلایا، میری حرماں نصیبی نے اسے کمک فراہم کیا، اور تیری پردہ پوشی کے خیال نے اس پر اُکسایا۔ لہٰذا تیری معصیت ومخالفت دراصل میری جہالت وسفاہت کا کرشمہ ہے۔ اب مجھے تیرے عذاب کے دلدل سے کون باہر نکالے گا؟ اور ایسی بے کسی کے عالم میں میں کس کی رسی تھاموں؛ کیوں کہ خود سے بندھی تیری رسی کا کورتو میں نے آپ کاٹا ہے۔

اپنے گناہوں پر افسوس صد افسوس، کل تیرے حضور اس گھڑی میرا کیا بنے گا جب ہلکے اعمال والوں سے کہا جائے گا کہ ہلکے اعمال والوں کی قطار میں کھڑے ہو جاؤ، اور وزنی اعمال والوں سے کہا جائے گا کہ گزر جاؤ، اب مجھے نہیں معلوم کہ میں مثقلین کے ساتھ گزر جاؤں گا یا مخفین کے ساتھ کھڑا رہ جاؤں گا۔ اور جیسے جیسے کاروانِ حیات آگے بڑھتا جا رہا ہے گناہوں کی شرح بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ اور جوں جوں عمر دراز ہو رہی ہے، جرائم ومعاصی کا گراف بھی بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ تو خدا ہی جانے میں کتنا صاحب ثواب ہوں اور کتنا پُر از خطا۔ کیا اب بھی میرے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ اپنے رب سے کچھ شرم وحیا کروں، (اور گناہوں کے اس سیل بلا پر بند باندھوں)

اس مفہوم کی عکاسی کسی نے ان اشعار میں یوں کی ہے ؎

یا عظیم الجلال أنت ملاذي ☆ حين أحيي و غايتي لمعادي
بک أرجو النجاة من کل کرب ☆ فارحم اليوم عبرتي و سهادي
لست أدري ما ذا تحاول نفسي ☆ من فساد يا منقذي من فسادي

یعنی اے عظمت وجلالت کے مالک! جیتے جی تو ہی میری پناہ گاہ ہے، اور عرصۂ محشر میں تیری ذات ہی میری غرض وغایت ہوگی۔

جملہ مصائب و مشکلات میں فقط تجھی سے آرزومند نجات ہوں۔ لہٰذا آج میرے اَشک ہائے غم والم اور کم خوابی کی لاج رکھ کر مجھ پر رحم وکرم فرمادے۔

مجھے کچھ بھی پتا نہیں کہ میرا نفس مجھے شر وفساد کی کھائی میں گرانے کے لیے کیا کیا سازشیں رچ رہا ہے، لہٰذا اے مولا! مجھے اس کے نذرِ فساد ہونے سے بچالے۔

حساب کے دن کا تصور کر کے رَب سے ڈر جا

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک شخص تھا جس نے اپنے اوپر بہت ظلم وزیادتی کی تھی، جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا: اے نورِ نظر! مرنے کے بعد بھی تم پر میری اِطاعت ایسے ہی لابدی ہے جیسے جیتے جی؛ لہٰذا جب میں مرجاؤں تو مجھے کسی چٹائی میں لپیٹ کر آگ میں جلا دینا، اور کوٹ کوٹ کر (پیس پیس کر) مجھے سرمے کی مانند باریک کردینا۔ پھر جب تیز ہوا کا جھونکا اُٹھے تو میرا آدھا حصہ پہاڑ پر رکھ دینا اور آدھا سمندر میں ڈال دینا؛ کیوں کہ مجھے پروردگار سے ڈر ہے کہ وہ مجھے (میرے بے پناہ گناہوں کی وجہ سے) ایسا عذاب دے گا کہ شاید ہی اس نے ایسا عذاب دنیا میں کسی کو دیا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے بیٹے نے وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پلک جھپکتے ہی اس کے بکھرے ہوئے پرزۂ حیات کو یکجا کرکے اسے اپنے روبرو کھڑا کیا۔ اور فرمایا: میرے بندے! میری نافرمانیاں تو تو نے خوشی خوشی کیں، مگر مرتے وقت تو نے یہ کیسا گھناؤنا کام کرڈالا! بولا: مولا! یہی آج تیرے حضور کھڑے ہونے کے ڈر سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے اسے بخش دیا۔

کسی نے اس موقع کے لیے کتنے پیارے اشعار کہے ہیں ؎

قد كان ما كان يجهل الصبا ☆ فـلا تـؤاخذني بما قد مضى
لـي حرمة التوحيد لا غيرها ☆ و هي التي تطعمني في الرضا

یعنی بادِصبا کے دوش پر جہالتوں کے باعث گناہوں کا جو بوجھ لدا ہوا ہے، اس سے متعلق تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا۔

عظمت توحید کے علاوہ کوئی اور چراغ میرے طاقِ جاں میں روشن نہیں، اور یہی وہ چیز ہے جو رضا کی حالت میں میرے قلب ونظر کو غذا فراہم کرتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی :

يـا مـوسـى، إن الـعبد ليعصيني، حتىٰ تقول الملائكة: لن يغفر اللّٰه لهٰذا العبد أبدا، فإذا دعاني، قلت: لبيک عبدي، و إن العبد ليعرض عني حتىٰ كأنه لم يعرفني .

يـا مـوسـىٰ، و عـزتـي و جـلالي لأمهلن من عصاني حتىٰ يتلذذ بنعمائى، فإن استحى مني استحيت منه، و إن أعرض عني نظرت إليه، و إن تاب تبت عليه .

یعنی اے موسیٰ! بندہ میری نافرمانی کرتا رہتا ہے، حتیٰ کہ فرشتے (اس کے کثرتِ گناہ کو دیکھ کر) کہہ اُٹھتے ہیں: اس شخص کو اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشنے والا۔ پھر جب وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں: ہاں بول میرے بندے۔ اور بندے (کا حال یہ ہے کہ) جب وہ روگردانی کرتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے وہ مجھے جانتا ہی نہیں۔

اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اسی لیے تو جب کوئی شخص میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اسے اتنی مہلت ضرور دے دیتا ہوں کہ میری نعمتوں سے لطف اندوز ہو لے، اب اگر اس کے اندر احساسِ حیا پیدا ہو گیا تو پھر میں بھی اس کا لحاظ کرتا ہوں، اور اگر مجھ سے روگردانی پر اَڑا رہا تب بھی اس پر نظر کرم رکھتا ہوں

، اور اگر توبہ و رجوع کرلے پھر تو اپنی رحمت و مہربانی کا سائبان اس پر تان دیتا ہوں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں کوئی حبشی حاضر ہوکر عرض کرنے لگا :

يا رسول اللّٰه، إني كنت أكثرت الفواحش، فهل لي من توبة؟ فقال: نعم يا حبشي، فولى ثم رجع مسرعاً، فقال: يارسول اللّٰه أكان يوافي و أنا فيها ، قال: نعم،

یعنی یارسول اللہ! میں نے اپنی زندگی میں بے شمار برائیوں کا اِرتکاب کیا ہے، تو کیا ان سے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ فرمایا: ہاں اے حبشی! ۔ یہ سن کر اس نے اپنے قدم کچھ پیچھے کیے پھر دوڑ کر واپس آیا اور کہا: یارسول اللہ! کیا (طہارتِ قلب وباطن کے لیے) محض توبہ کافی ہوجائے گا اور میں ابھی اسی حالت گناہ میں ہوں۔ فرمایا: ہاں۔ اتنا سننا تھا کہ حبشی نے ایسی زور کی چیخ ماری کہ اس کی روح وہیں قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

اس موقع کے اشعار دیکھیں ؎

ما اعتذاري لأمر ربي عصيت ☆ قد نهاني و ما رآني انتهيت
ما جوابي إذا وقفت ذليلا ☆ قد نهاني و ما رآني انتهيت
يا غنيا عن العباد جميعا ☆ و عليما بما له قد سعيت
ليس لي حجة و لا لي عذر ☆ فاعف عن زلتي وما قد جنيت

یعنی اپنے پروردگار کے حکم کی جو میں نے مخالفت کی ہے (سمجھ میں نہیں آتا کہ) اس کی عذرخواہی کیسے کروں۔ حالاں کہ اس نے مجھے اس سے منع بھی کیا تھا اس کے باوصف میں خود کو اس سے باز نہ رکھ سکا۔

جب میں اس کے سامنے سراپا ذلت ورسوائی بن کر کھڑا ہوگا اس وقت مجھ سے کیا جواب بنے گا۔ حالاں کہ اس نے مجھے اس سے منع بھی کیا تھا اس کے باوصف میں خودکو اس سے باز نہ رکھ سکا۔

اے بہرا عتبار بندوں سے بے نیاز، اوران کی ساری جدوجہد سے باخبر پروردگار! میرے پاس نہ کوئی حجت ودلیل ہے اور نہ کوئی عذر وبہانہ، بس یوں ہی (بے سبب) تو میری جملہ لغزشوں اور جرموں کو معاف فرمادے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام کی کسی بستی کے اندر میرا شب میں سونے کا اتفاق ہوا، تو پوری رات میرے کانوں سے کسی دل گرفتہ پرندے کے نوحہ وگریہ کی آواز ٹکراتی رہی، اور وہ بار بار ایک ہی کلمہ دہرارہا تھا:

أخطأت فلا أعود .

یعنی مولا! مجھ سے غلطی تو ہوگئی؛ مگر آئندہ پھر کبھی ایسا نہ ہوگا۔

بزبان شعر ؎

أسأت فلا أعود إلى العتاب
وجئتک خاضعا قبل العقاب
و ھٰذا الذنب آخر کل ذنب
و أخره إلى يوم الحساب

یعنی میں نے برائی کا ارتکاب تو کرلیا تاہم آئندہ پھر کبھی اس عتاب کا شکار نہ ہوں گا۔ اور پھر عقاب وسزا سے پہلے میں نے ٹوٹ کر تیری بارگاہ کا رخ بھی کرلیا ہے۔

اور یہ گناہ (میری زندگی کا بالکل) آخری گناہ تھا، اور اسے تو حساب کے دن تک مؤخر کردے (تاکہ اس کے بیچ کسی اور گناہ کا امکان ہی باقی نہ رہے)

کسی بھی گناہ کو معمولی نہ سمجھو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

أصغر الذنب عند اللّٰه تعالیٰ أعظمها عند الناس، و أعظم الذنوب عند اللّٰه أصغرها عند الناس .

یعنی جو گناہ لوگوں کے خیال میں بہت بڑا ہو وہ اللہ کی نگاہ میں معمولی ہوتا ہے۔ اور جو گناہ لوگوں کے خیال میں معمولی ہو وہ اللہ کی نگاہ میں بہت بڑا ہوتا ہے۔

شعر کی زبان میں اسے یوں سمجھیں :

لا تحقرن من الذنوب أقلها
إن القليل إلى القليل كثير

یعنی کسی بھی گناہ کو حقیر، معمولی اور چھوٹا نہ سمجھو کیوں کہ تھوڑا تھوڑے سے مل کر زیادہ (اور بڑا) ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ورضی عنا بہا فرماتی ہیں :

إياكم و محقرات الذنوب، فإن لها من اللّٰه طالبا .

یعنی گناہوں کو حقیر تصور کرنے سے بچو، کیوں کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے اپنا حق طلب کرتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے قول : ''إِنَّهُ لِلأَوَّابِينَ غَفُورًا'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان گناہ کرتا ہے، پھر توبہ کر لیتا ہے، پھر گناہ ہو جاتا ہے اور پھر توبہ کر لیتا ہے۔

توبہ میں دیر کیسی، جب موت اچانک آنی ہے!

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا :

يا بني، لا تؤخر التوبة، فإن الموت يأتي بغتة .

یعنی اے بیٹے! توبہ کرنے میں کسی ٹال مٹول سے کام نہ لے (اور اس بات کو دل کی تختی پر نقش کر لے کہ) موت جب بھی آئے گی اچانک آئے گی۔

پھر اُسے یہ اشعار سنائے :

لا تأمن الدنيا و إن سلمت ☆ فإنها خوانة غادرة
و بادر العمر وخف فوته ☆ فالكيس الحازم من بادره
و قل لمن أمسى على عزة ☆ ما أقرب الدنيا من الآخرة

یعنی دنیا کے اوپر کسی آن بھروسہ نہ کر، گرچہ تو ہر اعتبار سے سالم ومحفوظ ہے؛ کیوں کہ اس کی مکاری ودھوکہ بازی بڑی مشہور ہے۔

بلکہ اپنی عمر کے اوپر نظریں گاڑ لے اور اسے بہر طور ضائع ہونے سے بچا کیوں کہ صحیح معنوں میں دانا وزیرک وہی ہے جو زندگی کی ریس میں سبقت لے گیا۔

حصولِ جاہ وعزت کی دوڑ میں غالب ہوجانے والوں سے جا کر میرا پیغام کہہ دے کہ دنیا سے آخرت کا سفر بہت زیادہ قریب ہے۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

الذنوب ضعف في البدن، و ظلمة في القلب، و إن الحسنات قوة في البدن، و نور في القلب .

یعنی گناہ اعضاے انسانی کو مضمحل اور کمزور کردیتے ہیں، نیز دل کی دنیا کو تاریک کرڈالتے ہیں۔ جب کہ نیکیاں بدنِ انسانی کو قوت وتوانائی بخشتی ہیں،

اور کائناتِ دل جگمگ جگمگ ہو اُٹھتی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

> **من أذنب ذنبا نكت في قلبه نكتة سوداء، فإن تاب محيت عنه، و إن لم يتب و أذنب ذنبا ثانيا نكت في قلبه نكتة ثانية، و لا يزال يذنب و ينكت حتى يصير القلب سوداً .**

یعنی جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے، اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اب اگر وہ اس سے توبہ کر لے تو وہ دھبہ مٹ جاتا ہے، اور اگر وہ توبہ نہ کرے اور دوسرا گناہ کر ڈالے تو ایک دوسرا دھبہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے، پھر اسی طرح اس کے گناہوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے حتیٰ کہ پورا دل سیاہ سیاہ ہو جاتا ہے۔

اللہ کی رحمتوں سے مایوس نہ ہوں

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ کے ہاتھوں پر عباس نامی ایک پر از معاصی نوجوان نے توبہ کی۔ پھر توبہ شکنی کر بیٹھا۔ اس نے اپنی زندگی میں سینکڑوں بار توبہ کیا ہوگا پھر اسے توڑ دیا کرتا تھا۔

جب عمر کی آخری منزل میں پہنچا اور موت کا وقت قریب آ گیا تو اپنی ماں سے عرض کیا کہ مجھے شیخ کے پاس لے چلو تا کہ ان کے ہاتھوں تجدید توبہ کر لوں، ممکن ہے اللہ دم رخصت کی توبہ قبول فرما لے۔

بوڑھی ماں شیخ کے پاس آئی، اور سلام نیاز کے بعد عرض کیا: میں عباس کی ماں ہوں، وہ جانکنی کے عالم میں ہے، اور آپ کے دست حق پر تجدید توبہ کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا: بوڑھی ماں! آپ چلی جائیں مجھے ایسے شخص سے کوئی سروکار نہیں جس نے بار بار توبہ شکنی کی ہو، چنانچہ پلکوں پہ اشکوں کے موتی سجائے ہوئے وہ لوٹ گئیں اور کہا: اے عباس! تیرا بیڑا غرق ہو۔ محض تیرے شامت اعمال کی بنیاد پر شیخ نے تیرے پاس آنے

سے انکار کر دیا ہے۔

یہ سن کر نوجوان نے بارگاہِ الٰہی میں التجا کی کہ میرے آقا و مولا! شیخ نے تو ہمیں ٹھکرا دیا ہے مگر تو ہم سے تعلق اُستوار رکھنا اور اپنی رحمتوں سے ہمیں ناامید نہ کرنا۔ پھر اپنی ماں سے عرض کیا: جب میں مر جاؤں تو اپنا پاؤں میرے چہرے پر رکھ کر میری گردن کو ایک رسی سے کس دینا، اور مجھے کوچہ و بازار میں یہ کہتے ہوئے گھسیٹتی رہنا کہ ''اللہ کے نافرمانوں کا یہی انجام ہوتا ہے''۔ شاید مجھے اس حال میں دیکھ کر اللہ کو رحم آجائے اور وہ مجھ پر فضل و کرم فرما دے۔

(ماں کہتی ہے کہ) میں نے ہمت کر کے جب اپنے پاؤں کو اُس کے چہرے پر رکھنا چاہا تو غیب سے ایک آواز آئی :

لا تضعي قدمک موضع السجود، و اعلمي أن اللّٰه سبحانه وتعالیٰ قد غفر له و أعتقه من النار .

یعنی اپنے قدم کو اس بندے کے جائے سجدہ پہ رکھنے کی ہمت نہ کرنا، اور تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی نہ صرف بخشش فرما دی ہے بلکہ اسے آتش جہنم سے آزاد بھی فرما دیا ہے۔

کہتی ہیں کہ پھر میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور اُسے سپردِ خاک کرنے کے بعد میں گھر لوٹ آئی۔ پھر اللہ تعالیٰ شیخ بصری کے خواب میں آکر انھیں تنبیہ فرماتا ہے :

یا حسن، ما حملک علی أن تقنط عبدي من رحمتي، أ لیس أنا الذي خلقته و رحمتي وسعت کل شیيء، وعزتي و جلالي لئن عدت إلی مثلها لأمحونک من دیوان الصالحین.

یعنی اے حسن! تمھیں میرے بندے کو میری رحمت سے مایوس اور ناامید کردینے کی جرأت کیسے ہوئی؟ کیا میں نے تمھیں پردۂ عدم سے معمورۂ وجود میں نہیں لایا، اور کیا میری رحمت کا سائبان ہر چیز پر سایہ کناں نہیں ہے۔ مجھے اپنی

عزت وجلال کی قسم! اگر پھر کبھی تو نے ایسی غلطی کا اعادہ کیا تو یقینی طور پر تمہارا نام صالحین کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا۔

حکایت ہے کہ ایک نوجوان حضرت دنیوری سے ملنے آیا تو دیکھا کہ آپ لوگوں کو وعظ ونصیحت کر رہے ہیں۔ اس نے عرض کیا: اے شیخ! میری حالت زار کی خبر لیں اور دیکھیں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے جب بھی میں مالک ومولا کے دروازے پر کھڑا ہوا ہوں اس نے مزید مشکلات وآزمائش کی چکی میں پسنے کے لیے مجھے واپس لوٹا دیا ہے، اور جب جب وہاں سے نامراد پلٹا ہوں (اس کے پاس دوبارہ جاتے وقت) احساسِ حیا دامن گیر ہوتا ہے۔

شیخ نے فرمایا: اپنے مولا کے در پر خود کو ایسا محسوس کرو جیسے چھوٹا بچہ ماں کی آغوش میں ہوتا ہے کہ جب بھی وہ اسے دھتکارتی ہے کہ وہ چمٹ کر اسے دبوچ لیتا ہے، پھر اس کی حرکتیں یوں ہی جاری رہتی ہیں کہ ایک دن اس کی شفقت آگے بڑھ کر اسے گلے لگا لیتی ہے۔

میرے دوست! (تو یہ کیوں نہیں سوچتا کہ) اگر تجھے اس در سے پھیر دیا گیا تو کیا اس کے علاوہ کوئی اور بھی در ہے جو تمہیں پناہ عطا کرے گا؟ پھر انھوں نے یہ اشعار اس کے گوش گزار کیے:

قم واعتذر عن قبائح سلفت ☆ و سله يعفو عن الذي كانا
فإن مولى الجميع ذو كرم ☆ يبدل السيئات غفرانا

یعنی خواب غفلت سے اُٹھ اور عہد ماضی میں ہوئے گناہوں کی معذرت طلب کر، اس کے سامنے اپنا کاسۂ طلب ڈال تو سہی وہ تیری ناکردنیوں کو آب عفو سے دھل نہ دے تو کہنا۔

کیوں کہ پروردگار عالم بڑا کریم وسخی ہے، برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینا اور

پھر مژدۂ مغفرت سنا دینا اس کے لیے کوئی بات ہی نہیں۔

حکایت نقل کی جاتی ہے کہ کسی شخص نے اپنا دامن گناہوں سے آلودہ کرلیا تو اسے اس کی خلوت میں آواز دی گئی: چلو اُٹھو اور اپنے لیے کوئی ایسا شفیع تلاش کرو جو مولا عزوجل کے حضور تمہاری سفارش کرسکے۔ چنانچہ جب وہ نکلا تو سرراہ ایک شخص سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ پوچھا: اللہ کے بندے! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا: نکلا تو اس ارادے سے ہوں کہ اپنا کوئی سفارشی ڈھونڈوں اور وہ مجھے پروردگار تک پہنچا دے تاکہ میری توبہ قبول ہوجائے۔

اس نے مشورہ دیا کہ سیدھے اس سے رابطہ کیوں نہیں کرتے کہ اس سے زیادہ رحم وکرم تم پر کوئی اور نہیں کرسکتا۔ کہا: نہیں مجھے اس کے لیے وسیلہ درکار ہے۔ پھر کچھ اور آگے بڑھا تو اللہ کے کسی ولی سے اس کی ملاقات ہوجاتی ہے، وہ کہتا ہے: مرحبا اے اللہ کے دوست۔ خوش آمدید اے اپنے گناہ کی عذرخواہی کرنے والے، اور گناہوں کے بوجھ سے بوجھل! اب تجھے یقین کرلینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری توبہ قبول کرلی ہے، اور آسمان کی بلندیوں سے تین مرتبہ ”قبلتُ“ کی صدا آچکی ہے۔

بزبانِ شعر ؎

ما اعتذاري وما يكون جوابي ☆ ما اعتذاري إذا قرأت كتابي
عن معاص أتيتها باغتراري ☆ بعد موتي بموقفي للحساب
يا عظيم الجلال ما لي عذر ☆ فاعف عن زلتي و عظم مصابي

یعنی اب میں کیا بہانے بناؤں، اور کیا جواب دوں۔ جس وقت مجھے نامہ اعمال
پڑھنے کو دیا جائے گا اس وقت میں کیا جواز پیش کروں گا...

اپنے ان گناہوں کا جنہیں میں نے ہوش وحواس کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔
اور پھر پس مرگ حساب وکتاب کے لیے میں کیا منہ لے کر کھڑا ہوں گا۔

اے عظمت وجلالت کے مالک پروردگار! میرے پاس اب کوئی عذر و بہانہ نہیں بچا؛ لہٰذا میری لغزشوں کو معاف کر اور میرے اَجر کو فزوں فرما۔

ساداتِ صالحین کا بیان ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کسی آسمانی کتاب میں ارشاد فرمایا ہے :

يا ابن آدم، تسألني فأمنعک لعلمي بما يصلحک، ثم تلح علي في السؤال فأجود بكرمي عليک فأعطيک ما سألتني و تستعين به على المعاصي، ثم أستر عليک ثم تعود إلى المعاصي فأستر عليک، فكم من جيل أصنعه معک، و كم من قبيح تصنعه معي، يوشک أن أغضب عليک فلا أرضى بعدها أبدا .

یعنی اے اولادِ آدم! کبھی کبھی تم مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتے ہو مگر میں نہیں دیتا کیوں کہ مجھے پتا ہوتا ہے کہ تمہاری بھلائی نہ دینے ہی میں ہے؛ لیکن پھر تم سوال کی تکرار ورفتار بڑھا دیتے ہو تو میں اپنے جودوکرم کی تم پر برکھا برسا دیتا ہوں ، مگر تمہارا حال یہ ہوتا ہے کہ تم اس سے گناہوں کے ارتکاب میں مدد لیتے ہو، تاہم میں اس کی پردہ پوشی کر لیتا ہوں، پھر تم دوبارہ گناہ کر بیٹھتے ہو اور میں پھر اسے چھپا لیتا ہوں۔ لہٰذا اب تمہیں بتاؤ کہ میں تمہیں کتنی چھوٹ دوں، اور تم کب تک ان برائیوں میں گھرے رہو گے۔ اب وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے کہ میں غیظ وجلال میں آؤں۔ (اور یاد رکھنا جب میری آتش غضب بھڑکتی ہے) تو پھر اس کے بعد مجھے کوئی راضی نہیں کر سکے گا۔

مولا کے فرماں بردار بنو اور دنیا سے کنارہ کش رہو

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کسی نازل شدہ کتاب میں فرمایا ہے :

من كان لي مطيعا كنت له وليا، و عزتي و جلالي لو سألني في زوال الدنيا لأزلتها .

یعنی جو مجھ سے بیعت اطاعت لے لیتا ہے، میں اس کا ولی بن جاتا ہوں۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اب اگر وہ دنیا کو تباہ و برباد کرنے کا بھی مجھ سے سوال کر دے تو میں کر گزروں گا۔

یکے از صالحین کا قول ہے :

علامة مقت اللّٰه للعبد أن يراه مشتغلاً بما لا يعنيه من أمر نفسه يطلب الجنة بلا عمل، و يذنب و ينتظر الشفاعة .

یعنی اللہ تعالیٰ کی کسی بندے سے ناراضگی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ بندہ خود کو لایعنی کاموں میں مشغول کیے رکھتا ہے اور بغیر عمل ہی دخول جنت کا آرزومند نظر آتا ہے۔ گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے اور شفاعت کی امید پر (اعمال خیر میں ایک ذرا دلچسپی نہیں لیتا)۔

حضرت معروف کرخی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا گیا :

بأي شيىء حصل للطائعين الطاعة؟ قال: بإخراج الدنيا من قلوبهم، ولو كان في قلوبهم منها مثقال ذرة واحدة، ما تقبل اللّٰه منهم سجدة واحدة .

یعنی وہ کیا چیز ہے جس کے باعث گم گشتگانِ راہ کو طاعت وہدایت کی روشنی نصیب ہو جاتی ہے؟ فرمایا: دنیا کی حرص ومحبت کو دل سے نکال کر باہر پھینک دینے سے۔ اور اگر ان کے دلوں میں رائی کے دانہ برابر بھی محبت دنیا کی رمق باقی رہ گئی تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ان کے کسی سجدہ کو مقبولِ بارگاہ نہ فرمائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ آپ نے فرمایا :

انظر إلی السماء بحال، فنظر إلیها، فقال: أ تدري من خلقها؟ قال: اللّٰه تعالیٰ، فقال له: إن الذي خلقها مطلع علیک حیث کنت فاحذره .

یعنی ذرا آسمان کی ہیئت پرغور ونظر کر، جب اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو آپ نے فرمایا: پتاہے اس کا خالق کون ہے؟ عرض کی: ہاں! اللہ تعالیٰ۔ فرمایا: (پھر اپنے دماغ میں یہ بات بٹھالے کہ) جس نے اس وسیع وعریض آسمان کو پیدا کیا ہے وہ ہمہ وقت تمہارے اعمال واحوال پر مطلع ہے؛ لہٰذا بچ کے رہنا۔

حضرت بایزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خواب میں دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوکر میں نے عرض کیا :

أین أجدک؟ فقال: فارق نفسک و تعالیٰ تجدني .

یعنی مولا! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا: اپنے نفس کی خول سے نکل کر ذرا بلند ہوجا، پھر تجھے میرا سراغ مل جائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رات' اہل محبت کی سواری ہوتی ہے، جب وہ اللہ کے حضور قیام کرتے ہیں تو وہ انھیں شرابِ محبت کے جام پلاتا ہے۔ پھر جب وہ پوری طرح نکھر کر لذت قرب سے آشنا ہوجاتے ہیں تو ان کے نفس گرم سرمدی خوشیوں میں ڈوب جاتے ہیں، اور ان کے طائرانِ دل' حب الٰہی اور شوقِ ملاقات میں ملکوت کی سیر کو نکل پڑتے ہیں، اس طرح ان کی پوری رات کیف مناجات میں کٹ جاتی ہے۔

رزقِ حلال کی برکتیں

حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

عزمت أن لا آکل إلا حلالا و أنا أطوف بالبراري، فرأیت شجرة فمددت یدي إلیها فنادتني الشجرة، تأدب یا شبلي مع

اللّٰہ تعالیٰ فإني لرجل یھودي، فترکتھا و انصرفت .

میں نے اس بات کا عزم مصمم کرلیا تھا کہ ہمیشہ رزق حلال ہی کھایا کروں گا۔
ایک بار ایسا ہوا کہ میں کسی صحرا میں منڈلا رہا تھا کہ اچانک نگاہ ایک درخت پر پڑ گئی، میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ درخت سے آواز آئی: شبلی کچھ تو اللہ کا پاس وادب کر، کیوں کہ میں ایک یہودی شخص کی ملکیت ہوں؛ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور وہاں سے پلٹ آیا۔

حضرت فضیل عسقلانی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ برسوں بعد انھیں ایک بار مچھلی کھانے کی خواہش ہوئی، اور ساتھ ہی نفس سے یہ معاہدہ بھی ہو چکا تھا کہ حلال کے علاوہ کچھ نہیں کھانا ہے؛ چنانچہ انھوں نے مچھلی کھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ ایک کانٹا آپ کے ہاتھ میں چبھ گیا، بے ساختہ گویا ہوئے :

إذا کان ھٰذا حال من مد یدہ إلی حلال، فکیف حال من مد یدہ إلی حرام، فحلف أن لا یأکلہ بقیۃ عمرہ .

یعنی جب حلال کی طرف ہاتھ بڑھانے کا یہ حال ہوا ہے تو (اندازہ لگاؤ کہ) اس شخص کا کیا انجام ہوگا جو حرام کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے؛ پھر اسی دم یہ قسم کھالی کہ بقیہ زندگی میں کبھی بھی مچھلی نہیں کھانا ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے حکایت نقل کی جاتی ہے کہ آپ نے تین دن یوں ہی کچھ کھائے پیے بغیر گزار دیا، پھر (تلاشِ رزق) میں نکلے تو دیکھا کہ زمین پر ایک دینار گرا پڑا ہے، آپ نے اسے اُٹھاتے ہوئے فرمایا: یہ پریشانی وغم میں اضافہ ہی کرے گا، یہ کہتے ہوئے اسے ہاتھ سے گرادیا۔ ابھی آپ اسی پس وپیش میں تھے کہ اچانک ایک بکری اپنے منہ میں سوکھی روٹی لیے نمودار ہوئی، آپ نے دل میں سوچا: شاید بکری اسے اپنے چرواہے کے پاس سے اُٹھا کر لائی ہوگی۔ اتنے میں اللہ کی قدرت سے بکری بول اُٹھی :

یـا أویـس، هٰـذا رزق مـن عند اللّٰه تعالیٰ، أتاني به جبریل علیه السلام، و أمرني بدفعه لک .

یعنی اے اویس! یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پاکیزہ رزق ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی اسے میرے پاس لائے اور کہا کہ جاؤ اسے اویس کو دے آؤ۔

کسی مردِ صالح کا یہ معمول تھا کہ جب میوہ وپھل کا موسم آتا، تو بازار میں جاکر پھل پھول خریدتے اور انھیں لے کر غلاموں کے پاس پہنچتے، جو اُن سے مطالبہ کرتا فوراً اُس کے حوالے کردیتے، نیز معلم سے پوچھتے: کیا تمہارے پاس بھی کوئی فقیر اور یتیم ہے؟ اگر وہ کہتا ہاں، تو انھیں بھی ان پھلوں سے حصہ وافر عطا کرتے۔ جب اس مردِ صالح کا انتقال ہوا تو کسی نے انھیں خواب میں دیکھا کہ وہ میوہ وپھل سے لدے ایک بہت بڑے باغ میں ہیں، اور من چاہے پھل پھول کھا رہے ہیں۔ ان سے استفسار ہوا :

ما هٰذا؟ فقال: أطعمنا له فأطعمنا .

یعنی آپ یہاں تک کیسے پہنچے؟ فرمایا: ہم (دنیا میں لوگوں کو چوں کہ یہی) کھلاتے آئے تھے لہٰذا ہمیں بھی یہاں وہی (بلکہ اس سے کہیں زیادہ عمدہ) کھانے کو مل رہا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ بروزِ عید میرا ابومسلم کے پاس جانا ہوا، تو میں نے انھیں زرق برق قمیص میں آراستہ پایا، اور وہ اپنے سامنے چُنے ہوئے میووں میں سے کچھ تناول فرما رہے تھے۔ میں نے کہا: اے ابومسلم۔ (تو انھوں نے قطع کلام کرتے ہوئے) فرمایا :

لا تنظر إلی الخروف و لکن انظر إذا سألني ربي، من أین لک هٰذا؟ فأي جواب أقوله و ما اعتذاري .

یعنی ان میوہ جات کو نہ دیکھو، بلکہ اُس وقت کا تصور کرو جب پروردگار مجھ سے اِن کی بابت دریافت فرمائے گا کہ تمہیں یہ کہاں سے ملا تھا؟ تو میں کیا جواب دوں

گا اور اپنی کیسے عذر خواہی کروں گا! ۔

حضرت ابوموسیٰ بن ابراہیم رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں نے فتح موصلی کو عید کے دن اس حال میں دیکھا کہ وہ لوگوں کے لباس ہائے فاخرہ اوران کی اونچی اونچی دستاروں کو دیکھ کر فرما رہے تھے :

لثوب يبلى، و جسد يأكله الدود غدا، هؤلاء أنفقوا دنياهم في بطونهم و على ظهورهم، و يأتون ربهم مغلسين .

یعنی یہ کپڑے تو کل سڑ گل جائیں گے، اور جسم کیڑوں کی نذر ہو جائیں گے، یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی دنیا کو پیٹ و پیٹھ کی آسودگی و آراستگی میں گنوا دیا، لہٰذا یہ لوگ اپنے رب کے حضور تاریکیوں میں پیش ہوں گے۔

توبہ میں دیر کیسی ! شوقِ ملاقات میں مگن رہو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک نوجوان نمازوں کے معاملے میں بڑا مسکین تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو لوگ بارگاہِ نبوت میں لے کر اسے حاضر ہوئے، مگر حضور علیہ السلام نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھائی۔ (اُدھر ملأ اعلیٰ کے) فرشتے عرض کرنے لگے : پروردگار! ہم نے اس نوجوان کو ایک مرتبہ نمازِ عید ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے عرض کردو :

هٰذا الشاب قد وقف ببابنا مرة واحدة فصل عليه فإنا قد غفرنا له .

یعنی یہ شخص ایک بار ہی سہی ہمارے دروازے پر آکر کھڑا تو ہوا تھا، آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں۔ ہماری مغفرت نے اسے اپنے دامن میں چھپا لیا ہے۔

بزبانِ شعر ؎

يا نفس كم توعدينى بالصلوٰة و الصوم
فما طلبتنى فيقضى العمر يوم بيوم
أنت رضيت لنفسك بالكسل و النوم
إن جئتنا و طردناك ما علينا لوم

یعنی اے نفس! روزہ ونماز کے تعلق سے تو نے کتنی بار مجھ سے وعدہ کیا ہے، مگر تجھے کبھی اس کو پورا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، حالاں کہ روز بروز کاروانِ عمر آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔

(ٹھیک ہے) اپنے نفس کے دھوکے میں آکر غفلت وکوتاہی کی زندگی گزارنے پر تو آج خوش تھا نا!۔ اگر کل پیشی کے وقت ہم نے تمہیں دھتکار کر نامراد کر دیا تو ہم سے کوئی شکوہ وگلہ مت کرنا۔

بنی اسرائیل کے اندر ایک شخص تھا جس نے کوئی دوسو سال تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت وریاضت کی تھی۔ اچانک اس کے دل میں ابلیس کو دیکھنے کی خواہش ہوئی۔ تو ایک دن ایسا ہوا کہ ابلیس –لعنہ اللہ– اس کے سامنے حاضر ہوکر کہنے لگا: میں تمہاری کیا خدمت کرسکتا ہوں؟ کہا: کیا تم یہ بتاسکتے ہو کہ ابھی میری کتنی عمر اور باقی رہ گئی ہے؟ کہا: ابھی دوسو سال اور تم زندہ رہوگے۔

عابد نے اپنے جی میں سوچا: چلو ڈیڑھ سو سال لہوولعب اور فسق وفجور میں گزار لیں، بقیہ پچاس سالوں میں توبہ کرلیں گے؛ چنانچہ اسی شب وہ عابد برائی کا خیال لے کر نکلا ہی تھا کہ موت نے اس کا گلا دبوچ دیا اور وہ وہیں ڈھیر ہوکر رہ گیا۔ گویا اس کی برائی 'توبہ پر بازی مار لے گئی۔

بدبختوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ برائیوں کے اندر گھر کر توبہ میں ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں۔ جس کی زندگی خسارہ ونقصان سے عبارت ہو اس کے لیے موت آجانا ہی

بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دے رکھا ہے قلم قدرت اس پر چل چکا ہے، اور ہمارے تعلق سے فیصلے ہو چکے ہیں؛ لہٰذا کچھ ظلم نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جس چیز کا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

بزبانِ شعر

قضى اللّٰه أمراً و أجرى القلم
و فيما قضى بيننا فما ظلم

یعنی اللہ تعالیٰ نے (ازل ہی میں) جملہ امور کے فیصلے فرما دیے اور قلم قدرت کی اس پر دستخط بھی ہو چکی: لہٰذا ہمارے تعلق سے بھی اس نے فیصلہ کر دیا ہے، اور اس نے کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا، (بلکہ اس کا ہر عمل مبنی بر انصاف ہوتا ہے)

ہزار بار توبہ شکنی باز آ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَ مَا وَجَدنَا لِأَكثَرِهِم مِنْ عَهْدٍ وَ إِنْ وَجَدْنَا أَكثَرَهُم لَفَاسِقِينَ .
(سورۂ اعراف: ۷/۱۰۲)

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد (کا نباہ) نہ پایا اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

اے شخص! (ذرا اَپنی فکر کو آنچ دے اور سوچ کہ) تو نے اللہ سے عہد لیا تھا مگر اسے نباہ نہ سکا، یوں ہی تو نے اس سے وعدہ کیا تھا مگر اس کو وفا کرنے کی تجھے توفیق نہ ہوئی۔ گھبرانا نہیں، کل جب تیرے ہر ہر پل کی خبر لی جائے گی، اور تیرے چھوٹے بڑے سارے گناہوں پر کڑی گرفت ہوگی تب تجھے آپ پتا چل جائے گا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے :

یا عبدي، أما استحیت مني و هٰذا فضلي علیک، أمهلتک حتی تمادیت، سترتک و أقبلت علیک بعد إعراضک عني، و سترت عیوبک عن الناس، و محوت زلتک من الکتاب، ولم أناقشک في الحساب .

یعنی اے میرے بندے! اپنے اوپر میرے بے کراں فضل وانعام کو دیکھ کر بھی (گناہ کرتے وقت) تجھے کچھ حیا نہیں آتی۔ میں نے تمہیں ڈھیل دی، مگر تو محض ٹال مٹول سے کام لیتا رہا۔ تیری پردہ پوشی کی، اور مجھ سے روٹھ جانے کے بعد بھی میں نے تیرے اوپر اپنی خاص نگاہِ کرم ڈالی، تیرے عیبوں کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپائے رکھا، تیری لغزشوں کو نامہ اعمال سے کھرچ دیا، اور حساب وکتاب میں تجھ سے سختی و درشتی کا برتاؤ نہیں کروں گا۔

اپنے نفس کا حساب لیتا رہ

صالحین کاملین نے فرمایا :

ینبغي للعبد أن یزن نفسه قبل أن توزن أفعاله، و یحاسب قبل أن تحاسب، و یذکرها العرض علی اللّٰه في یوم الفزع الأکبر .

یعنی ایک ذمہ دار بندے کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے نفس کا موازنہ کرتا رہے قبل اس کے کہ (سرمحشر) اس کے جملہ افعال کا موازنہ ہو۔ اور حساب کا دن آنے سے پہلے اسے اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے، نیز اسے چاہیے کہ سخت ہولناکی کے دن' اللہ کے حضور' پیشی کی یاد کو نفس کے اندر تازہ کرتا رہے۔

کسی شخص نے حضرت بشر حافی رضی اللہ عنہ سے اپنے لیے کچھ وصیت کرانی چاہی تو آپ نے فرمایا :

إحذر أن أوصیک بوصیة یکون وبالها علیک و علي، فقال:

أوصني، ثم قال: انظر بأي بدن تقف في القيامة، و انظر من تقف بين يديه و يحاسبک، و اعلم بأنک مسؤول لا محالة، فحاسب نفسک و الزم بيتک، و اذکر اسم اللّٰه عزوجل، و کن مع اللّٰه عزوجل .

یعنی مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں تمھیں وصیت تو کر دوں مگر تم اس پر عمل پیرا نہ ہو اور پھر اس کا وبال تمہارے ساتھ میرے سر بھی آئے۔ عرض کیا: (ایسا نہ ہوگا) آپ وصیت تو فرمائیں؛ چنانچہ آپ نے فرمایا: ذرا تصور کرو کہ تم کس جسم سے عرصہ قیامت میں کھڑے ہوگے۔ ذرا سوچو کہ تم کس کے سامنے کھڑے ہو اور کون تمہارا حساب لے رہا ہے؟۔ یہ تو صدفی صد یقین کر لے تجھ سے بہر حال باز پرس ہونی ہے؛ لہٰذا ابھی سے محاسبہ نفس میں لگ جا اور گھر کی ڈیوڑھی کو لازم پکڑ لے ، جتنا ہو سکے ذکر اللہ میں مشغول رہ اور خود کو ہمہ وقت اللہ کے حضور حاضر سمجھ۔

بوقت موت‘ خوفِ الٰہی سے گریہ و بکا کرنے والے

کچھ لوگوں کا بیان ہے کہ ہم بستر مرگ پر پڑے حضرت عطا سلمی کی عیادت کے لیے گئے، ان سے پوچھا :

کیف تری حالک؟ فقال: الموت في عنقي، و القبر بين يدي، و القيامة موقفي، و جسر جهنم طريقي، و لا أدري ما يفعل بي . . .

یعنی آپ اس وقت خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟ فرمایا: موت کا پھندا گلے میں پڑ چکا ہے، قبر کی وحشیں سامنے نظر آرہی ہیں۔ پڑاؤ تو میدانِ قیامت میں ہوگا، مگر میرا راستہ جہنم کے پل سے ہو کر گزرے گا، اس لیے ابھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

پھر آپ پھوٹ پھوٹ کر اتنا روئے کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی، جب ہوش آیا تو فرمایا :

> **اللّٰھم ارحمني وحشتي في القبر، مصرعي عند الموت و ارحم مقامي بین یدیک یا أرحم الراحمین .**

یعنی اے اللہ! موت کی تلخیوں، قبر کی وحشتوں اور اپنے حضور پیشی کے وقت مجھ پر خاص رحم وکرم فرما اور تو ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت محمد بن منکدر نے دمِ رخصت زور زور سے رونا شروع کر دیا، آپ سے استفسار ہوا :

> **ما یبکیک؟ فرفع طرفه إلی السماء، و قال: اللّٰھم إنک أمرتني و نھیتني فعصیت، فإن غفرت فقد مننت، و إن عاقبت فما ظلمت .**

یعنی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو انھوں نے اپنی نگاہیں آسمان کی جانب پھیر کر دعا کی کہ اے اللہ! تو نے (نیکیوں کا) حکم دیا تھا اور (برائیوں سے) روکا تھا، مگر میں نے تیرے امر و نہی کی کوئی پروانہ کی، (اور تیری نافرمانی کرتا رہا) لہٰذا اگر تو نے مجھے معاف کر دیا تو تیرا احسان ہوگا اور اگر سزا دلوادی تو یہ تیرا انصاف ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ موت کے وقت رو پڑے۔ پوچھا گیا :

> **ما یبکیک؟ فقال: لبعد سفري و قلة حیلتي .**

یعنی آپ کے گریہ وبکا کی وجہ کیا ہے؟ فرمایا: سفر تو بہت لمبا ہے مگر زادِ سفر بہت کم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جانکنی کے عالم میں اشک ریز دیکھ کر لوگوں نے پوچھا :

> **ما یبکیک؟ فقال: أخاف أن أکون قد أتیت بذنب أحسبه**

هيناً و هو عند الله عظيم .

یعنی آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر کیوں ہیں؟ فرمایا: مجھے صرف یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی گناہ میں نے چھوٹا سمجھ کر کر لیا ہو اور وہ (درحقیقت) اللہ کے نزدیک بڑا ہو۔

ایک شخص کا معمول تھا کہ وہ رات دن صرف رویا کرتا۔ اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا:

أخاف أن يكون الله تعالىٰ رآني على معصية، فيقول: مر عني فإني غضبان عليك .

یعنی مجھے اس بات کا خوف لاحق رہتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کوئی گناہ کرتے وقت دیکھ لیا ہو۔ (اور جب میری اس کے روبرو پیشی ہو تو) وہ کہہ دے: اس کو میرے سامنے سے ہٹاؤ، میں اس سے خفا ہوں۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ زاروقطار رونے لگے، پوچھا گیا:

يا أبا سعيد ما يبكيك؟ فقال: خوفا من أن يطرحني في النار و لا يبالي .

یعنی اے ابوسعید! آپ اس قدر کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: محض اس خوف سے کہ کہیں وہ مجھے آتش جہنم میں نہ ڈال دے اور اسے کوئی پروا بھی نہ ہو۔

جہنمیوں کے عذاب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان أهل النار ليبكون في النار حتى تجري دموعهم كالأودية، فلو أن السفن ألقيت فيها لجرت .

یعنی جہنمی، جہنم کے اندر اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو وادیوں کی مانند بہیں گے، حتیٰ کہ اگر اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو وہ بھی تیرنے لگیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے :

ما في جهنم من غل و لا قيد و لا سلسلة إلا و عليها اسم صاحبها في النار .

یعنی جہنم کے اندر ایسا کوئی طوق، بیڑی اور زنجیر نہیں جس پر کہ جہنم میں جانے والوں کا نام نہ لکھا ہو۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ نے جب اللہ کا یہ ارشاد پڑھا :

كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَّخْرُجُوا مِنهَا أُعِيدُوا فِيهَا . (سورۂ سجدہ:۳۲/۲۰)

ترجمہ: وہ جب بھی اس سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیے جائیں گے...

تو وہ بے ساختہ رونے لگے اور فرمایا :

و اللّٰه ما طمعوا في الخروج، و إن الأيدي لموثوقة، و الأرجل لمقيدة، و كلما رفعهم لهيبها يصيرون فى أعلاها، فزدهم الزبانية بمقامع من حديد إلى أسفلها—فنعوذ باللّٰه منها—

یعنی قسم بخدا! وہ نکلنے کا سوچ بھی نہ سکیں گے؛ کیوں کہ ان کے ہاتھ تو بندھے ہوں گے، اور پیر میں بیڑیاں پڑی ہوں گی۔ اور جب شعلہ جہنم انھیں اچھالے گا وہ اُٹھ کر اوپر چلے آئیں گے۔ اب داروغہ ہائے جہنم انھیں لوہے کے گرز سے مار کر جہنم کے بالکل نچلے حصے میں پہنچا دیں گے۔ اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایک روز جہنم کا ذکر کرتے کرتے رو پڑے اور فرمایا :

يخرج من النار رجل بعد ألف عام، ثم غلب عليه البكاء ثم قال: يا ليتني أكون ذلک الرجل .

یعنی ایک شخص کو ہزار سال کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا۔ پھر آپ اور زیادہ پھوٹ کر رونے لگے اور فرمایا: کاش! وہ شخص میں ہی ہوتا۔

کسی سے ’طامۃ الکبریٰ‘ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے روتے ہوئے کہا :

هي الساعة التي تدفع لخزنة جهنم .

یعنی یہ وہی گھڑی ہوگی جب لوگ داروغہ جہنم کے حوالے کیے جائیں گے۔

یوں ہی ایک دن اس نے جہنم کا ذکر چھیڑ دیا اور اللہ تعالیٰ نے جہنم کے اندر مجرموں کے لیے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے اس کو بیان کرتے کرتے رونے لگا اور کہا :

فإذا الفحتهم النار لفحة واحدة، فلا تدع لحماً و لا جلدا ألفته في العراقيب و تبقى العظام بيضاء تلوح .

یعنی جہنم جب ان پر پہلا وار کرے گی، تو ان کے چمڑے اور گوشت سب کچھ جھڑ جائیں گے، صرف ان کی چمچماتی ہوئی ہڈیاں بچ جائیں گی۔

اب ذرا اَپنے اندر جھانک کر دیکھو

میرے دوستو! کب تک غفلتوں کی زندگی بسر کرتے رہوگے؟ اور اپنے عیوب ونقائص سے کب تک نگاہیں چراتے رہوگے؟ (کیا تمھیں خود اپنے اندر قدرت کی نشانیاں دِکھائی نہیں پڑتیں کہ ان سے سبق حاصل کرو)۔ کیا تم اب بھی اللہ کی معرفت حاصل نہیں کروگے؟ تمھیں اللہ کی قسمیں دیتا ہوں کہ خدارا اَب تو کذب و اِفترا سے باز آجاؤ۔ اور اللہ کی بارگاہ میں آکر روؤ گڑگڑاؤ؛ کیوں کہ وہ دن اب دور نہیں رہا جب تم باہم جھگڑوگے، (اپنے کیے پر) اشک ندامت بہاؤگے، اور پھر اپنے خالق و مالک کے حضور

پیش کردیے جاؤ گے۔

وَ سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُونَ . (سورۂ شعراء:۲۶/۲۲۷)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ (پس مرگ) کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ویران بستی سے گزرے، آپ نے آواز لگائی:

أين أهلک؟ أين عمارک؟ فسمع صوتاً و هو يقول: بنو بنيانا و باتو فلم يصبحوا، فقال عيسىٰ عليه السلام: ما الذي بلغ بهم؟ فقال: كانوا لا يأمرون بالمعروف و لا ينهون عن المنكر، فقال عيسىٰ عليه السلام: فما بالک أجبتني من دونهم؟ فقال: إني لم أكن منهم، و إنما كنت ماراً بينهم في الطريق فغشيهم العذاب، فروحي مع أرواحهم في سجين، فقال له عيسىٰ عليه السلام: و ما سجين؟ فقال صخرة سوداء تحت الأرض السابعة .–نعوذ باللّٰه منها–.

یعنی تیرے باشندگان کہاں ہیں؟ اور تیری آبادیاں کہاں چلی گئیں؟ تو آپ نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے: ان لوگوں نے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں پھر جب رات سوئے (تو سوئے ہی رہ گئے) صبح اٹھنے کی توفیق نہ ہوئی۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: ایسا اِن کے ساتھ کیوں ہوا؟ کہا: دراصل یہ لوگ نیکیوں کا حکم نہیں کرتے تھے اور نہ ہی برائیوں سے روکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: تو ان میں صرف تمھیں جواب کیوں دے رہے ہو؟ کہا: میں ان میں سے تھا نہیں۔ (امرواقعہ یہ ہے کہ) میں ایک راہ سے انہیں کے درمیان ہوکر گزر رہا تھا کہ ان پر یکا یک

عذاب اُتر آیا تو اب میری روح بھی انھیں کی روحوں کے ساتھ مقام سجّین میں پڑی ہوئی ہے۔ حضرت عیسیٰ نے پوچھا: یہ سجّین کیا ہے؟ کہا: زمین کے ساتویں طبق کے نیچے ایک سیاہ چٹان ہے۔ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

قیامت کی حشر سامانیاں

(قرآن کی بڑی مشہور و معروف سورہ) جس میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے :

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o

ترجمہ: تمھیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ دولت و ثروت کی ریل پیل اور اولاد کی زیادتی نے انھیں حساب و کتاب کے دن سے غافل کر دیا تھا۔

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o

ترجمہ: یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

اور تم نے دوست احباب کی محبتوں کو خیر آباد کہہ دیا۔ اب زمین کے مختلف طبقات کے درمیان یوں ہی پڑے رہو گے، اور قیامت تک بے تحاشا حیرانگی و سراسیمگی کے عالم میں مارے مارے پھرو گے۔

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o

ترجمہ: ہرگز نہیں! (مال و دولت تمہارے کام نہیں آئیں گے) تم عنقریب (اس حقیقت کو) جان لو گے۔

جب تم قبروں میں ٹکٹکی باندھے ظاہر ہو گے اور پھر پروردگار عالم کے وعدے کے مطابق تمھیں نوازا جائے گا۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ o

ترجمہ: پھر (آگاہ کیا جاتا ہے) ہرگز نہیں! عنقریب تمہیں (اپنا انجام) معلوم ہو جائے گا۔

جب قیامت اپنی جملہ حشر سامانیوں کے ساتھ برپا ہو جائے گی، آسمان پھٹ پڑے گا، اور اس کے اندر موجود سب کچھ نیچے آجائے گا، لوگوں سے ان کے رازہائے سربستہ اُگلوالیے جائیں گے، مائیں اپنے جایوں کو بھول جائیں گی، قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر بچے جوان ہو چلیں گے، آفتاب گہن آلود ہو جائے گا اور اس کی حرارت و تپش بڑھ جائے گی۔

كَلَّا لَو تَعْلَمُونَ o

ترجمہ: ہاں ہاں! کاش تم (مال وزر کی ہوس اور اپنی غفلت کے انجام کو) جان پاتے۔

جب دل چڑھ کر حلق تک پہنچ جائیں گے؛ تو اے اولادِ آدم! اس دن تیرا کیا بنے گا؟ جب ترازو لگا دیے جائیں گے، نامہ ہائے اعمال کھول دیے جائیں گے، اور مظلوم ظالم کے گلے کا ہار بن کر لٹک جائیں گے۔

عِلْمَ اليَقِيْنَ o

ترجمہ: یقینی علم کے ساتھ، (تو دنیا میں کھو کر آخرت کو اس طرح نہ بھولتے)

جب وہ گھنے بادلوں کی شکل میں آئیں گے، فرشتگانِ مکرم نزولِ اجلال فرمائیں گے، اور روح الامین اور دیگر فرشتے صف در صف کھڑے ہوں گے، آج کسی کو لب کشائی کی جرأت نہ ہوگی اِلَّا یہ کہ جسے رحمٰن نے اجازت دے رکھی ہو۔ اور میدانِ محشر کے قیام و وقوف کی طوالت ہر ایک کے لیے کاہش جاں بنی ہوگی۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ o

ترجمہ: تم (اپنی حرص کے نتیجے میں) دوزخ کو ضرور دیکھ کر رہو گے۔

مہیب و بے مروّت قسم کے فرشتے آتش جہنم کو ہنکاتے ہوئے لے آئیں گے، ایسا

لگے گا جیسے وہ جہنمیوں پر غیظ وغضب سے پھٹ پڑے گی۔ پھر جہنم سے پوچھا جائے گا: کیا تیرا پیٹ بھر گیا؟ تو وہ کہہ اُٹھے گی: کچھ اور نہیں ہیں؟۔

ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَينَ الْيَقِينَ ٥

ترجمہ: پھر تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔

جب پل صراط کو جہنم کے اوپر بچھا دیا جائے گا، اور تم اس کے عذاب کو اپنے کانوں سے سن رہے ہوگے، اور اس کی ہولناکیوں کو آنکھوں سے دیکھ رہے ہوگے، جہنمیوں کا معائنہ کررہے ہوگے، کسی کا سر کھول رہا ہوگا، اور کوئی بیڑیوں اور ہتھکڑیوں میں جکڑا ہوگا۔

ثُمَّ لَتَسْئَلُنَّ يَومَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ٥

ترجمہ: پھر اس دن تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا
(کہ تم نے انھیں کہاں کہاں اور کیسے کیسے خرچ کیا تھا)

تیرے ایام حیات کے بارے میں پوچھا جائے گا جسے تو نے آرام کوشیوں اور آسائشوں کی نذر کردیا تھا۔ نیز حرام مال کمانے، کول ڈرنک پینے اور ریشمی لباس پہننے کی بابت (تجھ سے باز پرس ہوگی؛ لہٰذا ہوشیار رہنا، کہیں ایسا نہ ہو کہ بازارِ قیامت میں کھلے بندوں تیری رسوائی ہو اور تجھے کف افسوس ملنا پڑ جائے۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔)

قیامت کی ہولناکیوں کا تصور کر کے ڈر جاؤ

مذکورہ بالا ہولناکیوں اور سختیوں کا تصور کر کے کانپ جاؤ، اور ان سوالوں کے جواب کی پیشگی ہی تیاری کرلو۔ اے اولادِ آدم! ذرا سوچ، اس وقت تیرا کیا بنے گا جب تیرا نامہ اعمال کھول دیا جائے گا، تیری نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوجائے گا، تیری عقل زائل ہوجائے گی، اور تیرا راز فاش کردیا جائے گا۔

کیا کبھی تو نے سوچا کہ تو کس کی نافرمانی میں لگا ہوا ہے؟ اور کس کے خلاف علم بغاوت بلند کرر ہا ہے؟؟ حیف ہے تو نے خود کو توبہ و اِنابت سے بھی محروم کرلیا، اس کے عہد کا بھی کوئی پاس نہیں کیا، اس کے راز بھی ظاہر کر دیے، اس کا حکم بھی نہیں مانا اور پورے طور پر اپنے وجود کو جرم و گناہ کے جال میں پھنسا کر رکھ دیا۔

سچ بتانا کیا کبھی تمہیں اس بات کا علم الیقین ہوا کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے؟ اب مجھے بتاؤ کہ جب تمہاری اس کے روبرو پیشی ہوگی تو تمہیں اس سے کون بچائے گا؟ اور اس وقت تم سے کیا جواب بنے گا جب وہ تم سے تمہارے برے، گندے اور گھناؤنے کاموں کی بابت سوال کرے گا؟ کیا اس وقت (بھرے محشر میں) تمہارا پورا وجود شرم سے پانی پانی نہیں ہوجائے گا؟ اگر اس وقت تم اپنے جرموں کا اقرار کر لیتے ہو (اور تمہیں کرنا ہی پڑے گا تو تم پر کیا بیتے گی) اور اگر انکار کرتے ہو تو یہ جان رکھو کہ اس وقت اِنکار تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔

لہٰذا ایک بار اور اپنے نفس کے معاملے میں نظر ثانی کر لے، قبل اس کے کہ لوگ تجھے منوں مٹی کے نیچے دفن کر کے بے بسی کے عالم میں چھوڑ آئیں، کیوں کہ تیرے ایام حیات بس پورے ہی ہونے والے ہیں، اور تیرے غسل کا وقت بس آیا ہی چاہتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> یا ابن آدم، استعد للآخرة، و اطع اللّٰه بقدر حاجتک إلیه، و اغضب اللّٰه بقدر صبرک علی النار.

یعنی اے اولادِ آدم! آخرت کی اتنی تیاری کر لے جتنا تجھے وہاں رہنا ہے۔ اور اللہ کی اتنی طاعت و بندگی کر جتنی تیری اس سے ضرورتیں وابستہ ہیں۔ اور اللہ کو اتنا ہی ناراض کر جتنا تیرے اندر آتش جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں میں جھلسنے کا یارا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إن اللّٰه أمر بطاعة و أعان عليها، و نهى عن المعصية و أغنى عنها، فاعمل بقدرك على النار، و لا تجعل في ركوبها حجة .

یعنی اللہ تعالیٰ جب طاعت کا حکم دیتا ہے تو اس کو جامہ عمل پہنانے کے لیے طاقت بھی عطا فرماتا ہے، اور جب برائی سے روکتا ہے تو پھر اس سے بے نیاز ہوجاتا ہے؛ لہٰذا اَب تمہارے اندر دوزخ کی آگ میں جلنے کی جتنی طاقت ہو اتنا برائی کے کام کرو۔ اور جہنمیوں سے کسی حجت کی امید مت رکھنا۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

العجب كل العجب لمن عرف اللّٰه ثم عصاه بعد المعرفة.

یعنی ایسے شخص کو دیکھ کر بے پناہ حیرت ہوتی ہے کہ جسے اللہ کا عرفان نصیب ہوگیا ہو مگر اس معرفت الٰہی کے باوصف وہ اس کی نافرمانی میں لگا ہوا ہے۔

حضرت سعید بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

لا تنظروا إلى صغر الخطيئة و لكن انظر من عصيت .

یعنی (ارتکابِ معاصی کے بعد) یہ نہ دیکھا کرو کہ غلطی تو بہت چھوٹی تھی بلکہ یہ دیکھا کرو کہ تم نے (اس غلطی کی شکل میں) نافرمانی کس کی کی ہے!۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

وجدت في بعض الكتب: إذا عصاني من عرفني سلطت عليه من لا يعرفني .

یعنی میں نے کسی کتاب میں یہ لکھا دیکھا تھا کہ جب میری (اللہ کی) معرفت نصیب ہوجانے کے باوجود کوئی میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اس پر کسی ایسے (بے مروّت) انسان کو مسلط کر دیتا ہوں جسے میری پہچان نہیں ہوتی (یعنی اسے میرا کوئی

خوف وخطرہ وغیرہ نہیں ہوتا کہ اس سے اس کے ظلم وتعدی کی بابت محاسبہ بھی ہوگا)

حمید طویل اپنے کسی بھائی سے وعظ ونصیحت کا طالب ہوتا ہے۔ اس نے کہا :

یا أخي، إذا عصیت و ظننت أنه یراک فقد تجرأت علی عظیم، و لکنک بجهلک تظن أنه لا یراک .

یعنی اے بھائی! جب تو اس کی نافرمانی کرے اور یہ خیال کرے کہ وہ تجھے نہیں دیکھ رہا ہے تو یہ تو اس پر بڑی جرأت و بے باکی ہوگی۔ ہاں ہوتا یہ ہے کہ تم غلبہ جہالت کی وجہ سے یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہیں دیکھ نہیں رہا ہے۔

حضرت حماد بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إذا أذنب العبد باللیل أصبح و مذلته في وجهه .

یعنی جب بندہ رات (کی گھنی تاریکیوں) میں کوئی گناہ کرتا ہے، تو آنے والی صبح میں اُس کے گناہ کے اثرات اس کے چہرے سے ہویدا ہوتے ہیں۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غلام عتبہ کو ننگی دھوپ میں کھڑا، اور پسینے میں شرابور دیکھ کر پوچھا :

ما الذي أوقفک في هٰذا الموضع؟ فقال: یا سیدي هٰذا موضع عصیت اللّٰه فیه .

یعنی کس چیز نے تمہیں اِس جگہ کھڑا رہنے پر مجبور کیا ہے؟ کہا: میرے آقا! یہ وہی جگہ ہے جہاں میں نے کبھی اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تھی۔

پھر یہ شعر گنگنانے لگا ؎

أ تفرح بالذنوب و بالمعاصي ☆ و تنسی یوم یؤخذ بالنواصي
و تأتي الذنب عمداً لا تبالي ☆ و رب العالمین علیک حاصي

یعنی آج تم اپنے گناہوں اور زیاں کاریوں پر اتراتے پھر رہے ہو، اور اس دن

کا تصور اپنے ذہن وفکر سے نکالے بیٹھے ہو جس دن (مجرموں کو اُن کی) پیشانی کے بال پکڑ کر لایا جائے گا۔

اور نہایت بے فکری کے ساتھ آج تو جان بوجھ کر گناہ پر گناہ کیے جا رہا ہے (حالاں کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ) پروردگارِ عالم تیرے سارے گناہوں کو حیطہ شمار میں لاکر (اس کا ریکارڈ تیار کر رہا ہے)

حضرت فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

رحم اللّٰہ عبداً نظر لنفسہ، فإنہ إن لم ینظر لنفسہ لم ینظر لها غیرہ .

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس بندے پر اپنی خاص نگاہِ رحمت فرمائے جو اپنے نفس (کی اصلاح کے لیے اس) پر پہرہ بٹھائے رکھتا ہے؛ کیوں کہ اگر وہ خود اپنے نفس پر نگاہ نہ رکھے تو بھلا اور کون رکھے گا!۔

بزبانِ شعر ؎

إن الأماکن في المعاد عزیزۃ
فاختر لنفسک إن عقلت مکانا

یعنی عرصہ محشر کی ابتلا وآزمائش کے جاں گسل لمحات میں مکانات بڑے عزیز ہوں گے؛ لہٰذا اگر تجھے وہاں مکان کی خواہش ہے تو آج ہی اس کا سودا کر لے۔

اللہ کی یاد میں چھلکنے والے آنسوؤں کی قیمت

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا :

ما النجاۃ یا رسول اللّٰہ؟ فقال: إمسک لسانک، و الزم بیتک، و ابک علیٰ خطیئتک .

یارسول اللہ! راہِ نجات کی نشان دہی فرمادیں؟ ارشادفرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھ، گھرکواپنے اوپرلازم کرلے، اوراپنی غلطیوں پر (ندامت کے) آنسو بہا۔

حضرت ابن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زکریاعلیہ السلام اپنا بیٹا کھو بیٹھے، تین دن بعدوہ انھیں کسی قبر پر بیٹھا روتا ملا۔ پوچھا :

یا بني، مایبکیک؟ فقال له: إنک أخبرتني أن جبریل علیه السلام أخبرک أن بین الجنة و النار مغارة لا یطفیء حرها إلا الدموع ، فقال: ابک یا بني .

یعنی عزیز بیٹے! کیوں گریہ وبکا کررہے ہو؟ کہا: ابا جان! آپ ہی نے تو کہا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو بتا گئے ہیں کہ جنت ودوزخ کے درمیان ایک ایسا گڑھا ہے کہ جس کی حرارت و تپش کومحض آنسوؤں کی برکھا ہی بجھاسکتی ہے۔ فرمایا: (اگراس وجہ سے رورہے ہوپھرتو جی بھرکے) رولو بیٹے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :

یا رسول اللّٰه، أیدخل من أمتک الجنة بغیر حساب؟ قال: من کثرت ذنوبه فبکی علیها .

یعنی یارسول اللہ! کیا آپ کے کچھ ایسے امتی بھی ہوں گے جو بلاحساب جنت میں جائیں گے؟ فرمایا: (ہاں) جواپنے گناہوں کی کثرت پر کثرت سے روتے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کسی اَنصاری جوان کے دل میں جہنم کا خوف گھس گیا، پھر کیا تھا اس نے اپنے آپ کوگھر کے اندرمقید کردیا۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس آئے اوراُس کی گردن صحیح کرنا چاہا کہ اس کی مردہ لاش زمین پرگرپڑی۔ آپ نے فرمایا :

جهزوا صاحبکم، فإن خوف النار فتت کبده .

یعنی اپنے دوست کی تجہیز وتکفین کا انتظام کرو؛ کیوں کہ آتش جہنم کے خوف اس کا جگر چھلنی ہوگیا ہے۔

حضرت محمد بن منکدر جب کبھی روتے تو اپنے آنسوؤں کو سارے چہرے پر پھیلا کر فرماتے :

إن النار لا تأكل موضعا مسحته الدموع .

یعنی جہنم کی آگ اس حصے کو نہیں کھائے گی جسے کہ (خوفِ خدا میں رِسنے والے) آنسوؤں نے چھولیا ہو۔

کسی مردِ صالح کے بارے میں آتا ہے کہ جب اسے معلوم ہوا کہ گریہ وبکا کی کثرت‘ تکبر کا قلعہ قمع کردیتی ہے تو وہ اتنا رویا کہ اس کی بینائی ہی جاتی رہی۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کسی دوست کو خواب میں دیکھا کہ وہ کچھ زیادہ ہی زرق برق نظر آرہا تھا اور اس کے آنسوؤں کے سوتے بجلی کی مانند چمک رہے تھے۔ میں نے پوچھا :

مت؟ قال: نعم، قلت له، إلى ماذا صرت و كنت طويل الحزن في الدنيا؟ فتبسم و قال: رفع اللّٰه لنا بذلک الحزن علم الهداية إلى منازل الأبرار، فحللنا مساكن المتقين، قلت له: بما ذا تأمرني؟ فقال: يا أخي، أطول الناس حزنا في الدنيا أكثرهم فرحا في الآخرة .

یعنی کیا تمہارا انتقال ہوگیا ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: مگر اب تم کیا بن گئے ، دنیا میں تو تم ہمیشہ ملول وحزین ہی رہا کرتے تھے؟ اس نے ہنستے ہوئے جواب دیا: دراصل اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے اس حزن وملال کی وجہ سے پرچم ہدایت کو ابرار کی منزلوں تک بلند کردیا اور ہم متقین کی رہائش گاہوں میں شامل ہوگئے۔ میں نے پوچھا: ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کہا: میرے دوست! دنیا میں جو جتنا زیادہ

حزین وغمگین ہوگا آخرت میں اسے اتنی ہی خوشیاں میسر آئیں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إذا مـات أحـدكـم عرض عليه مقعده بالغدو و العشي، ان كان مـن أهل الجنة فمن أهل الجنة، و إن كان من أهل النار فمن أهل النار . (١)

یعنی جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو اسے صبح وشام اس کی رہائش گاہ دکھائی جاتی ہے۔ اگر وہ اہل بہشت سے ہوتا ہے تو بہشت۔ ورنہ اگر جہنمیوں میں سے ہوتا ہے تو جہنم۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الموت قيامة، فإذا مات أحدكم قامت قيامته .

یعنی موت کسی قیامت سے کم نہیں ہوتی؛ لہٰذا جب کسی کا انتقال ہو جائے تو سمجھو کہ اس کی قیامت برپا ہوگئی۔

حضرت وہب بن وردی فرماتے ہیں :

لا يـخـرج الـعبد من الدنيا حتى يرى الملكين اللذين و كّلا به في دار الـدنـيـا، فـإذا كـان عـمـلـه صالحا قالا : جزاک اللّٰہ عنا خيـرا، فـطـالـمـا سـمـعـنـا منک الخير فنحن لک اليوم على ما تـحـب، و إن كـان عـمـلـه سيـئـا قالا له: لا جزا اللّٰہ عنا خيرا ما سمعنا منک إلا سوءاً و نحن لک اليوم على ما تكره .

---

(١) کنز العمال: ۶۴۱/۱۵ حدیث: ۴۲۵۲۹...... مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۳۴/۸ حدیث: ۶۹...... تہذیب الآثار طبری: ۳۷۵/۲ حدیث: ۳۲۲ ...... شرح اصول اعتقاد اہل السنہ والجماعہ للالکائی: ۳۳۹/۵ حدیث: ۱۸۱۷۔

صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں :

إذا مـات أحـدكـم عـرض عـلـيـه مقعده غدوة و عشياً، إما النار و إما الجنة فيقال هٰذا مقعدک حتىٰ تبعث إليه . (۱۷۴/۲۰ حدیث: ۶۰۳۴)

یعنی انسان دنیا کا گھر اس وقت تک نہیں چھوڑتا جب تک کہ یہاں اپنے اوپر مقرر کردہ دو فرشتوں کو نہ دیکھ لے۔ اگر اس کے اعمال اچھے رہے تو وہ کہتے ہیں: اللہ تجھے ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے۔ ہم تم سے ہمیشہ اچھی ہی باتیں سنتے آئے لہٰذا آج ہم تمہاری چاہت کے مطابق پیش آئیں گے۔ اور اس کے اعمال برے رہے، تو وہ کہتے ہیں: اللہ تجھے ہماری طرف سے کچھ بھی جزائے خیر نہ عطا کرے، ہم نے ہمیشہ تم سے برائی ہی سنی لہٰذا آج ہم تمہارے ساتھ اس طرح پیش آئیں گے جسے تو پسند نہ کرے گا۔

بزبانِ شعر ؎

الموت في كل حين ينشر الكفنا
و نحن في غفلة عما يؤدبنا

لا تطمئن إلى الدنيا و زينتها
و إن توشحت في أثوابها الحسنا

یعنی موت ہر وقت کفن کھولے کھڑی رہتی ہے، اور ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، نہ معلوم کب ہمیں عقل آئے گی۔

حسین و دیدہ زیب پوشاکوں میں ملبوس ہو کر تم دنیا اور اس کی زینتوں سے کبھی مطمئن نہ ہونا۔ (کیوں کہ یہ کبھی بھی دغا دے سکتی ہے)

جیسے چاہو جیو مگر ایک دن مرنا ہی ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یا محمد، عش ما شئت فإنک میت، و احبب من شئت

فإنک مفارقه، و اعمل ما شئت فإنک مجازي به، و اعلم أن شرف المؤمن قيامه بالليل و عزه استغناؤه عن الناس .

یعنی اے محمد عربی! جس طرح چاہیں زندگی کے شب وروز گزاریں (مگر اتنا ذہن نشیں رکھیں کہ ایک نہ ایک دن) آپ کو دنیا سے چلے جانا ہے۔ اور جسے چاہیں کاشانۂ دل میں جگہ دیں (مگر یاد رکھیں کہ ایک دن) آپ کو اس سے بچھڑ جانا ہے۔ اور جو چاہیں عمل کریں (مگر خیال رہے کہ) اس کا بدلہ بھی ملنا ہے۔ جان لیں کہ راتوں کا قیام ایک مومن کے لیے مایۂ فضل وشرف ہے۔ اور اس کی ساری عزت کا مدار اس پر ہے کہ وہ خود کو لوگوں سے بے نیاز رکھے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

يا ابن آدم، إنما هي أيام إذا مضى يومک ينقصک .

یعنی اے اولادِ آدم! تیری ساری پونجی یہی تیرے ایامِ حیات ہیں، جہاں کوئی دن گزرا سمجھ کہ تیری زندگی کا ایک دن کم ہوگیا۔

بزبانِ شعر ؎

إنا لنفرح بالأيام نقطعها
و كل يوم مضى نقص من الأجل
فاعمل لنفسک قبل الموت مجتهدا
فإنما الربح و الخسران في العمل

یعنی دن گزرنے کے ساتھ ساتھ ہماری خوشیوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے حالاں کہ جہاں دن گزرا، زندگی کی گھڑیوں میں کمی واقع ہوگئی۔

لہٰذا موت کا نقارہ بجنے سے پہلے پہلے اپنی ذات کے لیے جتنا کچھ عمل کرسکتا ہے کرلے، کیوں کہ اصل اعتبار، عمل کے سود وزیاں ہی کا ہے۔

کسی حکیم نے بڑے نکتے کی بات کہی ہے :

عجبت لمن یحزن علی نقصان ماله و لا یحزن علی نقصان عمره، و عجبت لمن الدنیا مدبرة عنه، و الآخرة مقبلة علیه، کیف یشتغل بالمدبرة و یعرض عن المقبلة؟.

یعنی مجھے اس شخص پر بہت تعجب ہوتا ہے جسے مال و دولت کا نقصان تو غمگین کر دیتا ہے مگر دن بدن اس کی عمر گھٹتی چلی جارہی ہے جس کا اسے کوئی غم نہیں۔ اور اس شخص پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ جس سے دنیا بس پیٹھ پھیرنے ہی والی اور اسے آخرت درپیش ہونے والی ہے؛ مگر وہ پیٹھ پھیرنے والی کے پیچھے تو جی جان سے پڑا ہے اور درپیش ہونے والی سے یکسر منہ پھیرے ہوئے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

عجبت لثلاثة: غافل غیر مغفول عنه، و مؤمل الدنیا و الموت یطلبه، و باني قصراً و القبر مسکنه .

یعنی مجھے تین قسم کے لوگوں پر سخت تعجب ہوتا ہے: غافل شخص۔ حالاں کہ وہ ہر وقت کسی کی نگاہ میں ہے۔ دنیا سے بڑی بڑی امیدیں رکھنے والا حالاں کہ موت اس کے تعاقب میں ہے۔ محل کی تعمیر کرنے والا حالاں کہ (انجام کار) قبر اس کا ٹھکانہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

ویل لمن کانت الدنیا همه، و الخطایا عمله، کیفما یقدم غدا بقدر ما تحرثون تحصدون .

یعنی بربادی ہے اس کے لیے جو دنیا کے جھمیلوں میں اُلجھ کر رہ گیا، اور اس کے اعمال، برائیوں کی نذر ہو کر رہ گئے۔ وہ کیا منہ لے کر کل (بازارِ قیامت میں) آئے گا؛ (کیوں کہ اصول تو یہی ہے کہ) انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا :

خلق الإنسان ثلاثة أثلاث: ثلث للّٰه، و ثلث لنفسه، و ثلث للدود .

یعنی انسان کی تخلیق تین ٹکڑوں میں ہوئی ہے: ایک تہائی اللہ کے لیے۔ ایک تہائی خوداس کی ذات کے لیے۔ اور ایک تہائی کیڑوں مکوڑوں کے لیے۔

فرائض کی اَدائیگی اورمحارم سے دوری

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ہریرہ سے فرمایا :

یا أباهريرة، أما تريد أن لا يجري عليک القلم؟ قال: نعم يا رسول اللّٰه، قال: أد فرائض اللّٰه، و كف عن محارم اللّٰه، و دع الكلام فيما لا يعنيک .

یعنی اے ابو ہریرہ! کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارے خلاف قلمِ قدرت نہ چلے؟ کہا: ہاں یارسول اللہ۔ فرمایا: پھر فرائض الٰہیہ کی ادائیگی کیا کرو، اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے دور رہا کرو، اور فضول ولایعنی باتوں میں الجھنے سے خود کو بچاؤ۔

کسی عارفِ کامل نے اپنے بیٹے سے فرمایا :

يا بني، خذ على نفسک، و قيد ألفاظک، لا تقل لفظة إلا أن تأمن عاقبتها، فإن كانت للّٰه و إلا فامسک عنها، و لا تأكل طعاما إلا إن تدبرت أمره، إن كان حلالا أو حراما و إلا فلا تأكل منه، و احرص على الحلال، لكن هل من ذنوب؟ قال: كثيرة، قال: كم في اليوم و الليلة؟ قال: مائة، قال: كثيرة، قال: خمسين، قال: كثيرة، قال: فما زال حتىٰ قال له: يا أبت واحد بالليل و واحد بالنهار، قال: يا بني، كم يكونون في السنة؟ قال:

سبع مائة و عشرين، فقال له: يا ولدي، إن آدم خرج من الجنة بذنب واحد، و أنت ترجو دخولها بسبعة مائة و عشرين ذنبا في السنة .

یعنی اے بیٹے! اپنے نفس پر کڑا پہرہ رکھ۔ اپنے الفاظ کو جکڑ کے رکھ۔ اس وقت تک اپنے منہ سے کوئی لفظ نہ نکال جب تک کہ تو اس کے انجام سے مطمئن نہ ہو۔ اگر وہ رضاے مولا کے لیے ہو (فبہا) ورنہ اس سے رک جا۔ اور اگر تم نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی ہو پھر تو حلال وحرام کوئی کھانا نہ کھا۔ اور اپنے اندر حلال خوری کی عادت پیدا کر۔ لیکن یہ تو بتا کہ تو نے کچھ گناہ کیے ہیں؟ کہا: بہت سارے۔ پوچھا: رات و دن میں ملا کر کل کتنے؟ کہا: سو۔ کہا: یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ کہا: پچاس۔ کہا: یہ بھی بہت زیادہ ہیں۔ چنانچہ اسی طرح اعداد وشمار چلتا رہا یہاں تک کہ اس نے کہا: ابا جان! رات میں ایک اور دن میں ایک۔ فرمایا: اے بیٹے! (ذرا مجھے جوڑ کر بتاؤ کہ) پورے سال کے کتنے گناہ ہو گئے؟ عرض کیا: کوئی سات سو بیس۔ فرمایا: عزیز بیٹے! (ذرا سوچو اور غور کرو کہ) حضرت آدم تو محض ایک لغزش کی وجہ سے جنت سے نکال دیے گئے اور تم محض ایک سال میں سات سو بیس گناہوں کا اِرتکاب کر کے جنت میں جانے کے آرزومند ہو۔

بزبانِ شعر ؎

تصل الذنوب إلى الذنوب و ترتجي
درک الجنان بها و فوز العابد

و نسيت أن الله أخرج آدم
منها إلى الدنيا بذنب واحد

یعنی (کیا عجیب بات ہے کہ) گناہوں پر گناہ کیے چلے جا رہے ہو، اور اپنے اندر جنتیں حاصل کرنے اور عابدانِ شب زندہ دار کی سی کامیابی پانے کی حسرت

وآرزو پالے ہوئے ہو۔

کیا تمھیں یہ بات یاد نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے محض ایک لغزش کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دیا تھا۔

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوئے تو آپ کے کچھ دوست عیادت کے لیے پہنچے، اور پوچھا :

ما تشتكي؟ قال: ذنوبي، قال: ما تشتهي؟ قال: الجنة، قال؛ أ ندعو لک طبيبا؟ قال: الطبيب أمرضني .

یعنی کس چیز کی شکایت ہے؟ فرمایا: اپنے گناہوں کی۔ پوچھا: (ایسے عالم میں) کس چیز کی خواہش ہے؟ فرمایا: جنت کی۔ پوچھا: کیا آپ کے لیے کوئی طبیب بلا دیں؟ فرمایا: اسی طبیب کی وجہ سے تو آج یہ حال ہوا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی جوان مریض کے پاس پہنچے اور پوچھا :

كيف حالک؟ فقال: يا رسول اللّٰه، أرجو اللّٰه تعالىٰ و أخاف ذنوبي، فقال عليه الصلوٰة و السلام: لا يجتمعان في قلب واحد إلا أعطاه اللّٰه ما يرجو و آمنه بما يخاف .

یعنی کیا حال ہے تمہارا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی رحمتوں کا آرزومند ہوں اور اپنے گناہوں کا خوف بھی لاحق ہے۔ آپ نے فرمایا: (خوف ورجا) یہ دونوں چیزیں کسی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں؛ ہاں! اللہ سبحانہ وتعالیٰ (کی یہ شانِ کرم ہے کہ وہ) پرامید کو اپنی رحمتیں عطا فرماتا ہے اور خوف وخشیت رکھنے والوں کو (عذاب وسزا سے) حفظ وامان بھی بخشتا ہے۔

حضرت حسان بن ابو سنان سے ان کی حالت مرض میں دریافت کیا گیا :

كيف تجدک؟ قال: بخير إن نجوت من النار .

یعنی آپ خود کو کس حال میں پاتے ہیں؟ فرمایا: اگر آتش جہنم سے نجات مل گئی، تو بخیر ہوں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من أحب الجنة انقطع عن الشهوات، ومن خاف النار انصرف عن السيئات.

یعنی جنت کے آرزومندوں کو چاہیے کہ وہ خود کو شہوتوں (کی آگ) سے دور رکھیں۔ اور جہنم سے ڈرنے والوں کو چاہیے کہ وہ برائیوں سے اپنا دامن بچائے رکھیں۔

بزبانِ شعر ؎

إن فؤادي قد امتلا ☆ بصنوف من البلا
عذلوه فما ارعوى ☆ و نهوه فما انتهى
ليت شعري إلى متى ☆ يتمادى على العمى
ليت شعري إلى متى ☆ يتمادى على الهوى

یعنی میرے دِل کے چاروں کونے گونا گوں قسم کی آفت و بلا سے بھرے پڑے ہیں۔

کوشش تو بہت کی کہ اسے ان سے دور رکھیں مگر میری ایک نہ چلی اور اسے ان سے روکنے کی بہت جتن کی مگر وہ باز نہیں آیا۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کب تک (گناہوں کے) ان اندھیروں میں ٹامک ٹوہیاں مارتا رہے گا۔

کاش مجھے پتا چل جاتا کہ وہ کب تک اور ہوا و ہوس (کے پیالوں میں) منہ مارتا رہے گا۔

قیامت کی پیشی کا ہوش رُبا منظر

کسی مردِ درویش کا بیان ہے کہ میں نے ایک عابد وزاہد شخص کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا :

مما بکاؤک؟ فقال: روعة وجدها الخائفون في قلوبهم، فقلت له: و ما الروعة؟ قال: روعة النداء بالعرض على اللّٰه تعالیٰ .

یعنی کیوں آہ و زاری کررہے ہو؟ کہا: اس ڈر کی وجہ سے جو خشیت الٰہی سے لبریز دلوں میں ہنگامہ برپا کیے ہوئے ہے۔ میں نے پوچھا: تم کس ڈر کی بات کررہے ہو؟ کہا: اس ڈر کی جب کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی کی آواز لگائی جائے گی۔

حضرت عثمان بن ابراہیم رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

حضرنا حکم الأقداد و قاضیکم الجبار، و المأوی إلی الجنة أو النار .

یعنی سلطنت واقتدار والے کا حکم ہم تک پہنچ چکا ہے، اب جبار وقہار تمہارے درمیان فیصلہ کرنے ہی والا ہے، پھر اس کے بعد جنت یا جہنم تمہارا ٹھکانہ بنے گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جبرئیل امین علیہ السلام رنگ بدلے ہوئے حضور صادق وامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں خلافِ معمول حاضر ہوئے کیوں کہ ایسے وقت میں ان کا کبھی نہیں آنا ہوا تھا، اور عرض کیا :

یا حبیبي یا محمد، هٰذه الساعة التي أمر اللّٰه تعالیٰ فیها بمنافخ النار، و لا ینبغي لمن یعلم أن جهنم حق، و أن عذاب اللّٰه أکبر أن تقر له عین خوفا منها ، فقال صلی اللّٰه علیه وسلم :

يا أخي يا جبريل، صفها لي، قال: يا أخي يا محمد، أوقد عليها ألف عام حتى ابيضت، و ألف عام حتى احمرت، و ألف عام حتى اسودت، فهي سوداء مظلمة، لا يخمد حرها و لا يطفأ لهيبها، حرها شديد و قعرها بعيد، و كرابها مديد، لها سبعة أبواب، بين كل بابين مسيرة سبعين سنة، كل باب منها أشد حراً من الآخر، و أبوابها هي مقزوجة مفتوحة، سماء قاله رضوان مقزوجة إلى أسفل، يساق أعداء اللّٰه إليها، فإذا انتهوا إلى أول الأبواب تلقتهم الزبانية بالسلاسل، فتضع السلسلة في صدره و تخرج من بين كتفيه، و يقرن كل كافر مع شيطان، و يسحب على وجهه و يضرب بمقامع الحديد.

(كلما أرادوا أن يخرجوا منها أعيدوا فيها)

فقال النبي صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم: يا أخي جبريل، ما سكان هٰذه الأبواب؟ فقال: أما الباب الأسفل ففيه المنافقون و اسمه الهاوية، و الثاني: فيه المشركون و اسمه الجحيم، والثالث: فيه الصابئون و اسمه سقر، و الرابع: فيه المجوس و اسمه لظى، الخامس: فيه اليهود و اسمه الحطمة، و السادس: فيه النصارىٰ و اسمه السعير، ثم أمسک جبريل عن السابع، فقال عليه الصلوٰة و السلام: مالک لا تخبرني عن السابع؟ فقال: يا حبيبي، لأهل الكبائر من أمتک الذين ماتوا و لم يتوبوا.

فخر صلى اللّٰه عليه وسلم مغشيا عليه، فلما أفاق، قال: يا جبريل، عظمت مصيبي و اشتد حزني، أو يدخل أحد من أمتي النار؟ فقال: يا محمد، تسوقهم الملائكة إلى النار و لا تسود وجههم، و لا تزرق أعينهم، و لا يختم على أفواههم، و لا يقرن

معهم أحد من الشياطين، و لا يوضع عليهم شيىء من السلاسل و الأغلال .

قال: يا أخي يا جبريل، و كيف تقودهم الملائكة؟ قال: يا محمد، أما الرجال فباللحاء أو النواصي، و أما النساء فبالذوائب و النواصي، فكم من شيبة تنادي وا شيبتاه، و كم من امرأة تنادي و فضيحتاه، حتى ينتهوا بهم إلى مالک، فيقول مالک للملائكة: من هؤلاء فيقولون: هؤلاء من أمة محمد صلى اللّٰه عليه وسلم، فيقول لهم مالک: أ ما لكم في القرآن زاجرا عن المعاصي؟ فيقولون له: دعنا نبكي على أنفسنا، فيأذن اللّٰه لهم فيبكون الدماء، فيقول لهم مالک: ما أحسن هٰذا البكاء لو كان في الدنيا من خشية اللّٰه تعالىٰ لما مستكم النار .

ثم يقول مالک للزبانية: ألقوهم في النار، فإذا ألقوا فيها نادوا: لا إلٰه إلا اللّٰه، فترجع النار عنهم، فيقول مالک: يا نار خذيهم، فمنهم من تأخذه إلى قدمه، و منهم من تأخذه إلى ركبتيه، و منهم من تأخذه إلى صدره، و منهم من تأخذه إلى لحيته، فإذا أنفذ اللّٰه حكمه فيهم نادوا: يا حنان يا منان يا ذا الجلال و الإكرام، لا إلٰه إلا أنت .

فيأمر اللّٰه تعالىٰ جبريل أن يحدث النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: ان العصاة من أمتک يعذبون: قال: فيأتي جبريل عليه السلام، فيخبره، فيخر ساجداً للّٰه عزوجل، فيقول اللّٰه تعالىٰ: يا أحمد، ارفع رأسک و اشفع تشفع، فيقول: الأشقياء من أمتي أنفذت . حكمک فيهم، فشفعني فيهم، فيقول اللّٰه تعالىٰ: قد شفعتک فيهم .

فيأتي النبي صلى اللّٰه عليه وسلم إلى مالک فيقول: يا مالک، ما حال أمتي الأشقياء؟ فيقول: في أسوأ الأحوال، قال: فيأمره النبي صلى اللّٰه عليه وسلم بفتح الباب، فيفتحه فإذا نظروا إلى النبي صلى اللّٰه عليه وسلم صاحوا بأجمعهم: يا سيدنا رسول اللّٰه، النار أحرقت جلودنا و أكبادنا، فيخرجون فحماً أسود، فينطلق بهم إلى نهر على باب الجنة فيغتسلون منه، فيخرجون منه بوجوه كالأقمار، مكتوب على جباههم هؤلاء الجهنميون عتقاء اللّٰه من النار، قال: فعند ذلک تقول الكفار: يا ليتنا كنا من عصاة المسلمين.

یعنی اے میرے محبوب محمد عربی! یہی وہ گھڑی ہے جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دہکانے کا حکم دیا تھا؛ لہٰذا جسے بھی جہنم کے حق ہونے اور عذاب الٰہی کے بڑے دردناک ہونے پر یقین ہو' چاہیے کہ اس کے خوف سے اس کی آنکھیں بے قابو و بے اختیار ہوکر برس پڑیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے بھائی جبرئیل! ذرا اُس کی صفت تو بیان کر۔ عرض کیا: اے محمد عربی! اسے ہزار سال دہکایا گیا تو سفید اور ہزار سال اور دہکایا گیا تو سرخ اور ہزار سال مزید دہکایا گیا تو سیاہ ہوگئی، اس وقت وہ گھٹا ٹوپ اندھیرے کی مانند بالکل ہی سیاہ ہے، نہ اس کی تپش کچھ کم ہوتی ہے اور نہ اس کے شعلے بجھنے کو آتے ہیں، اس کی گرمی بلا کی ہے اور اس کی گہرائی بے انتہا ہے۔ اس کے بہاؤ کی جگہیں کافی وسیع و عریض ہیں۔ اس کے سات دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے کی دوری ستر سال کی مسافت کے برابر ہے۔ ان میں سے ہر دروازہ' دوسرے سے کہیں زیادہ تپش آفریں ہے۔ اس کے دروازے کے پٹ ہمیشہ کھلے رہتے ہیں جس سے اللہ کے دشمنوں کو لے جایا جاتا ہے۔ جیسے ہی وہ پہلے دروازے تک پہنچتے ہیں، داروغہ ہاے جہنم انھیں کچھ اس طرح زنجیروں میں جکڑتے ہیں کہ زنجیر کو ان کے سینوں میں سے

ڈال کر پیچھے ان کے مونڈوں کے درمیان سے نکال لیتے ہیں، اور ہر کافر کو شیطان کے ساتھ ملا کر انھیں چہرے کے بل گھسیٹا جاتا ہے اور لوہے کے گرزوں سے انھیں مار پڑتی ہے۔

(جب بھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے انھیں پھر اسی میں لوٹا دیا جائے گا)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بھائی جبرئیل: ذرا ان دروازوں کے اندر رہائش پذیر لوگوں کے بارے میں بھی بتا؟ کہا: جہنم کا سب سے نچلا دروازہ جس میں کہ منافقین ہوں گے اس کا نام ”**ھاویہ**“ ہے۔ دوسرا دروازہ جس میں کہ مشرکین ہوں گے اسے ”**جحیم**“ کہا جاتا ہے۔ تیسرا دروازہ جس میں ستارہ پرست ہوں گے اسے ”**سقر**“ کہا جاتا ہے۔ چوتھا دروازہ جس میں مجوسی ہوں گے اسے ”**لظی**“ کہا جاتا ہے، پانچواں دروازہ جس میں یہود ہوں گے اسے ”**حطمہ**“ کہا جاتا ہے، چھٹا دروازہ جس میں نصرانی ہوں گے اس کا نام ”**سعیر**“ ہے۔

ساتویں دروازے کے وقت حضرت جبرئیل کی زبان رک گئی تو آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: جبرئیل! ساتویں دروازے کے بارے میں کیوں نہیں بتاتے؟ کہا: میرے محبوب! وہ آپ کی امت میں سے ان گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لیے ہوگا جنھیں مرتے وقت ان سے توبہ نصیب نہ ہوئی۔

اتنا سننا تھا کہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ہوش ہوکر گر پڑے، جب افاقہ ہوا تو فرمایا: اے جبرئیل! میری بے کلی بڑھتی جارہی ہے اور حزن و ملال شدت اختیار کرتے جارہے ہیں۔ یہ بتاؤ کیا میری امت کا کوئی فرد بھی جہنم میں ڈالا جائے گا؟ کہا: اے محمد عربی! فرشتے انھیں بھی جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے لیکن ان کے چہرے سیاہ نہ ہوں گے، نہ ان کی آنکھیں نیل گوں ہوں گی، نہ ان کے منہ پر مہر لگی ہوگی، نہ کوئی شیطان ان کے ساتھ ہوگا، اور نہ ہی کوئی

زنجیروں اور طوقوں میں جکڑا ہوگا۔

فرمایا: بھائی جبرئیل! فرشتے انھیں کس طرح ہانکیں گے؟ کہا: اے محمد عربی! مردوں کو ان کی داڑھی اور پیشانی کے بال، جب کہ عورتوں کو ان کے زیورات اور پیشانی کے بال پکڑ کے گھسیٹیں گے۔ کتنے بوڑھے چلا اٹھیں گے ہاے میرا بڑھاپا! اور کتنی عورتیں چیخ اٹھیں گی ہاے رسوائی! اس طرح وہ انھیں لے کر (داروغہ جہنم) مالک کے پاس پہنچیں گے۔ مالک‘ فرشتوں سے پوچھے گا: یہ کون لوگ ہیں؟ وہ کہیں گے: امت محمدیہ کے اَفراد ہیں۔ اب مالک ان سے مخاطب ہوکر پوچھے گا: کیا قرآن میں (تمھیں کوئی ایسی آیت نہ ملی جو کہ) تمھیں گناہوں پر تنبیہ کرتی؟ وہ کہیں گے: ذرا مہلت دیں کہ آج ہم اپنے اوپر (جی بھر کے) ماتم وبکا کرلیں، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں اذن ملے گا اور وہ خون کے آنسو رونا شروع کردیں گے۔ یہ دیکھ کر مالک کہے گا: واہ! کیا خوب گریہ وبکا کررہے ہو تم۔ کاش! خشیت الٰہی سے یہی گریہ وبکار اور آہ وزاری تم دنیا کے اندر کیے ہوتے تو آگ تمھیں آج چھو بھی نہیں سکتی تھی۔

پھر مالک‘ جہنم کے سپاہیوں سے کہے گا: انھیں لے جاکر جہنم میں ڈال دو۔ خود کو آگ میں پڑتے ہوئے دیکھ کر یہ پکار اٹھیں گے: لا الٰہ الا اللہ۔ یہ سن کر آگ ان سے دور ہٹ جائے گی۔ مالک کہے گا: اے آگ! انھیں اپنی لپیٹ میں لے لے، تو اب وہ آگ کسی کے قدم، کسی کے گھٹنے، کسی کے سینے، اور کسی کے داڑھ تک پہنچ جائے گی، جب ان پر حکم الٰہی کا نفاذ ہوجائے گا تو وہ پھر ایک بار آواز لگائیں گے: اے حنان ومنان اور اے ذوالجلال والاکرام! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اب اللہ تعالیٰ جبرئیل سے کہے گا کہ جاؤ اور نبی مکرم کو جاکر بتادو کہ آپ کے گنہ گار اُمتی عذاب میں گرفتار ہیں۔ حضرت جبرئیل جب آکر خبر دیں گے تو آقا علیہ السلام سنتے ہی سجدے میں گر جائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے احمد! اپنے

سر کو اُٹھایئے، اور لب شفاعت کھولیے، آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی تو آپ فرمائیں گے: میرے سیہ کارانِ امت پر تیرے (عذاب کا) حکم نافذ ہو چکا ہے، میں تجھ سے انہی کی شفاعت کا طلب گار ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے ان کے حق میں آپ کی شفاعت قبول کی۔

اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک کے پاس آکر پوچھیں گے: اے مالک! میرے گنہ گارانِ امت کس حال میں ہیں؟ عرض کرے گا: بہت ہی برے حال میں۔ چنانچہ آپ اسے دروازہ کھولنے کو کہیں گے، وہ کھول دے گا۔ جیسے ہی ان کی نظریں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑیں گی، وہ بیک آواز ہوکر چیخ پڑیں گے: یا سیدنا یا رسول اللہ! آتش جہنم نے چمڑوں سمیت ہمارے جگر تک جلا ڈالے ہیں، تو وہ اس کے اندر سے سیاہ کوئلے کی طرح باہر نکلیں گے، پھر انھیں دروازۂ بہشت پر واقع ایک نہر کے پاس لے جایا جائے گا جہاں وہ غسل کریں گے، جب اس سے نکلیں گے تو ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہے ہوں گے اور ان کی پیشانیوں پر تحریر ہوگا کہ یہ لوگ' جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ وقت ہوگا جب کفار بے تابابہ بول اُٹھیں گے: کاش ہم بھی گنہ گار مسلمانوں میں سے ہوتے!۔

اہل ایمان جنت میں کس طرح جائیں گے!

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

فإذا انتهوا إلى باب الجنة، إذا هم بشجرة من تحتها عينان، فيشربون من أحدهما فلا يبقى في بطونهم شيء و لا قذر إلا خرج، و يغتسلون من الأخرى، فلا يبقى شيء مما يكرهون، ثم يقال: (سَلاَمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ) (سورۂ زمر: ۳۹/۷۳)

ثم يؤتون بحلل من الياقوت مكللة بالدر و الجواهر، فيلبس كل واحد منهم حلتين، لو أن حلة أشرفت لأهل الأرض لذهلوا عن عقولهم .

ثم يأمر اللّٰه بإذهابهم إلي قصورهم، فإذا دخلوها استقبلتهم الحور العين، كل حوراء عليها سبعون حلة، كل حلة لا تشبه الأخرى، ينظر إلى مخها من داخل فمها، و إلى كبدها من تحت صدرها .

یعنی جب اہل ایمان دروازۂ بہشت کے پاس پہنچیں گے، تو وہاں ایک درخت ہوگا جس کے نیچے دو چشمے رواں ہوں گے، جب ان میں ایک سے پئیں گے تو ان کے شکم میں جو کچھ بھی پلیدی وغیرہ ہوگی باہر نکل آئے گی، اور دوسرے میں نہائیں گے تو ان کی جملہ ناپسند چیزیں زائل ہو جائیں گی۔ پھر ان سے کہا جائے گا: ’’تم پر سلام ہو، تم خوش وخرم رہو سو ہمیشہ رہنے کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ‘‘۔

پھر انھیں موتی و جواہرات جڑے یاقوت کے جوڑے عطا کیے جائیں گے، ان میں سے ہر ایک دو دو جوڑے پہنے گا، اگر وہ جوڑا زمین والوں کو دِکھا دیا جائے تو ان کے اوسان خطا کر جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا کہ انھیں ان کے محلوں میں لے جاؤ۔ جب یہ محل میں داخل ہوں گے تو حورِعین آگے بڑھ کر انھیں خوش آمدید کہیں گی۔ ہر حور نے گوناگوں قسم کے ستر ستر ریشمی جوڑے زیب تن کر رکھے ہوں گے، (اور لطافت ونظافت کا یہ عالم ہوگا کہ) اُن کے اندرونِ منہ سے ان کے دماغ کا، اور جگر سے سینے کے نیچے کا سارا جمالِ جہاں آرا صاف آشکارا ہوگا۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

خلق اللّٰه تعالیٰ آدم، و كتب بيده، و غرس الجنة بيده، ثم قال

لها تكلمي، فقالت: (قَدْ أَفْلَحَ المُؤمِنُونَ) .

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مرحلہ تخلیق سے گزارنے کے بعد ان کے ہاتھوں سے لکھوایا، ان سے جنت کے پودے لگوائے، پھر ان سے کہا بولو تو یوں گویا ہوا: ’’اہل ایمان کامیاب ہو گئے‘‘

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ليس أحد في الجنة إلا و في يده ثلاثة أسورة، واحد من ذهب، و الثانية من فضة و الثالثة من لؤلؤ .

یعنی جنت میں ایسا کوئی شخص نہیں ہو گا جس نے کہ تین کنگن نہ پہن رکھے ہوں، ان میں سے ایک تو سونے کا، دوسرا چاندی کا اور تیسرا موتی کا۔

ارشادِ خداوندی ہے:

(وَ لِبَاسُهُم فِيهَا حَرِيرٌ) (سورۂ حج: ۲۳/۲۲)

یعنی اور وہاں ان کا لباس ریشم ہو گا۔

اس کی تفسیر یوں بیان کی جاتی ہے کہ (جنت کے اندر) کاشانۂ مومن میں انمول قسم کی موتیاں بکھری پڑی ہوں گی، اور گھر کے آنگن میں ایک ایسا درخت ہو گا جس سے ریشمی جوڑے اُگیں گے۔ اور ایک ادنیٰ جنتی کی تحویل میں کوئی ہزار حوریں ہوں گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الطير في الجنة كالبخت .

یعنی جنت کے پرندے خراسانی اونٹوں کی مانند ہوں گے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

(وَ مَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ) (سورۂ توبہ: ۷۲/۹)

ترجمہ: اور ایسے پاکیزہ مکانات کا بھی (وعدہ فرمایا ہے) جو جنت کے خاص

مقام پر سدا بہار باغات میں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

في الجنة قصر من لؤلؤ طوله فرسخ، و عرضه فرسخ، و في الجنة ما لا رأت عين، و لا أذن سمعت، و لا خطر على قلب بشر، و إذا اشتهى أن يأكل من ثمر شجرة، فتأتي إليه فيأكل منها، ثم ترجع مكانها، هٰذا كله للمتقين الذين يجتنبون شرب الخمر و الفواحش .

یعنی جنت میں موتیوں کے بنے محلات ہوں گے جن کی لمبائی ایک فرسخ (قریباً آٹھ کلومیٹر)، اور یوں ہی چوڑائی بھی ایک فرسخ ہوگی۔ اور جنت میں وہ کچھ ہوگا جسے نہ تو کسی آنکھ نے کبھی دیکھا ہوگا، نہ کسی کان نے کبھی سنا ہوگا، اور نہ ہی کبھی کسی انسان کے دل پر اس کا خیال گزرا ہوگا۔ اور جب اسے جنت کے پھلوں سے کچھ کھانے کی خواہش ہوگی تو درخت خود ہی چل کر اس کے پاس آجائیں گے، جب وہ کھالے گا تو وہ درخت پھر اپنی جگہ پلٹ کر چلا جائے گا۔ یہ سب کچھ ان نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لیے ہوگا جن کا دامن بے حیائیوں اور شراب نوشی کی نحوست سے آلودہ نہ ہوا ہوگا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

إذا شرب العبد الخمر مرة إسود قلبه، و إذا شربه مرة ثانية تبرأت منه الحفظة وإذا شربه مرة ثالثة تبرأ منه الجبار.

یعنی جب کوئی شخص پہلی بار شراب پیتا ہے تو اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دوسری بار پیتا ہے تو اس کی نگہبانی کرنے والے فرشتے اس سے روٹھ کر چلے جاتے ہیں اور جب تیسری بار پی لیتا ہے تو خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے اپنی براءت کا اعلان کر دیتا ہے۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

لقد أمهلكم كأنه أهملكم، و سر كأنه غفر .

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی مہلت دے دی گویا (تم سمجھنے لگے کہ) اس نے تمہیں بالکل چھوڑ ہی دیا ہے۔ اوراس نے ایسی خاموشی اپنالی جس سے تم سمجھنے لگے کہ جیسے کہ اس نے تمہیں بالکل معاف ہی دیا ہے۔

گناہ کیسے دُھلتے ہیں اور جنت کیسے ملتی ہے!

مصطفٰے جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن اللّٰه يبسط يد التوبة لمسيىء النهار إلى غروب الشمس، و لمسيىء الليل إلى طلوع الفجر .

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ دن کے اُجالے میں گناہ کرنے والے کی توبہ کوغروب آفتاب تک، اوررات کی تاریکیوں میں مرتکب گناہ ہونے والے کی توبہ کوطلوعِ فجر تک ڈھیل دیے رہتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، بشر الخائفين، و حذر الصديقين، فقال: داؤد، و كيف ذالک؟ فقال اللّٰه تعالىٰ: يا داؤد، قل للخائفين أن لا تقنطوا و قل للصديقين لا تعجبوا .

یعنی اے داؤد! خوفِ خدا سے معمور سینوں کو بشارت سنادو، اورارباب صدق وصفا کو تنبیہ کردو۔ حضرت داؤد پوچھتے ہیں: مولا! یہ کیسے ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے داؤد! خوفِ خدا سے سہمے سہمے رہنے والوں سے کہہ دو کہ (اللہ کی رحمت سے) نا اُمید مت ہونا۔ اوراہل صدق وصفا سے کہہ دو کہ (اپنی نیکیوں پر) اِترانے مت لگنا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

من أصبح باراً راضيا لوالديه أصبح له بابان مفتوحان إلى الجنة، و من أصبح مسخطاً لوالديه أصبح له بابان مفتوحان إلى النار .

یعنی جو خوش نصیب اپنے والدین کی اطاعت ورضا میں صبح کرے، تو جنت تک پہنچانے والے دو دروازے اس کے لیے وا ہو جاتے ہیں۔ اور جو بدبخت اس حال میں صبح کرے کہ اس کے والدین اس سے ناراض ہوں تو جہنم تک لے جانے والے دو دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے :

يتعلق الفقير بجاره الغني يوم القيامة، فيقول: يا رب، سل هٰذا الغني لم منعني معروفه سد عني بابه .

یعنی بروزِ قیامت غریب آدمی اپنے دولت مند پڑوسی کے گلے کا ہار بن کر لٹک جائے گا اور عرض کرے گا: اے پروردگار! اس مالدار سے پوچھ کہ اس نے مجھ پر اپنی دولت کا دروازہ بند کر کے اپنے اوپر نیکیوں کا دروازہ کیوں بند کر لیا تھا۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

كم من فضيحة في القيامة، يا له من يوم ليس كالأيام .

یعنی بازارِ قیامت میں کتنی رسوائیوں کا سامنا ہوگا۔ ہائے اس دن کیا ہوگا جو دن کہ عام دنوں کا سا بھی نہ ہوگا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا اِرشاد ہے :

(وَ إِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلىٰ حِمْلِهَا لاَ يَحْمِلُ مِنْهُ شَيیءٌ وَ لَو كَانَ ذَا قُرْبىٰ) (سورۂ فاطر: ۱۸/۳۵)

ترجمہ: اورکوئی بوجھ میں دَبا ہوا (دوسرے کو) اپنا بوجھ بٹانے کے لیے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی بوجھ نہ اُٹھایا جاسکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔

(اس کی تفسیر میں بیان کیا جاتا ہے کہ) وہ ماں ہوگی جو بیٹے کو اَپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر بےقراری کے عالم میں پکار اُٹھے گی کہ اے بیٹے! کیا کبھی میرا پیٹ تیری جائے پناہ نہ تھا؟ عرض کرے گا: امی جان! (آپ کی بات بجا ہے) لیکن مجھے آج خود اپنی جان کی پڑی ہے۔

حضرت حبیب عجمی اپنی دعا میں کہا کرتے تھے :

إلٰهي، في الدنيا هموم و غموم، و في الآخرة الحساب و العقاب .

یعنی اے پروردگار! دنیا میں اضطراب وغم اور آخرت میں حساب وعقاب (کے جھمیلوں سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ)

بزبانِ شعر :

جسمي علما مبرد ليس يقوى ☆ و لا على النار و الحرارة
و كيف على سعير ☆ و قودها الناس و الحجارة

یعنی میرا جسم یقینی طور پر بہت ہی نازک ہے اس میں نام کو بھی طاقت وقوت نہیں، گرمی وآگ کو وہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔

پھر وہ اس آتش جہنم کو کیسے برداشت کرسکے گا جس کا ایندھن کہ انسان اور پتھر ہیں۔

جہنمیوں کے احوال

ارشادِ ربانی ہے :

(لَيسَ لَهُمْ طَعَامٌ إلَّا مِن ضَرِيعٍ لَّا يُسْمِنُ وَ لا يُغنِي مِنْ جُوع)

(سورۂ غاشیہ:۸۸/۶،۷)

ترجمہ: ان کے لیے خاردار خشک زہریلی جھاڑیوں کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا۔ (یہ کھانا) نہ فربہ کرے گا اور نہ بھوک ہی دور کرے گا۔

-اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے-

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

(وَ هُمْ فِيهَا كَالِحُونَ) (سورہ المومنون:۲۳/۱۰۴)

ترجمہ: اور وہ اس میں دانت نکلے بگڑے ہوئے منہ کے ساتھ پڑے ہوں گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

الشفة العالية ساقطة على السفلىٰ .

یعنی ان کا بالائی ہونٹ نچلے پر گرا ہوا ہوگا۔

ارشادِ خداوندی ہے :

(زِدْنَاهُمْ عَذَاباً فَوقَ العَذَابِ) (سورۂ نحل:۱۶/۸۸)

ترجمہ: ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ ہم ایسے بچھوؤں کو اُن پر مسلط کردیں گے کہ جن کے کان لمبے کھجور کے درخت کی مانند ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

(إنَّ لَدَينَا أنْكَالاً) (سورۂ مزمل:۷۳/۱۲)

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی بیڑیاں ہیں جو کبھی ٹوٹنے کا نام تک نہ لیں گی۔

بزبانِ شعر ؎

حطب النار شباب ☆ و شیوخ و کھول
و نساء عاصیات ☆ طال منھم العویل

یعنی جوان ادھیڑ بوڑھے سبھی آتش جہنم کے لیے لکڑی کا کام دیں گے، یوں ہی گنہ گار عورتیں بھی۔ اور یہ سب کے سب اس کے اندر مدتوں چیخیں اور چلائیں گے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

(یَـومَ تُبَـدَّلُ الأَرْضُ غَیـرَ الأَرْضِ وَ السَّـمٰـوَاتُ) (سورۂ ابراہیم: ۱۴/۴۸)

ترجمہ: جس دن (یہ) زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور جملہ آسمان بھی بدل دیے جائیں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا :

کیف یکون الناس في ذلک الیوم؟ قال: یکونون علی أرض بیضاء لم یعمل علیها دنس، فإذا زفرت جهنم و فارت، تعلقت الملائکة بالعرش، و کل ملک ینادي: نفسي لا أملک غیرها، و تکون الجبال کالعهن المنفوش من حرق جهنم، ثم تنقاد جهنم یوم القیامة بسبعین ألف زمام، علی کل زمام سبعون ألف ملک، حتی تقف بین یدي اللّٰه عزوجل، فیقول لها جل جلاله: تکلمي، فتقول: لا إله إلا اللّٰه، و عزتک لأنتقمن الیوم ممن أکل رزقک و عبد غیرک .

فقال النبي صلى الله عليه وسلم : الحمد لله الذي ألهم أمتي الشهادة .

یعنی اس دن لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ کہا: ایک بے غبار صاف وسفید زمین پر ہوں گے۔ اور جب جہنم دہکائی جاتی ہے اور پورے طور پر لہک اٹھتی ہے تو فرشتے عرش سے چپک جاتے ہیں اور ہر فرشتہ پکار اٹھتا ہے: آج مجھے صرف اپنی پڑی ہے، کسی اور کے لیے میں کچھ نہیں کرسکتا۔ اور تپش جہنم کی وجہ سے پہاڑ رنگ برنگ دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوجاتے ہیں۔ پھر جہنم قیامت کے دن ستر ہزار ہزار لگاموں سے حملے کرے گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آکر وہ رک جائے گی۔ اللہ جل مجدہ اس سے فرمائے گا: بول۔ تو وہ یوں گویا ہوگی: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مولا تیری عزت کی قسم! آج میں صرف اسی سے انتقام لوں گی جو رزق تو تیرا کھاتا تھا مگر پرستش کسی اور کی کرتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ جل مجدہ کے لیے ہیں جس نے میری اُمت کو کلمہ شہادت عطا فرمایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

يا داؤد، أ تدري أي المومنين أحب إلى الله و أطول حياة؟ هو من إذا قال لا إله إلا الله اقشعر جلده .

یعنی اے داؤد! تجھے پتا ہے کہ کون سا مومن اللہ کی نگاہ میں زیادہ محبوب ہے اور عمر دراز پاتا ہے۔ فرمایا: (صحیح معنوں میں مومن) وہ ہے کہ جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن كلمة لا اله إلا الله من قالها مخلصاً حجبته عن المعاصي .

یعنی جس نے بھی اخلاصِ قلب کے ساتھ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو پڑھ لیا تو وہ اس

کے لیے گناہوں سے آڑ بن جائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک پادری نے اپنے گرجا گھر کے اندر عرصہ دراز تک انفرادی زندگی گزاری۔ صرف بادشاہِ وقت روزانہ صبح وشام اس کی زیارت کو آیا کرتا تھا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم کے دروازے اس پر وا فرمادیے تھے اور وہ اس کے اندر من چاہی چیزیں کھایا کرتا تھا، جب پیاس کا اِحساس ہوتا اپنے ہاتھ دراز کرتا وہ پانی سے تر ہوجاتے جس سے وہ اپنی تشنگی بجھالیا کرتا تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ حسن وجمال میں نہائی ہوئی کوئی دوشیزہ اس کے پاس آئی اور باہر سے آواز دیتی ہے: یاسیدی! میں آپ کو معبود کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ مجھے اپنے پاس رات گزارنے کی مہلت دے دیجیے ورنہ میری جان خطرے میں ہے۔ گھر بھی نہیں جاسکتی کہ یہاں سے کافی دور ہے۔ اس کی مجبوری سن کر پادری نے کہا: ٹھیک ہے، اوپر چڑھ آؤ۔

جب وہ پادری کے پاس پہنچی، تو اپنے سارے کپڑے اُتار کر بالکل ننگی ہوگئی۔ پادری نے اس کی یہ حرکت دیکھ کر اپنا چہرہ موندتے ہوئے کہا: تیرا خانہ خراب! تو ننگی کیوں ہوگئی؟۔

عرض کیا: قسم بخدا! آج کی رات میں آپ سے اپنی جوانی کی پیاس بجھانا چاہتی ہوں۔

پادری نے اس کی بکواس سن کر جی میں سوچا کہ اسے کیا ہوگیا ہے؟ پھر اس سے کہا: کچھ تو اللہ کا خوف کر، اور آخرت کے عذاب سے ڈر۔ مجھے تم پر اُس آتش جہنم کا سوچ کر بہت ترس آرہا ہے کہ جس کو کوئی بجھا نہیں سکتا، اور اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا، پھر اللہ کا جو غضب ہم پر ہوگا وہ اس پر مستزاد ہے، اور (اتنا جان لو کہ) ایسا کرنے

کے بعد وہ ہم سے پھر کبھی راضی نہ ہوگا۔

کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ اب پادری کا نفس خود اُسے بدکاری پر اُکسانے لگا، پادری کہتا ہے: اے میرے نفس! ٹھیک ہے میں تجھے اِمتحاناً معمولی سی آگ میں ڈالتا ہوں اگر تم نے برداشت کرلیا تو تمھیں اس عورت سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت دے دوں گا۔ پھر وہ اُٹھا، چراغ میں تیل ڈالا، بتی کو موٹی کر دیا- عورت یہ سارا ماجرا دیکھ رہی تھی- پھر پادری نے اپنی انگلی چراغ میں ڈال دی، کسی آسمانی فرشتے نے آواز دی، ہاں اسے یوں ہی جلنے دو، تو اس نے اپنا انگوٹھا جلا دیا پھر انگشت شہادت بھی جلا ڈالی، اس طرح رفتہ رفتہ آگ اس کے ہاتھ تک پہنچ گئی۔

اب عورت سے رہا نہ گیا اور وہ چیخ اُٹھی، اور اس کی روح بھی پرواز کرگئی۔ اب پادری نے اسے اس کے کپڑوں سے ڈھانپ دیا، اور خود شکر مولا اَدا کرنے کے لیے مصلیٰ پر کھڑا ہوگیا، جب سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو گرجا گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوکر ابلیس لعین شہر والوں سے چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ (آؤ یہاں آکر دیکھو کہ پادری نے کیا گل کھلا رکھا ہے کہ) اُس نے فلاں عورت سے پہلے تو زنا کیا اور پھر اسے موت کے گھاٹ اُتار دیا جس کی نعش تاہنوز اس کے پاس مردہ پڑی ہے۔

بادشاہ ایک شاہی دستے کے ساتھ گرجا گھر کے سامنے آیا اور پادری سے گرجتے ہوئے پوچھا کہ فلاں عورت کہاں ہے؟ کہا: میرے پاس ہے۔ کہا: اس سے کہو چل کر نیچے آئے۔ کہا: وہ مری پڑی ہے۔ بادشاہ نے کہا: حیف ہے کہ پہلے تو تم نے اس کے ساتھ زنا کیا اور پھر اسے جان سے ہی مار ڈالا۔

شہر والوں نے گرجا کو ڈھا کر زمیں بوس کر دیا۔ پھر اس پادری کو جائے سزا پر لے کر پہنچے۔ اور اس وقت کا دستورِ سزا یہ تھا کہ زانی کو اس کی آستین سے باندھنے کے بعد اسے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا۔

پادری نے ان سے معاملے کی نوعیت کو بتایا بھی نہیں اور نہ وہ خود ہی قصے کی حقیقت کو سمجھ سکے تھے؛ لہٰذا آرے کو اس کے سر کے اوپر رکھ کر چلا دیا گیا جب وہ گردن تک پہنچا تو پادری سے آہ کی آواز نکلی، اللہ تعالیٰ نے فوراً حضرت جبرئیل کو بھیجا کہ جاکر اس سے کہہ دو: اگر اس نے دوبارہ آہ کی تو ہم اس آسمان کو ڈھا دیں گے اور اہل زمین کو خس وخاشاک کر ڈالیں گے۔ تم بس قدرت الٰہیہ کا نظارہ کرتے رہو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: پھر کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی روح لوٹا دی، وہ اُٹھ کھڑی ہوئی، اور کہا کہ یہ پادری مظلوم ہے، اس نے نہ تو میرے ساتھ زنا کیا اور نہ ہی میرے قتل کا مرتکب ہوا۔ پھر اس نے سارا قصہ سنا دیا اور پادری نے اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے کیا کچھ کیا وہ بھی بیان کر دیا۔ لہٰذا لوگوں نے جب اس کا ہاتھ نکال کر دیکھا تو وہ واقعی جلا ہوا تھا۔

لوگ معذرت خواہانہ انداز میں بول پڑے: اگر ہمیں حقیقت حال پہلے ہی معلوم ہوگئی ہوتی تو ہم کبھی ایسا نہ کرتے۔ یہ سن کر پادری کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور وہ عورت بھی گر کر وہیں مرگئی۔ پھر ان کے لیے قبریں کھودی گئیں اور انھیں دفن کر دیا گیا۔ اچانک ہاتف غیبی سے ایک آواز سنی گئی:

> إن اللّٰه تعالیٰ قد نصب لهما منبرا تحت العرش و أشهد ملائكته أني قد زوجته ألفا من الحرو العين، و هٰكذا أفعل بأهل المراقبة .

> یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے عرش تلے ان کے لیے منبر نصب کرایا اور ملائکہ کے جھرمٹ میں ایک ہزار حورِعین سے اس کی شادی رَچا دی۔ اور اللہ تعالیٰ اہل کشت ومراقبہ کے ساتھ یوں ہی فضل وکرم کا معاملہ فرماتا ہے۔

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بنی اسرائیل کے اندر ایک عابد وزاہد تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ کسی عورت نے بچہ جنا اور اسے اس عابد کی طرف منسوب

کر دیا۔ جب عابد نے پوچھا: یہ کہاں سے آیا؟ بولی: آپ سے۔

چنانچہ عابد نے بچے کولیا اور سارے عبادت گزارانِ بنی اسرائیل کے پاس چکر لگا کر کہا: اے میرے دوستو! جو کچھ آج میرے ساتھ ہوا میں تمھیں اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔ یہ میری اپنی ہی خطا ہے جسے اپنے کندھے لے کر میں مارا مارا پھر رہا ہوں؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی محض اس حرکت کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ کسی عورت کے بچہ جننے کا وقت جب قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس دو فرشتے بھیجے تاکہ بچے کو بآسانی شکم سے نکالا جا سکے، اب ایک فرشتہ اس کے دائیں سمت کھڑا ہوا اور دوسرا اس کے بائیں سمت۔ جب داہنا فرشتہ نکالنے کے لیے آگے بڑھتا تو وہ بائیں کی طرف ڈھلک کر چلا جاتا اور جب بایاں فرشتہ نکالنے کے لیے آگے بڑھتا تو وہ دائیں کی طرف ہٹ جاتا، اتنے میں وہ عورت شدت درد سے پھٹ پڑی، اور فرشتے ڈر سے گئے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگے:

> **یا ربنا ما قدرنا، قال: فعند ذلک یتجلی اللّٰہ تبارک و تعالیٰ، و یقول: عبدي، من أنا؟ فیقول له: أنت اللّٰہ و یسجد فعند ذلک یخرج في سجوده علی رأسه.**

> یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم سے تو یہ کام نہ ہوسکا۔ کہا جاتا ہے کہ پھر ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص تجلی فرمائی اور پوچھا: میرے بندے! بتا میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا: تو اللہ ہے اور پھر وہ سجدے میں گر پڑا؛ لہٰذا بایں طور وہ سجدے کی حالت میں اپنے سر کے بل (ماں کے پیٹ سے باہر) نکل آیا۔

روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ہر بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر کردیے ہیں جو اس کے اعمال کا ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ جب وہ مرتا ہے تو اس کے اوپر متعین فرشتے عرض کرتے ہیں: مولا! تجھے پتا ہے کہ یہ بندہ اب مر چکا ہے لہٰذا

پھرہمیں آسمانوں میں جاکرتسبیح وتقدیس کرنے کا اِذن عطا فرما۔ یہ سن کر اللہ عزوجل فرمائے گا: پوری سماوی کائنات فرشتوں سے بھری ہوئی ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں: مولا! پھرہم کہاں جائیں؟ تواللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اذهبا إلى قبر عبدي، قدساني و سبحاني واحمداني و كبراني و عظماني، و اكتبا ذلک لعبدي إلى يوم القيامة .

یعنی ایسا کروکہ تم میرے اس بندے کی قبر پر چلے جاؤاور وہیں بیٹھ کر میری تسبیح وتقدیس کے گن گایا کرو، میری حمدوثنا کی آوازیں بلند کیا کرو اور میری عظمت وکبریائی کے نغمے الاپا کرو،اور پھراس کا ثواب صبح قیامت تک کے لیے میرے اس بندے کے نام کرتے رہنا۔

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

يأمر اللّٰه الحافظين أن ارفقا بعبدي في كل سنة، حتى إذا بلغ الأربعين، قال: احفظا و خففا .

یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نگہبان فرشتوں کوحکم دیتا ہے کہ ہرسال میرے بندے کے ساتھ نرمی وملاطفت کا برتاؤ کیا کرو۔ پھر جب وہ چالیس برس کا ہوجائے، پھراس کے ساتھ خاص نگرانی وتخفیف کا معاملہ کرو۔

حضرت ابو سنان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھےکہ اب میری عمرکافی زیادہ ہوچکی ہے، ہڈیاں بھی کمزور ہوچکی ہیں،اورخصوصی حفاظت کے دستے مجھ پراُترچکے ہیں۔ اتنا کہہ کروہ خوب روتے حتیٰ کہ آپ پربے ہوشی طاری ہوجاتی۔

حضرت ابوعبیدہ الخواص رضی اللہ عنہ اپنی مناجات میں فرمایا کرتے تھے :

قد كبر سني، و ضعف جسمي، و وهن العظم مني فاعتقني، و أنشد يقول :

طال اشتياقي وطال في الرجا فكري
و الليل ماض و لم يقض به وطري

الله أعلم اني لا أحب بقا
في هٰذا الدار فانقلني إلى حضري

یعنی میری عمر بہت زیادہ ہوچکی ہے، جسم ناتوانی کا شکار ہے، اور ہڈیاں بالکل کمزور ہوچکی ہیں، لہٰذا (اے اللہ!) میری گردن کو آتش جہنم سے آزاد کردے۔ پھر یہ اشعار پڑھنا شروع کردیتے :

یعنی شوقِ ملاقات کی گھڑیاں طویل ہوتی جارہی ہیں اور رجا و امید کے تعلق سے میری سوچ کا دائرہ بھی درازتر ہوتا چلا جارہا ہے، رات بھی بیت گئی، مگر ابھی تک مجھے میرا مطلوب ہاتھ آتا دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے دل کے کسی کونے میں اس دنیا کے اندر جینے کی کوئی خواہش وتمنا باقی نہیں رہی ہے؛ لہٰذا اے پروردگار! مجھے اپنے حضور آنے کا کوئی وسیلہ پیدا فرمادے۔

حضرت احمد بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

عجبت لمن يعلم أن الجنة تزين فوقه، و النار تضرم تحته، كيف ينام بينهما .

یعنی مجھے اس شخص پر سخت حیرت ہوتی ہے جسے پتا ہے کہ جنت اس کے اوپر آراستہ وپیراستہ ہے، اور جہنم اس کے نیچے دہک رہی ہے۔ پھر آخر اسے ان دونوں کے بیچ میں نیند کیسے آتی ہے!۔

بزبانِ شعر ؎

يا كثير الرقاد و الغفلات ☆ كثرة النوم تورث الحسرات

إن في القبر إذ نزلت إليه ☆ لرقادا يطول بعد الممات
أ أمنت الثبات من ملک المو........تِ أم أنادي مناد بالبينات

یعنی اے غفلت و بے خبری کی نیند کے مزے لینے والے! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ زیادہ سونے سے حسرت وافسوس کے سوا کچھ نہیں ہاتھ لگتا۔

پس مرگ جب تمہیں قبر کے اندر اُتار دیا جائے گا اس وقت تم جتنی لمبی نیند چاہے کر لینا۔

کیا ملک الموت (کے آنے کی کیفیت ودہشت اور روح نکلنے کی تکلیف وغیرہ سے) تم نڈر اور مطمئن ہوگئے ہو، یا کسی ہاتف غیبی نے کھلے طور پر تمہیں (مغفرت و بخشش) کا مژدہ سنا دیا ہے!۔

اہل ایمان کی روحوں کی باہمی ملاقات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

إن أرواحكم تعرض على موتاكم، فإذا مات الميت استقبلوه كما تستقبل البشارة بالجنة، ثم يقولون دعوه حتى يسكن روعه، فإنه كان في كرب و غم، ثم يسألونه عن الرجل فإذا كان خيرا حمدوا اللّٰه تعالىٰ و استبشروا له، و إذا قالوا عن إنسان مات قبله، قال: إنه مات قبلي، فما مر بكم؟ فيقولون: و اللّٰه ما مر بنا، و ذهب إلى أمه الهاوية، إنا للّٰه و إنا إليه راجعون .

یعنی تمہاری روحیں تمہارے مردوں پر پیش کی جاتی رہتی ہیں۔ پھر جب کوئی مرتا ہے تو روحیں اس کا ایسے ہی خیر مقدم کرتی ہیں جیسے کہ اسے جنت میں جانے کا مژدہ سنا دیا گیا ہو۔ پھر وہ کہتی ہیں: اسے ذرا الگ چھوڑ دو تا کہ اس کی گھبراہٹ کچھ سکون پذیر ہو جائے؛ کیوں کہ وہ کرب وغم سے دوچار ہو کر آ رہا ہے۔ پھر وہ اس

سے لوگوں کے احوال پوچھتی ہیں، ان کے خیر و عافیت سے ہونے کی خبر سن کر بہت خوش ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں۔ اور اگر وہ کسی ایسے آدمی کے بارے میں پوچھتی ہیں جو کہ اس سے پہلے ہی مر چکا تھا تو وہ کہتی ہے کہ وہ تو بہت پہلے ہی انتقال کر گیا تھا۔ تو روحیں کہتی ہیں: قسم بخدا! وہ تو ہمارے پاس نہیں آیا۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنے ٹھکانہ ''ھاویہ'' میں چلا گیا ہے -انا للہ وانا الیہ راجعون-

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا :

إذا مات المؤمن أتاه ملكان أسودان أزرقان، يقال لأحدهما منكر و الآخر نكير، فيقولان له: ما كنت تقول في هٰذا الرجل؟ فيقول: هو عبد اللّٰه، جاء نا بالبينات فآمنا به و اتبعناه، فيقولان: قد كنت تقول هٰكذا، فيفسح له في قبره سبعون ذراعا .

یعنی جب کوئی بندۂ مومن انتقال کرتا ہے (اور سر لحد رکھ دیا جاتا ہے) تو اس کے پاس دو سیاہ رنگت اور نیلگوں آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں، ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ آ کر بندے سے پوچھتے ہیں: تو اس شخص کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟ تو وہ (جلوۂ محمدی دیکھنے کے بعد) پکار اُٹھے گا: یہ تو اللہ کے بندہ (ورسول) ہیں، ہمارے پاس اللہ کی روشن آیتیں لے کر آئے تو ہم ان پر ایمان لے آئے اور ان کی اتباع و پیروی کی۔ تو وہ کہیں گے: یقیناً تم ایسا ہی کہا کرتے تھے۔ پھر اس کے لیے اس کی قبر کو ستر گز کشادہ کر دیا جائے گا۔

حضرت عبد اللہ بن عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مریض کی مزاج پرسی کے لیے گیا اور اس سے کہا: اس وقت تمہارا کیا حال ہے؟ تو وہ مجھے مندرجہ ذیل اشعار سنانے لگا۔

خرجت من الدنيا و قامت قيامتي
غدا يثقل الأشخاص حمل جنازتي

و تضحك أهلي حول قبري و صيروا
خروجي و تعجيلي إليه كرامتي

كأنهم لم يعرفوا قط صورتي
عليهم غدا يأتي كيومي و ساعتي

یعنی میں نے دنیائے فانی سے اپنے قدم باہر کیا نکالے کہ مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ کل لوگوں کی گردنیں میرے جنازے کے بوجھ سے لدی ہوئی تھیں۔

میرے اہل خانہ میری قبر کے اردگرد آ کر ہنسی کھیل کر رہے ہیں اور دنیا سے اللہ کی جانب میرے کوچ کر جانے کو میری کرامت سے تعبیر کر رہے ہیں۔

(آج ان کی بیگانگی کا یہ عالم ہے کہ) گویا وہ میری شکل وصورت سے کبھی آشنا ہی نہ تھے۔ (خیر مجھ پر جو بیت رہی ہے وہ تو بیت ہی رہی ہے) کل ان پر بھی بالکل یہی دن اور یہی گھڑی آنے والی ہے، اور یہی کچھ بیتنے والی ہے۔

بالفاظِ دیگر :

إن للملوك الذي عن حظها غفلت
حتى سقاهم بكأس الموت ساقيها

أموالنا لذوي الميراث نجمعها
و دورنا لخراب الموت بنينها

نلهوا و نأمل آمالاً تعدلنا
سريعة الطي تطوينا و نطويها

یعنی وہ بادشاہانِ زمانہ جن کی خدمتوں اور سرمستیوں میں گم ہوکر میں غفلت کی نذر ہوگیا تھا، آج دیکھئے کہ ساقی نے انھیں بھی موت کا جام پلا دیا ہے۔

ہماری دولت وثروت جسے ہم بڑی محنت وعرق ریزی سے جمع کررہے ہیں سب کی سب اہل میراث کی نذر ہوجائیں گی۔ اورہمیں بس وہی کچھ کام آئے گا جسے ہم موت کے ویرانے کے لیے تعمیر کررہے ہیں۔

ہم جس قدر کھیل کود میں مست ہیں، کچھ اتنی ہی ہم نے امیدیں بھی پال رکھی ہیں۔ جب کہ وقت کا تیز پہیا ہمیں لپیٹے جارہاہے اورہم اسے لپیٹ رہے ہیں۔

حضرت عطا سلمی رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ جب رات کی تاریکی پھیل جاتی تو آپ قبرستان کی طرف نکل پڑتے، اور کہتے :

يا أهل المقابر، متم فوا موتاه، وعاينتم عملكم فوا عملاه، ثم يقول: غدا أغطى في القبر، و لا يزال يبكي إلى الصباح .

یعنی اے شہرخموشاں کے باسیو! تم تو موت کی راہ سے گزر گئے۔ پسہاے میری موت (نہ جانے وہ کیسے آئے گی)، اورتم نے اپنے کیے دھرے کو دیکھ بھی لیا۔ توہاے میرے اَعمال (نہ معلوم ان کا کیا بنے گا)، پھرآپ فرماتے: کل مجھے بھی قبرمیں ڈال کر ڈھانپ دیا جائے گا۔ پھر رونا شروع کردیتے اور دم سحرتک روتے رہتے۔

بزبانِ شعر ؎

ينادي ربه و الليل داج ☆ أ لک العقبىٰ قلني من ذنوبي
وحقک لا أعود لکسب ذنب ☆ بحق أحمد استر عيوبي

یعنی شب دیجور میں وہ اپنے مولا کو مست ومگن ہوکر پکار رہا ہے، اگر تجھے بھی حسن عاقبت درکار ہوتو گناہوں کی رفتار کم کردے۔

تجھے تیرا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اب پھر میں اکتسابِ گناہ کا اعادہ نہ کروں گا؛
لہٰذا احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے اور طفیل میں میرے عیوب ونقائص
کی پردہ پوشی فرمالے۔

یکے اَز صالحین کا قول ہے کہ میں دیوانِ تحقیق میں گھسا تو میں نے وہاں کارگزاروں کی ایک جماعت دیکھی جن کے ہاتھوں میں نامہ ہائے اعمال پڑے تھے، معاونین کھڑے تھے، ترازو نصب کیے جاچکے تھے، کارگزاریوں کے دیوان کھول کر پھیلا دیے گئے تھے، اور کارگزاروں کو تحریر کرنے اور اعمال باہر نکالنے کا حکم بھی دیا جاچکا تھا، چنانچہ میں وہیں چہرے کے بدلے ہوئے زاویے کے ساتھ کھڑا ہوکر سوچنے لگا، اتنے میں تین نفر‘ بریٔ، مقصر، جان، کو حساب کے لیے پیش کیا گیا۔

جب پہلا آگے بڑھا تو اس سے پوچھا گیا: تیرے وہ اعمال کہاں ہیں جنھیں تو نے پیشگی بھیج رکھا تھا، اور تیری وہ نیکیاں کدھر ہیں جنھیں تم سرانجام دیتے رہے تھے؟ تو وہ نہایت عاجزی کے ساتھ عرض کرے گا: میرا حساب ترتیب وار لکھا ہوا ہے، میرا عمل حاضر ہے، پھر اس کے اعمال پیشِ بصیر رکھے جائیں گے، اب عالم خبیر ان کی جانچ کرے گا۔ تو اس سے کہا جائے گا: مبارک باد ہو تم بہترین خدمت گزار نکلے۔ اس کے احوال و اعمال چوں کہ نہایت ہی عمدہ تھے اس لیے لوگ اسے گہری نظروں سے دیکھیں گے؛ لہٰذا اس کے اِکرام و اِجلال کا حکم ہو جائے گا، اسے مقبولین میں لکھ دیا جائے گا اور اسے خلعتِ واصلاں سے سرفراز کر دیا جائے گا۔

دوسرا پیش کیا گیا، جو کہ نہایت ہی مخلط ومتوانی ہوگا، جب اس سے حساب ہوگا تو پتا چلے گا کہ وہ کتنا تہی اعمال ہے، اور اسے عرصہ محشر میں حساب وکتاب میں شرمندگی اُٹھانی پڑے گی، جب اس کی جانچ شروع ہوگی، اور اس سے سختی کے ساتھ باز پرس ہوگی، اور اس کے جوڑ جوڑ کپکپا اُٹھیں گے، اور وہ ’شاید وعنقریب‘ کے علاوہ کچھ نہ کہہ سکے گا۔ اب وہ خوف ورجا کے درمیان ڈگمگا رہا ہوگا، کہ اتنے میں حکم ہوگا کہ جو کچھ اس کے ہاتھ ہے وہی

ہمیں تسلیم ہے اور مابقیہ کا کوئی اعتبار نہیں۔ پھر اس سے کہا جائے گا: خدارا آئندہ پھر کبھی برائیوں کی طرف نہ پلٹ کر جانا، اور حد سے بڑھنے والوں میں سے ہو کر نہ آنا، سن کر ماننے اور قبول کرنے والے بنو، کیوں کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر وقت تمہیں کوئی سفارشی مل ہی جائے۔

پھر تیسرے کو لایا جائے گا، جو کہ سیہ کار ہوگا اور اس نے چپکی سادھ رکھی ہوگی، تو وہ جواب دینے میں ہچکچا رہا ہوگا، کیوں کہ اس کے پاس عمل خیر اور نیکیوں کا کچھ بھی حصہ نہ ہوگا۔ تو اس سے پوچھا جائے گا: کس چیز نے تجھے کھیل کود میں مست کر کے (اپنے رب سے) دھوکہ میں ڈال رکھا تھا، تو وہ کہے گا: میرے جرم وگناہ نے حساب وکتاب کی فکر کرنے کا کبھی موقع ہی نہ دیا اور میری پوری زندگی شہوتوں اور امیدوں کی نذر ہوگئی۔

تو اس سے کہا جائے گا: تمہیں تو اس چیز کا حکم نہیں ہوا تھا (اور جس کا حکم دیا گیا تھا) اس پر تو نے عمل بھی نہیں کیا۔ اے کم ظرف! دیکھ یہ ہیں تیرے گندے اعمال۔ کیا انھیں سے تو نے نجات کی توقع باندھ رکھی تھی؟ کیا تیرے پاس کچھ ایسے اعمال ہیں جن کا تجھے بدلہ دیا جا سکے؟ وہ کہے گا: قسم بخدا! میرے پاس تو نیکیوں کا کچھ بھی ذخیرہ نہیں، اگر مجھے اپنے مستقبل کی فکر ہوتی تو آج اپنے بچاؤ کی کوئی صورت کر کے آتا۔

اب اس کے اعمال کا حساب ہوگا، اور پھر اس کی سزا کا فیصلہ سنا دیا جائے گا۔ اپنے برے کرتوت کا سوچ کر وہ خود کو اپنے دامن میں چھپانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ اسی حال میں اسے تنگ قید خانوں میں ڈال دیا جائے گا، اور وہ اپنی حسرت و نادانی پر کی مجسم تصویر بنا رہ جائے گا۔ یہ مثال اس لیے دی گئی ہے تاکہ ارباب عقل و دانش وقت سے پہلے ہی اپنے انجام کی سوچ لیں۔

بزبانِ شعر ؎

یا ویح قلبي ما له لا یلین ☆ قد أتعب القراء و الواعظین

يا نفس كم تبيتين من مرة ☆ و كم تقولين و لا تفعلين
و كم تنادي فلا تسمعي ☆ و كم تقالين فلا ترجعين
حتى متى يا نفس حتى متى ☆ يراک مولاک مع الغافلين
فاستغفري الله لما قد مضى ☆ ثم استحيي من خالق العالمين

یعنی اے میرے دل! تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو نرم نہیں ہوتا، اہل قراء ت اور اربابِ وعظ ونصیحت تجھے سمجھاتے سمجھاتے تھک چکے ہیں۔

اے نفس! کب تک تو غفلتوں کی نیند سوتا رہے گا، اور کب تک اپنے کہے کے مطابق عمل کرنے سے کتراتا رہے گا۔

کتنی بار تجھے آوازِ اصلاح دی گئی مگر تو نے اسے ایک کان نہ سنا، اور کتنی بار تجھے سدھرنے کو کہا گیا مگر کبھی تجھے راہِ راست پر پلٹ کر آنے کی توفیق نہ ہوئی۔

اے نفس! اب مجھے صاف صاف بتادے کہ تو کب تک (آخر بے راہ روی کی ڈگر پر جادہ پیما رہے گا) اور تیرا مولا تجھے کب تک غافلین کے ساتھ دیکھتا رہے گا۔

اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تو اپنے سارے کرتوتوں سے (اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کرکے) اس کی مغفرت کا سوالی بن جا، اور پھر (آئندہ بھی گناہ کرتے وقت) خالق ومالک پروردگاردعالم سے شرم وحیا کرتا رہ۔

حضور اکرم رحمت عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے :

التوبة معلقة ما بين السماء و الأرض تقول من يقبلني قبل أن يعذب إلى أن تطلع الشمس من مغربها .

یعنی توبہ زمین وآسمان کے درمیان معلق ہوکر یہ کہتی رہتی ہے کہ عذاب سے پہلے پہلے مجھے کون قبول کرتا ہے۔ (اور اُس کی یہ پکار اس وقت تک گردش کرتی رہے گی) جب تک کہ سورج' مغرب سے طلوع نہ ہوجائے۔

ایک پادری سے پوچھا گیا کہ اچھا یہ بتائیں کہ ہمارے دل اتنے سخت کیوں ہوگئے؟ ہر چہار سو گناہوں کی اتنی کثرت کیوں ہے؟؟ اور پھر ہم اپنے رب کی بارگاہ میں توبہ کے لیے کیوں نہیں جھکتے؟؟؟۔

پادری نے جواب دیا: کیوں کہ تمہارے دلوں سے آخرت کا خوف جاتا رہا...... تمہارے اعمال کی پونجی خسارے میں چلی گئی......تم میں ظلم و زیادتی کی خو پیدا ہوگئی...... تم نے امانتیں ضائع کردیں......تم نے خیانتوں کو رواجِ عام دے دیا......تمہارے اندر تکبر کے بھوت گھس گئے...... تم میں عہد شکنی کا چلن ارزاں ہوگیا...... تم نے نمازیں گنوائیں......تم نے مالِ زکوٰۃ کو روکا......تم نے غیبت و چغلی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا......تم نے یتیموں کا حق مارا......تم نے احکام کی خلاف ورزی کی......تم نے اللہ رحمٰن کی نافرمانی کی......تم نے عورتوں اور شیطانوں کی پیروی شروع کردی......سود خوری تمہاری شرست میں داخل ہوگئی......جس کا تمہیں حکم ہوا تھا اسے تم نے پیٹھ پیچھے پھینک دیا......تم فسق و فجور پر ٹوٹ پڑے......تم نے جھوٹی گواہی دینا اپنی عادت میں شامل کرلیا......تم نے مالداروں کے لیے تواضع و اِنکسار دکھایا......اور تم نے فقرا پر اپنی بڑائی جمائی، تو نتیجے میں ہوا یہ کہ تمہارے دل سخت ہوگئے اور گناہوں کی بہتات ہوگئی۔

اب نہ تو کوئی زجر و توبیخ کرنے والا واعظ و ناصح رہا، اور نہ ہی اس کی دھمکی سے کوئی ڈرنے والا رہا۔ تمہاری باتیں تو بہت میٹھی ہوتی ہیں، مگر تمہارے کام بڑے کڑوے...... تمہاری زبانیں فحش گو ہوگئیں......اور تمہارے دل سخت و درشت ہوگئے، لہٰذا اب تمہارے اندر سے اللہ کا خوف و حیا بھی جاتا رہا اور نہ ہی اب اس سے توبہ کرنے کی تمہیں توفیق ہی ہوتی ہے؛ لیکن (خیال رہے) عنقریب ہی تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور پھر تم سے تمہارے سارے کرتوتوں کی بابت پوچھا جائے گا۔

یکے از صالحین کا قول ہے کہ ایک بار حضرت بنان رضی اللہ عنہ کا کسی بازار سے گزر ہوا، آپ نے ایک صاحب دولت و ثروت شخص کو دیکھا کہ جس کے اِردگرد معماروں

اور کارگزاروں کا ایک ہجوم لگا ہوا ہے، اور وہ ہر شخص کو اس کا محنتانہ بانٹ رہا ہے۔ چنانچہ حضرت بنان نے اپنے ہاتھ کو سارے ہاتھوں کے اوپر بڑھا کر رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر وہ شخص بول پڑا: اس ہاتھ نے تو ہمارے لیے کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت بنان رونے لگے اور وہیں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ موجودین نے انھیں اُٹھایا جب ہوش آیا تو آپ نے فرمایا :

إذا كان لا يأخذ إلا من عمل فمن يجود على الفقراء و المساكين .

یعنی اگر صرف کام کرنے والے ہی پائیں گے تو پھر فقراء ومساکین پر جودو سخاوت کون کرے گا!۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

نحن قوم أثقلتنا ذنوب ☆ و منعنا الوقوف بين يديه
فتركنا بين الأنام حيارى ☆ و خجلنا من القدوم عليه

یعنی ہم ایسے (کم ظرف) لوگ ہیں جنھوں نے گناہوں کا بوجھ اپنے اوپر لاد لیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے سامنے کھڑے ہونے سے بھی روک دیے گئے۔

اب ہم مخلوق کے درمیان (حیرت وحسرت کا مجسمہ بنے) مارے مارے پھر رہے ہیں، اور اس کے روبرو ہونے سے شرم وخجالت آڑے آ رہی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب بندہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا :

عبدي، أما تستحي مني، أما راقبتني، أرخيت الستور، و أغلقت الأبواب، و تجرأت علي، فيقول العبد: بكتابك و قلت ذلك و قولك الحق: الله لطيف بعباده، فيقول الله عزوجل:

أنا أولی أن أفعل ما أقول .

یعنی میرے بندے! کیا تمہیں (اِرتکاب معاصی کے وقت) مجھ سے کچھ بھی حیا شرم نہیں آئی۔ کیا تمہارے دل میں میرے خوف کی چنگاری ذرا بھی نہیں بھڑکی۔ تم نے پردے بھی گرا دیے، دروازے بھی بند کر دیے، اور پھر مجھ پر جرأت کر بیٹھے (یہ تک نہیں سوچا کہ میں تمہاری نگہبانی کر رہا ہوں)۔ بندہ عرض کرے گا: تیری کتاب کی وجہ سے، اور تو نے ہی اس میں فرمایا اور مستند ہے تیرا فرمایا ہوا: اللّٰه لطیف بعبادہٖ کہ اللہ اپنے بندوں پر بڑا لطف و کرم فرمانے والا ہے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مجھے زیادہ حق پہنچتا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے مطابق معاملہ فرماؤں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی :

لطفي بالعصاة من أهل القبور، كلما بليت أبدانهم غفرت لهم، وكلما صارت عظامهم نخرة محوت عنهم ذنوبهم جوداً مني و كرماً .

يا موسیٰ، إني لم أنسهم أحياء مرزوقين، فكيف أنساهم وهم موتى مقبورين، ما من عاصي عصاني حتى إذا كان في كرب الموت لم أنظر إلیٰ جهله و تقصيره، ولكن أنظر إلى ضعفه ومسكنته، و إذا نظرت إلى حاله ألهمته وحدانيتي أريد له بها النجاة، اللّٰه لطيف بعباده، خلقي خلقتهم، و عبادي رزقتهم و جعلت ذنوبهم مستورة مغفورة، و جعلت لهم محمداً صلى اللّٰه عليه وسلم شفيعاً، و ان اللّٰه تعالیٰ لا ينظر إلى شيىء إلا رحمه، و لو نظر إلى أهل النار لرحمهم و لكن قضى اللّٰه أن لا ينظر إليهم .

یعنی اہل قبور میں گناہ گاروں کے ساتھ میرے لطف ومروّت کا ذرا اندازہ لگاؤ کہ جب ان کے بدن بوسیدہ ہوجاتے ہیں، میں انھیں اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ دیتا ہوں۔ اور جب ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں تو محض اپنے فضل وکرم کی وجہ سے ان کے گناہوں کو بھی ریزہ ریزہ (معاف) کر دیتا ہوں۔

اے موسیٰ: ذرا سوچو کہ جب میں انھیں ان کی ظاہری حیات میں نہیں بھولتا کہ رزق فراہم کرتا رہتا ہوں تو بھلا اندھیری گور میں انھیں کیسے بھول جاؤں گا۔ جب بھی کوئی گنہ گار میری نافرمانی کرتا ہے خواہ جانکنی کے عالم ہی میں کیوں نہ کرے میں اس کی جہالت وکوتاہی کو نہیں دیکھتا، بلکہ اس کے ضعف ومسکینیّت پر نظر کرتا ہوں۔ جب ان کی حالت زار پر نگاہ کرتا ہوں تو انھیں اپنی وحدانیت کا جام عطا کر دیتا ہوں مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ اس کی نجات کا سامان ہوجائے، (اور تمھیں معلوم ہے کہ) اللہ اپنے بندوں پر بے پناہ لطف وکرم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ یہ میری مخلوق ہے جسے میں نے پیدا کیا، یہ میرے بندے ہیں جنھیں میں رزق دیتا رہتا ہوں اور پھر ان کے گناہوں کو اپنے دامن عفو میں چھپالیتا ہوں۔ اور میں نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کا شفیع مقرر کیا ہے۔ اور پروردگار عالم جب کسی چیز پر اپنی نگاہ ڈال دیتا ہے تو اسے اپنی رحمتوں سے نواز دیتا ہے، حتیٰ کہ وہ اگر جہنمیوں پر نظر کر دے تو انھیں بھی اپنی رحم وکرم کی بھیک عطا کر دے گا لیکن یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ پروردگار عالم ان کی طرح کبھی نگاہ نہ فرمائے گا۔

عورت کے لیے رسولِ رحمت کی وصیتیں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

يا عائشة، احفظي بيتك فإن النساء يوم القيامة أكثرهن حطب للنار، قالت: و لم ذلك يا رسول اللّٰه؟ قال: لأنهن لا يصبرن في الشدة، و لا يشكرن في الرخاء و يكفرن النعم.

یعنی اے عائشہ! اپنے گھر کی حفاظت کیا کر کیوں کہ بروزِ قیامت کثرت سے عورتیں آتش جہنم کی ایندھن بنیں گی۔ پوچھا: یارسول اللہ! ایسا کس وجہ سے ہوگا؟ فرمایا: کیوں کہ شدت ومصیبت میں وہ صبرنہیں کر پاتیں، وسعت وکشائش میں شکرمولیٰ ادانہیں کرتیں، اورنعمت ہاے الٰہیہ کی ناقدری کرتی رہتی ہیں۔

یا عائشة، ان اللّٰه أوجب حق الرجال على النساء أن يطعنهم في أمورهم، و لا يصمن إلا بإذنهم، و ما من امرأة باتت هاجرة لفراش زوجها، إلا لعنتها الملائكة حتى تصبح

یعنی اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کے حقوق کو واجب کر دیا ہے کہ وہ جملہ اُمور میں اُن کی فرماں برداری کرتی رہیں، یوں ہی مردوں کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے بھی نہ رکھا کریں۔ اور جو بھی عورت اپنے شوہر سے بستر الگ کر کے رات گزارے تو تادم سحر فرشتے اس پر لعنت برساتے رہتے ہیں۔

یا عائشة، ما من امرأة خرجت من بيتها بغير إذن زوجها إلا لعنها كل ملك في السماء .

یعنی اے عائشہ! جو بھی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے گھر سے قدم نکالے تو اس کے اوپر آسمان کے سارے فرشتے لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

یا عائشة، ما من امرأة قالت لزوجها: ما رأيت خيرا منك قط إلا أحبط اللّٰه عملها .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں نے تمہارے اندر کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی تو اللہ تعالیٰ اس کے سارے اعمال اکارت کر دے گا۔

یا عائشة، ما من امرأة نظرت لزوجها بوجه عبوس إلا لعنها كل نجم في السماء .

یعنی اے عائشہ! اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو ترش روئی کے ساتھ دیکھے تو

آسمان کے سارے ستارے اس کو لعنت ملامت کرتے رہتے ہیں۔

يا عائشة، ما من امرأة كلفت زوجها في أمر نفقة ما لا يطيق لم تنلها رحمة ربي و ليس لها في شفاعتي نصيب .

یعنی اے عائشہ! اگر کوئی عورت نفقہ کے سلسلہ میں اپنے شوہر پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے تو اسے رحمت خداوندی سے کچھ بھی حصہ نہ ملے گا، اور وہ شفاعت سے بھی محروم رہے گی۔

يا عائشة، و ما من امرأة قالت لزوجها: أراحني الله منك، لم تشم رائحة الجنة .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا: اللہ مجھے (تجھ سے جدائی کر کے) راحت پہنچائے تو اسے کبھی جنت کی خوشبو نصیب نہ ہوگی۔

يا عائشة، ما من امرأة دعاها زوجها للفراش فأبت إلا خرجت من حسناتها كما تخرج الحبة من قشرها .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت کو اس کا شوہر (فطری ضرورت کے لیے) بلائے اور وہ نہ جائے تو اس کی ساری نیکیاں ایسے ہی برباد ہو جائیں گی جیسے دانہ اپنے دھاکے سے نکل کر تتر بتر ہو جاتا ہے۔

يا عائشة، ما من امرأة دعاها زوجها فأجابته بطيب نفس إلا غفر الله لها ذنب يومها و ليلتها، و كانت في حرز الله و أمانته .

یعنی اے عائشہ! اگر کسی عورت کو اس کا شوہر بلائے اور وہ خوش دلی سے اس کا جواب دے تو اللہ تعالیٰ اس دن و رات کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور وہ اللہ کے حفظ و امان میں ہوتی ہے۔

يا عائشة، ما من امرأة غزلت و كست زوجها إلا كساها الله من حلل الجنة يوم القيامة .

یعنی اے عائشہ! جس عورت نے بھی اون کات کر پھر اسے اپنے شوہر کو پہنایا تو اللہ تعالیٰ اس عورت کو بروزِ قیامت جنت کے جوڑے پہنائے گا۔

يا عائشة، لو أن امرأة مصت منخر زوجها و هو يسيل دما و قيحا، ما أدت له جزاء .

یعنی اے عائشہ! اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے خون و پیپ سے رستے ہوئے نتھنے کو چوسے تب بھی اس کا حق ابھی ادا نہیں ہوا۔

يا عائشة، طوبى لمن رضي عنها زوجها، فإن رضى الزوج من رضى اللّٰه تعالىٰ، و كذالك الوالدين فإن عقوق الوالدين من الكبائر .

یعنی بڑی خوش بخت ہے وہ عورت جس کا شوہر اس سے راضی ہے؛ کیوں کہ شوہر کی رضا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا پوشیدہ ہے۔ یوں ہی والدین (کی رضا میں بھی رضائے مولا پنہاں ہوتی ہے) کیوں کہ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتی ہے۔

يا عائشة، من أدرك والديه ولم يدخلاه الجنة فلا أدخله اللّٰه الجنة .

یعنی اے عائشہ! جسے والدین کی صحبت نصیب ہوئی مگر وہ اسے جنت میں داخلے کا مجاز نہ بنا سکے (یعنی ان کی خدمت کر کے وہ جنت میں جانے کا سزاوار نہ بن سکا) تو ایسے شخص کو اللہ بھی جنت میں داخل نہ فرمائے گا۔

بزبانِ شعر :

الموت باب و كل الناس داخلة ☆ يا ليت شعري بعد الباب ما الدار
الدار جنة عدن إن عملت بما ☆ يرضى الإلٰه و إن خالفت فالنار

یعنی موت ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر کسی کو داخل ہو کر گزرنا ہے۔ اے کاش! مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس دروازے سے پار ہونے کے بعد مجھے کون سا گھر ملنے والا ہے۔

اگر میں نے مالک و مولا کو خوش کرنے والے اعمال سرانجام دیے ہوں گے تو جنت عدن میرا گھر ہوگا ورنہ مالک و مولا کی مخالفت کی صورت میں جہنم میرا ٹھکانہ بنے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :

شیب و عیب لا یلیق بمؤمن ☆ إن الخطایا في المشیب فجور
فعلي یبکي إن شیبي قد بدا ☆ و أبانا علی فعل القبیح خسور
ما لابن عباس سواک لحشره ☆ عون معین شافع و مجیر

یعنی بڑھاپا اور عیب کسی مومن کے شایانِ شان نہیں، اور پھر بڑھاپے کے عالم میں جرم و خطا اور بھی زیادہ خطرناک و باعث ہلاکت ہوتی ہے۔

تو اب مجھے اپنی ذات پر رونا چاہیے کہ میرے سر سے بڑھاپے کا بھبھوکا پھوٹ چکا ہے، اور وہ چاہے ہمارے آباؤ اجداد ہی کیوں نہ ہوں فعل قبیح کے ارتکاب پر انھیں (بہرحال) نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

اے پروردگار! ابن عباس کا بھرے عرصہ محشر میں تیرے سوا نہ کوئی حامی و کارساز ہے اور نہ شافع و نجات دہندہ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام جب بادشاہِ مصر بنے اور سارے خزانے کا چارج آپ کے ہاتھ میں آ گیا تو ایک فقیر درویش آپ کے پاس آ کر فریاد کرنے لگا: اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ ہمیں بھی دیجیے۔ چنانچہ آپ نے اسے ایک صاع گیہوں دینے کا حکم دیا۔ فقیر نے کہا: ذرا بڑھا کر دیجیے، تو آپ نے ایک صاع اور دلوایا۔ کہا: کچھ اور بڑھائیے، تو حضرت یوسف نے فرمایا:

میرے بھائی! کیا تمھیں پتا نہیں کہ اس وقت چیزوں کی کتنی گرانی ہے؟ (فقیر کی شکل میں آنے والے) اس شخص نے کہا: اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ میں کون ہوں تو آپ مجھے (اپنی عطا و نوال سے) خوش کر دیں۔

پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں وہی شخص ہوں جس نے زوجۂ مصر زلیخا کی تہمت سے آپ کی براءت و پاکی کی گواہی دی تھی۔

یہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے سو اِردبّ (تقریباً چوبیس سو صاع) گیہوں اور سو اَشرفیاں دینے کا حکم جاری کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی :

یا یوسف، هٰذا عطاؤک لمن شهد لک بالبراء ة مرة واحدة، فکیف من شهد لي باللیل و النهار، و الصباح و المساء بالوحدانیة، و لنبي محمد صلی اللّٰه علیه وسلم بالرسالة، فکیف یکون عطائه في له ؟.

یعنی اے یوسف! جس نے تمہاری صرف ایک بار براءت کی گواہی دی اس کے لیے تو نے بخشش و عطا کی نہریں بہا دیں۔ تو جو شخص رات و دن اور صبح و شام میری وحدانیت اور محمد عربی کی رسالت کی شہادت دیتا رہے تو اندازہ کرو اس کے ساتھ میری عطا و نوال کا عالم کیا ہوگا!۔

خاتمۂ رسالہ

اللّٰهم إنا نشهد أنک واحد فرد صمد، و أن محمداً عبدک و رسولک صلی اللّٰه علیه وسلم و أنه بلغ الرسالة، و أدی الأمانة، و نصح الأمة، ونهج الملة، و أن الرسل حق، و أنهم بلغوا الرسالة، و أن الموت حق، و القبر حق، و المیزان حق، و

الصراط حق، و الجنة حق، و النار حق، و أن الساعة آتية لا ريب فيها، و أن اللّٰه يبعث من في القبور .

اللّٰهم توفنا مسلمين تائبين، لا مغيرين و لا مبدلين آمين يا رب العالمين، و صلى اللّٰه على سيدنا محمد و على آله و صحبه و سلم .

اے اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ تو ایک ہے تنہا ہے بے نیاز ہے۔ اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ انھوں نے تبلیغ رسالت فرما دی، امانت ادا کردی، امت کو نصیحت فرما دی، اور ملت کے لیے راستہ واضح فرما دیا۔ جملہ مرسلین عظام برحق ہیں، انھوں نے بھی حق رسالت ادا کردیا۔ موت حق ہے، قبر حق ہے، میزان حق ہے، پل صراط حق ہے، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، قیامت بس آنے ہی والی ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہہ نہیں اور بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ قبروں سے مردوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اے اللہ! ہمیں توفیقِ توبہ کے ساتھ (اس دنیا سے) مسلمان اُٹھا، اور ہمیں کسی بھی طور اپنے دین ومسلک سے بدلنے اور بدکنے نہ دے، (اس پر استقامت کی توفیق ہمارے رفیقِ حال فرما دے)

آمین یارب العالمین۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم

(آغازِ ترجمہ: ۱۲/ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ، بروز دوشنبہ- مطابق: ۱۰/ مارچ ۲۰۰۹ء)

(تکمیل ترجمہ: ۲۷/ ربیع الاوّل ۱۴۳۰ھ، بروز چہارشنبہ- مطابق: ۲۵/ مارچ ۲۰۰۹ء)

وہ کاملین اُمت جن کی روایتیں یا حکایتیں منقول ہوئیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت زید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علی بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عامر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ضیغم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حسان رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ربیع بن خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سلیمان علیہ السلام
حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام

حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت واصلہ بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اسید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ خواص رحمۃ اللہ علیہ

حضرت یزید رقاشی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عطا سلمی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت زید بن یزید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ ابن ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت احمد تمار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ تراز-ابوعبداللہ رزار-رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حسن رازی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ
حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ
حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبدالعزیز بن عمر رضی اللہ عنہما
حضرت حجاج زاہد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت احمد بن عربی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت احمد خواص رحمۃ اللہ علیہ
حضرت احمد بن حسن رازی رحمۃ اللہ علیہما
حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ
حضرت یحیٰی بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت وہب بن وردی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ
حضرت ادریس حداد رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حمزہ بن حبیب زیات رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت یحیٰی بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ کنانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت احمد بن طولون رحمۃ اللہ علیہ
حضرت مغیث بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ واحی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ
حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوالفتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت داؤد بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت اسد بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبدالوہاب بن الوراق رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
حضرت حسن بن کہموس رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سہل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حسان بن ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عمر جوینی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابن عجلان رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوالحسن ثوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت دنیوری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت فضیل عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضرت ابوموسیٰ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سعید بن سعید رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حماد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ام محمد بنت کعب علیہا الرحمہ
حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ
حضرت وہب بن وردی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حسان بن ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ
حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عثمان بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت احمد بن حرب رحمۃ اللہ علیہ
حضرت عبداللہ بن عبید رحمۃ اللہ علیہ
حضرت بنان رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد افروز قادری چریاکوٹی کی قلمی کاوشیں

〔حرف حرف دھڑکتا ہوا، لفظ لفظ بولتا ہوا، بات بات من میں اُترتی ہوئی〕

آئینۂ مضامین قرآن	352 Pages	Rs. 200.00
بستان العارفین (اُردو)	512 Pages	Rs. 300.00
مرنے کے بعد کیا بیتی؟	264 Pages	Rs. 100.00
’وقت‘ ہزار نعمت	184 Pages	Rs. 90.00
بولوں سے حکمت پھوٹے	184 Pages	Rs. 90.00
برکاتُ الترتیل	216 Pages	Rs. 90.00
آئیں دیدارِ مصطفےٰ کر لیں	184 Pages	Rs. 90.00
کاش! نوجوانوں کو معلوم ہوتا!!	048 Pages	Rs. 30.00
فرشتے جن کے زائر ہیں	088 Pages	Rs. 40.00
باتیں جو زندگی بدل دیں	064 Pages	Rs. 40.00
کلامِ الٰہی کی اَثر آفرینی	144 Pages	Rs. 60.00
طوافِ خانۂ کعبہ کے روح پرور واقعات	240 Pages	Rs. 200.00
پیارے بیٹے!	036 Pages	Rs. 25.00
اے میرے عزیز!	032 Pages	Rs. 10.00
اپنے لختِ جگر کے لیے!	040 Pages	Rs. 30.00
موت کیا ہے؟	088 Pages	Rs. 40.00
اور مشکل آسان ہوگئی	096 Pages	Rs. 50.00
مذاق کا اِسلامی تصور	072 Pages	Rs. 40.00
مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ پر الزامِ خودکشی!	072 Pages	Rs. 40.00

⇦	جامعۃ الازہر کا ایک تاریخی فتویٰ	036 Pages	Rs. 20.00
⇦	خطباتِ نسواں (اُم رفقہ جویریہ قادری)	304 Pages	Rs. 140.00
⇦	انوارِ ساطعہ (تسہیل و تحقیق)	688 Pages	Rs. 200.00
⇦	برکات الاولیاء (تسہیل و تقدیم)	384 Pages	Rs. 200.00
⇦	رسائل حسن (جمع و ترتیب)	624 Pages	Rs. 240.00
⇦	کلیاتِ حسن (جمع و ترتیب)	444 Pages	Rs. 170.00
⇦	دولت بے زوال (اُردو)	132 Pages	Rs. 50.00
⇦	دولت بے زوال (ہندی)	156 Pages	Rs. 70.00
⇦	چند لمحے اُم المومنین کی آغوش میں	04 Pages	Rs. 40.00
⇦	تحفۂ رفاعیہ (تسہیل و تخریج)	096 Pages	Rs. 40.00
⇦	اربعین مالک بن دینار	040 Pages	Rs. 20.00
⇦	یارسول اللہ! آپ سے محبت اور آپ پر درود کیوں؟	076 Pages	Rs. 40.00
⇦	چالیس حدیثیں بچوں کے لیے کہانیوں کے ساتھ (اُردو/ہندی/انگلش)	096 Pages	Rs. 50.00
⇦	چار بڑے اَقطاب [الجیلانی، الرفاعی، الدسوقی، البدوی]	060 Pages	Rs. 25.00
⇦	ترجمانِ اہل سنت (آئیں سنت کا دفاع کریں)	116 Pages	Rs. 45.00
⇦	الباقیاتُ الصالحات معروف بہ 'میلاد نامہ' (ترتیب و تقدیم)	080 Pages	Rs. 35.00

ملنے کے پتے : کمال بک ڈپو، گھوسی، مئو Ph: 09935465182

// : خواجہ بک ڈپو، نئی دھلی۔ Ph: 09313086318